مُحبت دِل کا سجدہ ہے

سباس گُل

کس قدر انوکھا ہے رابطہ محبت کا
کب نہ جانے ہوجائے معجزہ محبت کا
اپنی ذات سے بھی وہ اجنبی لگتا ہے
جس کے ساتھ ہوجائے حادثہ محبت کا

"رانیل آرہی ہے۔" وہاب احمد نے ڈنر ٹیبل پر نوشین کو بتایا۔
"آپ سے کس نے کہا؟" نوشین کی آنکھوں میں حیرت تھی۔
"تیمور کا فون آیا تھا وہ انشین بھابی پھوپھو اور پھوپھا جان حج کے لیے جارہے ہیں۔ رانیل کا ویزا نہیں لگ سکا اور نبیل کے بھی ایگزامز شروع ہونے والے ہیں اس لیے وہ بھی بہت مصروف ہے اپنی پڑھائی میں' رانیل آج کل گریجویشن کے بعد فارغ ہے اور بوریت محسوس کررہی ہے تو میں نے تیمور بھائی سے کہہ دیا کہ رانیل کو پاکستان بھیج دیں۔" وہاب احمد نے بڑی رسانیت سے پوری بات اس کے گوش گزار کی۔
"ہاں تو وہ اپنے ماموں کے گھر رہ لے گی۔" نوشین نے نوالہ چباتے ہوئے کہا۔
"رانیل یہاں ہمارے گھر رہے گی' تیمور بھائی اینڈ فیملی حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد یہاں آئیں گے تو رانیل کو ساتھ لیتے ہوئے واپس لندن چلے جائیں گے۔"
"رانیل یہاں رہ کر کیا کرے گی؟ اور ویسے بھی جوان لڑکوں کا گھر ہے یہ وہ بگڑ گئی یا کل کلاں کو کوئی ایسی ویسی بات ہوگئی تو......"
"گویا آپ اپنے بیٹوں کے کردار پر' دراصل اپنی ہی تربیت پر انگلی اٹھارہی ہیں۔" وہاب احمد نے تاسف زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پانی کا گلاس اٹھایا تو وہ ہڑبڑا کر بات کی وضاحت کرنے لگی۔
"ارے میرا یہ مطلب نہیں تھا ایک تو آپ سمجھتے نہیں ہیں' رانیل اپنے ماں باپ اور بھائی کی لاڈلی سو نخرے ہوں گے اس کے۔ ذرا سی اونچ نیچ ہوگئی تو کل کو وہ تو ہمیں الزام دیں گے۔ آپ بھی ہمیں ہی نام دھریں گے' جوان لڑکی کی ذمہ داری اٹھانا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔"
"لیکن یہ رانیل کی خالہ جی کا گھر ہے اور وہ یہاں ضرور آئے گی اور ادھر ہی رہے گی۔ تم پتا نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہو' بیکار کی پریشانیاں مت پالو اور اپنی ایکٹیویٹیز پر دھیان دو یہ جو آئے دن گھر میں گیٹ ٹو گیدر رکھ لیتی ہو اسے اب ختم کردو' اپنے حالات اور اپنی اولاد پر بھی دھیان دو' نگین جوان ہے گھر میں جو نت نئے نمونے (لڑکے) آتے رہتے ہیں ناں' یہ سب نگین کو کوئی اچھی چیز نہیں سکھا رہے۔"
"بات رانیل کی ہورہی تھی اور آپ کہاں پہنچ گئے؟" نوشین نے تنک کر کہا۔
"ایک لڑکی کی وجہ سے میں اپنے روز مرہ کی مصروفیات اور ملنا جلنا ختم کردوں' یہ کہاں کی دانش مندی ہے اور لندن میں تو جیسے وہ معلّم بنی پھرتی ہوگی' باپردہ باحیا مشرقی لڑکی کی طرح ڈھکی چھپی رہتی ہوگی نا۔"
"تو ٹھیک ہے' رانیل کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے' اور جو لڑکوں کے گھر کا وہم تمہیں ستا رہا ہے تو وہ بھی اپنے دل ودماغ سے باہر نکال دو' ذوالنون اپنی اسٹڈی اور ٹریننگ کے سلسلے میں اسلام آباد ہوتا ہے وہ

ڈھائی ماہ میں چکر لگتا ہے اس کا اور نوفل وہ رانیل سے دو سال چھوٹا ہے۔ تمہاری بے پروائی کا منہ بولتا ثبوت ہے مگر میرا خیال ہے کہ رانیل اسے سدھار لے گی ابھی اتنا بھی نہیں بگڑا کہ اسے واپس نہ لایا جاسکے۔ یہاں کوئی رانیل کو تنگ نہیں کرے گا۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا وہ تاسف زدہ نظروں سے نوشین کو دیکھ رہے تھے۔

"اور علی اس کا کیا؟" ایک دم سے نوشین کو وہاب احمد کے بھانجے علی عثمان کا خیال آیا جو آج کل ان کے گھر مقیم تھا۔

"علی ایک سنجیدہ اور سمجھدار لڑکا ہے اپنے کام سے کام رکھنے والا اس بے چارے کو تو بخش دو رانیل آٹھ برس چھوٹی ہے علی سے اور علی کا مزاج تم جانتی ہو وہ لڑکیوں سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔"

"مگر......"

"کیا اگر مگر بیگم؟ خوامخواہ کے وسوسے اور پریشانی اپنے دل و دماغ سے نکال دو۔"

"کب آرہی ہے رانیل؟" نوشین نے بے زاری سے پوچھا۔

"دو دن بعد کیسی خالہ ہو تم؟ اپنی سگی بھانجی کو اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتیں وہ بھی چند ہفتوں کے لیے۔"

"ہمیں بھی تو لندن جانا ہے اگلے مہینے اس کا کیا ہوگا؟ ہم رانیل کی نگرانی کے لیے یہاں تو نہیں رک سکتے نا اس کی وجہ سے اپنا پروگرام تو ملتوی نہیں کرسکتے۔"

"نوشین بیگم......" وہاب احمد نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روک دیا اور قدرے درشت لہجے میں بولے۔

"ایک بات تم بھول رہی ہو اور وہ یہ کہ یہ گھر رانیل کے پاپا کا ہے اور ان کی محبت و مہربانی ہے کہ ہم اس گھر میں بنا بنا کرائے کے عرصے سے رہ رہے ہیں۔ اور میرے بزنس کا دیوالیہ ہو جانے پر تیمور بھائی نے ہی میری مدد کی تھی آج جو ہم یہ عیش کررہے ہیں ناں تو تیمور بھائی اور افشین کی عنایتوں کی وجہ سے کررہے ہیں اللہ کا لاکھ کرم ہے اس نے تیمور بھائی کو وسیلہ بنا کر بھیجا مجھے سہارا دینے کے لیے۔ ہم ان کی محبتوں کا یہ قرض مرتے دم تک نہیں اتار سکتے اور تم ہو کہ ان کی بیٹی اور اپنی سگی بھانجی کو اس گھر میں چند دن رہنے سے منع کررہی ہو۔ کیا ہوگیا ہے تمہارے احساس کو؟"

"میری بھانجی سو بار آئے میرے گھر میں تو بس اس کے آرام کے خیال سے یہ کہہ رہی تھی۔" نوشین نے کھسیانی ہو کر تیز لہجے میں کہا تو وہ تلخی سے بولے۔

"تم کس خیال سے کہہ رہی تھیں یہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ ملازم سے کہہ کر رانیل کے لیے کمرہ سیٹ کرادو۔" وہاب احمد کی بات پر نوشین نظریں چرا گئی۔

علی نے اتفاقاً ان دونوں کی ساری باتیں سن لی تھیں اور خاموشی سے گیسٹ روم کی طرف چلا گیا تھا۔



"پاپا جانی! کیا خالہ اور سب گھر والے مجھے وہاں خوشی سے ویلکم کہیں گے؟" رانیل نے تیمور حسن سے سوال کیا۔

"ہاں کیوں نہیں؟ ان فیکٹ آپ کے بابا جانی کو آپ کے وہاب ڈیڈی نے ہی وہاں انوائیٹ کیا ہے یو نو وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔" تیمور حسن نے رانیل کے بالوں کو سہلاتے ہوئے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یس آئی نو اسی لیے تو میں ان کو ڈیڈی کہتی ہوں۔"

"ہاں وہاب احمد کی دلی خواہش تھی کہ ہماری رانیل انہیں ڈیڈی کہا کرے جیسے ان کے بچے انہیں ڈیڈی کہتے ہیں۔"

"بٹ پاپا جانی میں کبھی بھی آپ کے، مما کے اور بھیا کے بنا اتنے دن اکیلی نہیں رہی ایک دن بھی نہیں رہی آپ سب کے بغیر تو اب...... اتنے سارے دن کیسے رہوں گی آپ سب کے بغیر؟"

"بیٹا جانی وہاں سب آپ کے اپنے ہوں گے آپ دیکھیے گا وہ سب آپ کو ہماری کمی محسوس بھی نہیں ہونے دیں گے۔"

"جی نہیں آپ سب کی کمی کوئی بھی پوری نہیں کرسکتا۔" وہ بچوں کی طرح کچھ روٹھے روٹھے اور کچھ پیار و

ماں بھرے انداز میں بولی تو وہ ہنس دیے۔
"میری پیاری بیٹی سدا خوش رہو۔ آپ تو ہمارے آنگن کی بلبل ہو' ہماری مینا ہو' چڑیا ہو' جس کی چہکار سے ہمارا پیا آنگن مسکراتا رہتا ہے۔" تیمور حسن نے اس کے چہرے کو ہاتھوں کے ہالے میں لے کر اس کی روشن پیشانی پر بوسہ دے کر پیار سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"مما دیکھیں پاپا جانی اپنی بیٹی کے لیے شاعری کررہے ہیں حالانکہ شاعری تو انہیں آپ کے لیے کرنی چاہیے نا۔" رابیل نے افشین کو شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے شریر لہجے میں کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ افشین نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"بھئی جس باپ کی رابیل جیسی پیاری بیٹی ہو وہ شاعری کیسے نہیں کرے گا۔"
"آئی لو یو سو مچ پاپا جانی۔" وہ ان کے گلے سے لگ گئی۔
"لو یو ٹو پاپا کی جان۔" انہوں نے اس کے ہاتھ چومے۔
"واہ بھئی باپ بیٹی اپنی محبت میں ماں اور بیوی کو بھول ہی گئے۔" افشین نے پیار بھرا شکوہ کیا' وہ ہنس پڑی۔
"ارے افشین بیگم آپ تو ہماری پہلی محبت ہیں ہم آپ کو کیسے بھول سکتے ہیں۔ بھلا سانس لینا بھی کوئی بھولتا ہے جب تک قضا نہ آئے؟"
"اف تیمور......" افشین نے تیمور کے اس قدر پیار بھرے اظہار پر شرم وحیا سے تشکر اور محبت سے لبریز ہوکر کہا تو وہ خوش دلی سے ہنس پڑے۔



"وہاب لاج" میں رابیل کا استقبال بہت گرم جوشی سے کیا گیا۔ رابیل سفید ٹراؤزر اور شاکنگ پنک ہلکے کام والے کرتا نما شرٹ میں سیاہ ہیل والے جوتے پہنے سادہ سے چہرے میں غضب کی حسین لگ رہی تھی۔ گلاب اور دودھ میں گھلی رنگت' سیاہ سلکی زلفیں شانوں پر لہرا رہی تھیں' لیئر کٹنگ اسٹائل میں اس کا چہرہ اور بھی دلکش دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی سیاہ پلکوں سے مزین بڑی بڑی آنکھیں' ذہانت اور شوخی سے بھرپور تھیں۔ گلابی ہونٹوں کی مسکراہٹ بہت دلنشیں تھی۔ نگین رابیل کے بے تحاشا حسن سے مبہوت رہ گئی۔
"لندن کی آب وہوا نے بہت اچھا اثر ڈالا ہے تمہاری رنگت پر' لگتا ہے ملک اینڈ روز کھاتی پیتی رہی ہو۔" نگین نے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"رابیل تو پیدائش کے بعد نو سال تک پاکستان میں ہی رہی تھی' یہ تب بھی اتنی ہی حسین تھی اب ماشاء اللہ اور زیادہ نکھر گئی ہے اور ظاہر ہے پیار کرنے والے ماں باپ نے پھولوں کی طرح پالا ہے رابیل کو۔" وہاب احمد نے مسکراتے ہوئے کہا تو رابیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"آپ بھی بہت پیاری ہیں نگین آپی۔"
"آئی نو میں اپنی فرینڈز کے گروپ میں سب سے زیادہ خوبصورت اور اٹریکٹو ہوں۔" نگین نے اتراتے ہوئے کہا۔
"نگین یہ تم کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو جاؤ بہن کو اس کا کمرہ دکھاؤ تاکہ یہ فریش ہوجائے پھر سب مل کر ڈنر کریں گے۔" وہاب احمد نے نگین کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں حکم دیا۔
نگین منہ بنا کر اسے کمرہ دکھانے لے گئی۔
"شی از سو پریٹی مام۔" نوفل نے رابیل کے حسن کو سراہتے ہوئے نوشین کی طرف تائیدی نظروں سے دیکھا تھا۔
"نوفل یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا رابیل تم سے بڑی ہے اور بہن ہے تمہاری۔" وہاب احمد نے برہمی سے جواب دیا۔
"خالہ زاد بہن۔" نوفل نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا۔
"بہن...... بہن ہی ہوتی ہے اور ایک بھائی کو اس رشتے کا اس کے تقدس کا خیال رکھنا چاہیے اور کان کھول کر سن لو نوفل جب تک رابیل یہاں ہے تم اپنے آوارہ

دوستوں کو گھر نہیں بلاؤ گے سمجھے۔" وہاب احمد نے تنبیہہ کی تو نوشین پیچ وتاب کھا کر رہ گئیں۔

"اور یہی حکم اور ہدایت تمہارے لیے بھی ہے نوشین بیگم! تم جو آئے دن گھر پر ایک ہنگامہ اور طوفان بدتمیزی بپا کیے رکھتی ہو اپنے سوشل سرکل کے مردوں اور عورتوں کو بلا کر یہ سب بھی ختم ہونا چاہیے اب۔" وہاب احمد نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں حکم جاری کیا۔

"آپ اس بالشت بھر کی لڑکی کی خاطر ہم سب کا جینا حرام کرنا چاہتے ہیں۔ میں سب جانتی ہوں یہ کس کی محبت اسٹنڈ رہی ہے آپ کے دل میں جو ہمیں پابند سلاسل کرنے کا سوچا جا رہا ہے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ذرا سی عقل نہیں ہے تم میں کہ وہ بچی جو تمہاری بھانجی بھی ہے پردیس سے آئی ہے ایک الگ کلچر سے آئی ہے وہ یہاں اپنے ملک میں اپنوں کے گھر میں جب یہ کھیل تماشے دیکھے گی تو اسے کتنی مایوسی ہوگی۔" وہاب احمد غصیلے لہجے میں بولے۔

"ہوا کرے ہم اس کے لیے اپنے طور طریقے اور انداز نہیں بدل سکتے۔" نوشین نے بدتمیزی سے جواب دیا۔

"تمہارا تو وہ حال ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال اور اپنی بھی بھول گیا۔ اللہ تمہیں ہدایت دے تم نے اپنی اولاد کو بھی آدھا تیتر آدھا بٹیر بنا دیا ہے۔ نہ دین کے نہ دنیا کے رہے تم لوگ۔" وہاب احمد تاسف زدہ لہجے میں کہتے اسٹڈی کی طرف چلے گئے۔

"ہونہہ! آئے بڑے مجھ پر حکم چلانے والے اپنی مرضی مسلط کرنے والے نائی فٹ۔" نوشین نے خود کلامی کرتے ہوئے دانت پیسے۔

"ممی اب کیا ہمیں رائنل بی بی کی پسند ناپسند اور مزاج کے مطابق رہنا ہوگا۔ رائنل جس ملک سے آئی ہے وہاں کون سے شرم وحیا کے چشمے بہتے ہیں۔ لندن سے آئی ہے وہ جہاں بوائے فرینڈز کسیتو' نائٹ کلب یہ سب چلتا ہے اور وہ اتنی پرکشش دنیا میں رہ کر ان چیزوں سے دور رہی ہوگی کیا؟ تو نئو ایسی کوئی دودھ کی دھلی نہیں ہے ڈیڈ کی یہ رائنل۔" نگین سپاٹ لہجے میں بولتی چلی گئی اور اپنے کمرے سے آتی رائنل نے اس کی ساری باتیں سن لی تھیں وہ دکھی اور حیران پریشان سی واپس پلٹ گئی۔ وہ ان سب کے لیے گفٹس بھی لائی تھی مگر اس وقت دینے کو دل نہ چاہا۔

"ڈونٹ وری مائی چائلڈ تم دیکھنا میں کیسے اس نیک پروین کا پتا صاف کرتی ہوں جس نے آتے ہی ہمیں غلام بنا دیا ہے ہمارے ہی گھر میں۔ ہم کیوں اپنی سرگرمیاں ترک کریں اس رائنل کے لیے؟" نوشین نے سازشی انداز میں مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوگاڈ! سوائے ڈیڈی جی کے یہاں تو کسی کو بھی میرے آنے کی خوشی نہیں ہوئی۔ خالہ اور نگین آپی مجھے کیا سمجھ رہی ہیں؟ مما اور پاپا جانی نے مجھے میرے مذہب کلچر اور اپنی ویلیوز کا سبق ہمیشہ پڑھایا ہے۔ شاید یہ سب بہت ماڈرن لائف گزار رہے ہیں۔ جبھی ان کو غصہ آ رہا ہے کہ میری وجہ سے انہیں اپنی روٹین چینج کرنی پڑیں گی۔ میں تو یہاں صرف اپنوں کی محبت میں کچھ دن ان کے ساتھ گزارنے آئی ہوں میں بھلا کیوں ان کی روٹین خراب کروں گی۔" رائنل اپنے کمرے میں بیٹھی بہت دکھ اور افسردگی سے سوچ رہی تھی۔

"باجی کھانا لگ گیا ہے۔" ملازمہ شمیم نے آ کر بتایا تو وہ خاموشی سے اٹھ کر چلی آئی۔ ڈنر کے بعد مما پاپا اور نبیل سے بات کی اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔ شدید تھکن کے باوجود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی' رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے' لندن اور لاہور کے وقت میں کافی فرق تھا کچھ اس وجہ سے بھی اسے نیند نہیں آ رہی تھی اور پھر نئی جگہ تھی' اور آتے ہی نوشین اور نگین کی دل شکن باتوں نے اس کی سماعتوں میں خراشیں ڈال دی تھیں' اس کی وجہ سے وہ بہت بے کل اور بے چین تھی۔

"پاپا جانی! کہاں بھیج دیا آپ نے مجھے؟" رائنل کی آنکھیں بھی رات کے آنچل کے ساتھ ساتھ بھیگنے

لگیں۔ وہ شاید دو گھنٹے ہی سو سکی تھی۔ موذن کی صدا اللہ اکبر اللہ اکبر سارے ماحول کو بیدار کر رہی تھی۔ رابیل کی آنکھ بھی کھل گئی تھی۔

رات کا پردہ چاک کر کے سورج دھیرے دھیرے زمین پر اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ رابیل نے پاؤں میں سلیپر پہنے اور باہر لان میں چلی آئی۔ گلاب کے کئی رنگ کے پودے لگے ہوئے تھے۔ اس نے گلاب کے پودوں کو بہت دلچسپی سے دیکھا اور ایک سفید گلاب جو اسے بے حد خوبصورت لگ رہا تھا اس نے وہ گلاب توڑ لیا۔

علی رات دیر سے آیا تھا جبھی رابیل سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ اس وقت وہ حسب معمول جوگنگ کے بعد گیٹ سے اندر داخل ہوا تو اس کی نظر پھولوں کے پاس کھڑی رابیل پر پڑی۔

"آئی تھنک شی از رابیل۔" وہ زیر لب بولا۔

"رات اس سے ملاقات نہیں ہو سکی اب مجھے اس سے ملنا چاہیے ویلکم کہنا چاہیے۔" علی نے سوچا اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا لان میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"رابیل۔" علی نے اس کا نام لے کر مخاطب کیا تو وہ بری طرح چونک کر مڑی تھی۔

"میں علی ہوں آپ کی امینہ خالہ کا بڑا بیٹا۔"

"السلام علیکم!" رابیل نے فوراً سلام کیا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ...... سفر کیسا رہا؟"

"فائن۔" رابیل نے مختصر جواب دیا۔

"گڈ ویلکم ان پاکستان کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک کہہ دیجیے گا۔" علی پورے طریقے سے حق میزبانی ادا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تھینکس۔" وہی مختصر جواب علی نے ایک پل کو غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"آپ ٹھیک سے سو نہیں سکیں نا نئی جگہ ہے اور پھر ٹائمنگ بھی مختلف ہے نا آہستہ آہستہ آپ ایڈجسٹ ہو جائیں گی۔"

"ان شاء اللہ۔" رابیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو علی کو حیرت ہوئی کہ مغربی معاشرے میں پروان چڑھنے والی رابیل کتنے مہذب انداز میں ہر بات کا جواب دے رہی تھی اپنی روایات کو جانتی تھی وہ۔

"او کے ٹیک کیئر۔" علی نے دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور جانے لگا تو اس نے سفید گلاب اس کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ آپ کے لیے۔"

"میرے لیے مگر کیوں؟" علی نے سفید گلاب کو دیکھا اور پھر حیرت سے اس کے چاند چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ معصومیت سے کہنے لگی۔

"انگلینڈ میں سب کے لیے گفٹس لائی ہوں آپ کے لیے نہیں لائی مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ بھی یہاں ہوتے ہیں اس لیے یہ آپ کے لیے ہے۔"

"او سو سویٹ تھینک یو ویری مچ۔" علی کو اس کی بے پناہ حساسیت اور معصومیت پر بے اختیار پیار آیا اس سے سفید گلاب لے کر کہا اور اندر کی جانب قدم بڑھا دیے۔ رابیل کی صبح مزید خوشگوار ہو گئی اس احساس کے ساتھ کہ علی کو اس کے یہاں آنے سے خوشی ہوئی ہے اس نے اسے ویلکم کہا۔

"نہیں جانی میں آج یونیورسٹی نہیں آ سکوں گی انگلینڈ سے میری ایک عدد کزن آئی ہے لندن سے۔" نگین فون پر اپنے بوائے فرینڈ جاوید سے بات کر رہی تھی آواز رابیل کے کانوں تک پہنچ رہی تھی وہ کوریڈور سے گزر رہی تھی۔

"لندن سے واؤ کیسی ہے گوری رنگت بلو آئیز گولڈن ہیئر والی ہے یا دیسی انگریزنی ہے؟" جاوید نے دلچسپی سے پوچھا تو نگین تنفر میں ڈوبی اور بیزار آواز میں بولی۔

"دس سال لندن میں رہی ہے اور وہ دیسی ہے یا ولایتی تمہیں اتنی ایکسائٹمنٹ کیوں ہو رہی ہے؟"

"یار میں تو یونہی پوچھ رہا تھا ورنہ مجھے تم سے آگے کچھ نظر ہی کہاں آتا ہے؟" جاوید نے فوراً اسے مکھن لگایا۔

"ہاں آج میں یونیورسٹی نہیں آ رہی تو ادھر ادھر منہ مارنے کی کوشش مت کرنا اور خبردار اگر کسی لڑکی کو دیکھا بھی

تو آنکھیں پھوڑ دوں گی تمہاری۔" نگین نے اسے دھمکاتے ہوئے کہا تو وہ ہنس کر بولا۔

"ڈارلنگ! اس کا تو ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ آج میں بھی یونیورسٹی بنک کرلوں' کیونکہ یونیورسٹی گیا تو چاروں طرف رنگ برنگی تتلیاں نظر آئیں گی۔"

"اوکے کل ملتے ہیں۔" نگین نے نیند میں جھولتے ہوئے کہا۔

"آج کا دن کیسے گزرے گا تمہیں دیکھے بنا؟"

"میری تصویر دیکھ کر دل بہلا لو جانی' اوکے گڈ بائے۔" نگین نے یہ کہہ کر موبائل آف کردیا اور سر تک کمبل تان کر سونے لگی۔ رائبل مسکراتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"نگین آپی کسی کو پسند کرتی ہیں واؤ امیزنگ۔" رائبل نے دل میں کہا۔

رائبل کے لائے ہوئے تحائف سب کو بہت پسند آئے تھے۔ نوفل تو رائبل کے آنے کی خوشی میں گھر میں ایک گرینڈ پارٹی کرنے کی تجویز دے رہا تھا مگر نوشین نے صاف منع کردیا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے گرینڈ پارٹی کی مفت کا پیسہ ہے کیا؟ جسے بہت خوشی ہورہی ہے رائبل کے آنے کی وہ باہر کسی ہوٹل میں ڈنر یا لنچ کرادے اسے۔" نوشین نے سپاٹ لہجے میں کہا اور اٹھ کر چلی گئیں۔ رائبل کے ساتھ ساتھ وہاب احمد بھی اپنی جگہ شرمندہ رہ گئے۔ انہیں نوشین سے اتنی بے مروتی اور بد اخلاقی کی توقع نہیں تھی کہ وہ رائبل کے سامنے ایسی بات کرسکتی ہیں۔

"ڈیڈی! میں رائبل کو اپنے ساتھ ڈنر پر لے جاؤں' تھوڑی آؤٹنگ بھی ہوجائے گی۔" نوفل نے باپ کی شرمندگی کو ختم کرنے کی غرض سے فوراً کہا تو وہ بھی سنبھل کر بولے۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں ضرور لے جاؤ اور رائبل کو کچھ شاپنگ بھی کروادینا یہ پیسے رکھ لو۔" وہاب احمد نے اپنے والٹ سے ہزار ہزار کے کچھ نوٹ نکال کر نوفل کی طرف بڑھا دیئے۔ رائبل وہاب احمد کی شرمندگی کو محسوس کررہی تھی اسے ان پر بے اختیار پیار آیا تھا۔

"رائبل تم تیار ہوجاؤ' ہم ایک گھنٹے بعد ڈنر پر چلیں گے۔" نوفل رائبل سے مخاطب ہوا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہاب احمد کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی' انہیں خدشہ تھا کہ کہیں نوشین کی باتوں کی وجہ سے رائبل منع نہ کردے۔ درحقیقت وہ نوشین کی باتوں سے رائبل کا دھیان ہٹانا چاہتے تھے اور رائبل کو بھی اس بات کا احساس تھا جبھی منع نہیں کیا۔

نوفل اسے فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر کے لیے لایا تھا۔ رائبل بہت دلچسپی سے ادھر ادھر کے مناظر اور ہوٹل میں موجود کپلز اور فیملیز کو دیکھ رہی تھی جو وہاں ڈنر انجوائے کرنے آئے تھے۔

"کیسی لگی یہ جگہ؟" نوفل نے رائبل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں اچھی ہے۔" وہ مسکرائی۔

"یہاں کا کھانا بہت مزیدار ہے' میں اپنے فرینڈز کے ساتھ اکثر ویک اینڈز پر ادھر ہی آتا ہوں۔" نوفل نے مزید بتایا۔

"اچھا۔" وہ مسکرادی۔

"لو دوستوں کا ذکر کیا اور وہ آگئے۔" نوفل نے اپنے دوستوں بابر' جمی' پرویز اور امجد کو گلاس ڈور سے اندر داخل ہوتے دیکھا تو خوش ہوکر بتایا۔

"تم نے اپنے فرینڈز کو بھی ڈنر پر انوائٹ کیا ہے؟"

"ہاں۔"

"وٹس از ناٹ فیئر' ڈیڈی نے مجھے تمہارے ساتھ ڈنر کے لیے بھیجا تھا۔" رائبل کو اس کی یہ حرکت بری لگی تبھی ماتھے پہ شکن ڈال کر کہا۔

"ہاں تو تم میرے ساتھ ہی ڈنر پر آئی ہو' میرے دوست بھی ہمیں جوائن کرلیں گے تو کیا ہے' گھر پر تو ہو نہیں سکتی پارٹی' مما نے منع کردیا ہے تو میں نے سوچا کیوں نہ میں اپنے فرینڈز کو انوائٹ کردوں اور ہم سب مل کر پارٹی کریں۔" نوفل نے بے نیازی سے مسکراتے ہوئے

جواب دیا۔ اتنی دیر میں اس کے دوست ان کی ٹیبل کے قریب آچکے تھے۔ رابیل کو اپنا آپ ان پانچ لڑکوں کے بیچ بہت ان کمفرٹ ایبل فیل ہو رہا تھا۔ وہ چاروں اسے سر سے پاؤں تک ایسے دیکھ رہے تھے جیسے پہلے کبھی کسی لڑکی کو دیکھا نہ ہو رابیل نے نیوی بلو ٹراؤزر پر ہلکے کام والا پرپل کرتا پہن رکھا تھا اور اسکارف سر پر سلیقے سے پہنا تھا کہ اس کا سر ڈھک گیا تھا۔ وہ چاروں لڑکے بھی نوفل کی طرح عجیب وغریب حلیے میں تھے۔ گھٹنوں سے پھٹی ہوئی جینز کی پینٹ پہنے کسی نے سلیولیس شرٹ پہن رکھی تھی کسی نے ٹی شرٹ اور کسی نے ہاف بازوؤں والی شرٹس چڑھا رکھی تھی۔ رابیل نے حیرت سے ان کا جائزہ لیتے ہوئے سوچا کہ یہ کس دنیا کی مخلوق ہیں۔

"یہ میری کزن ہیں رابیل فرام لندن۔" نوفل نے رابیل سے ان چاروں کا تعارف کرانے کے بعد رابیل کا ان سے تعارف کروایا۔

"آپ سب اسی ملک کے باشندے ہیں ناں؟" رابیل نے کمال معصومیت سے ان چاروں کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جی...... کیا مطلب؟" وہ چاروں ایک ساتھ بولے۔

"آئی مین یہ حلیہ وہاں لندن میں تو چیرٹی مانگنے والوں کا ہوتا ہے آئی مین بھیک مانگنے والوں کا۔"

"یار تیری کزن تو ہماری بے عزتی کر رہی ہے۔" جمی نے نوفل سے کہا۔

"رابیل...... ڈارلنگ! یہ فیشن ہے آج کل یہ سب بہت ان ہے۔" نوفل نے وضاحت کی اسے بھی رابیل کا اس طرح سے اس کے دوستوں کے بارے میں کمنٹ کرنا کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔

"یار نوفل تیری کزن تو پوری آئٹم ہے قسم سے۔" اور باقی دوستوں کی اس قسم کی رائے پر جہاں نوفل اترا رہا تھا وہاں رابیل غصے سے لال ہو رہی تھی ایسی باتیں تو کبھی اس نے لندن میں بھی کسی سے نہیں سنی تھیں۔ وہ لیے دیئے رہنے والی لڑکی تھی ہر کسی سے بے تکلف نہیں ہوتی تھی اس کے مما پاپا نے اس کی تربیت ہی ایسی کی تھی کہ وہ اپنی اقدار کا لحاظ رکھے۔

"نوفل تم یہ بکواس سن کر خوش ہو رہے ہو اپنی بہن کا تماشا بنوا کے اسے نمائش میں لگا کر اس کی خوب صورتی کی داد وصول کر رہے ہو۔ شرم آنی چاہیے تمہیں مجھ سے عمر میں تو چھوٹے ہو ہی مگر تمہارے کام بھی بہت چھوٹے اور گرے ہوئے ہیں۔" رابیل نے غصے اور درشت لہجے میں کہا تو وہ بھی بھڑک اٹھا۔

"لسن یو آرناٹ مائی سس۔"

"ہاں جب نگاہ میں شرم اور حیا باقی نہ رہے تو ہر لڑکی تم جیسوں کو آئٹم گرل ہی دکھائی دیتی ہے۔ چلو میں نہیں ہوں تمہاری سسٹر اگر ثمین ہوتی میری جگہ تب بھی تم اپنے فرینڈز کی یہ بکواس اسی فخر کے ساتھ سنتے اور مسکراتے رہتے؟"

"مگر مسلمان ہو شرم، حیا والے عزت والے ہو تو تم سب کی نظروں میں میرے لیے بھی عزت ہوتی احترام ہوتا مگر تمہیں تو ہر لڑکی آئٹم گرل دکھائی دیتی ہے تم میں سے بہن ہے کسی کی؟"

"ہاں...... ہم سب کی ہیں؟"

"تو کیا تم اپنی بہنوں کو یہاں لا سکتے ہو اپنے دوستوں کے درمیان بٹھا کے اسی طرح خوش ہو سکتے ہو جیسے نوفل ہو رہا تھا جو کچھ تم نے میرے بارے میں کہا اگر وہی کچھ تمہارے دوست تمہارے منہ پر تمہاری بہن کے متعلق کہیں تو کیا کہو گے تم؟ تمہارا ردعمل کیا ہوگا اس وقت؟ کتنے خوش ہو گے تم بتاؤ؟"

"میں اس سالے کا منہ توڑ دوں گا جو میری بہن کے بارے میں ایسی بے ہودہ بکواس کرے گا۔" امجد نے جذباتی پن سے کہا۔

"میں بھی۔" جمی بولا۔

"میں منہ توڑنے کے ساتھ ساتھ دوستی بھی توڑ دوں گا۔"

"ہاں بالکل میں بھی ایسا ہی کروں گا۔" پرویز کی بات پر بابر نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"گڈ ویری گڈ۔" رابیل نے مسکراتے ہوئے تالی بجائی۔ "اس کا مطلب ہے کہ ابھی کچھ شرم لحاظ آپ لوگوں میں باقی ہے آنکھ بھی ضرور ہے لیکن ابھی پوری طرح سے آنکھوں کا پانی مرا نہیں ہے، جب آپ سب اپنی بہنوں کے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں سن سکتے تو مجھے ایمان داری سے بتائیے کہ کیا آپ کو یہ زیب دیتا ہے کہ آپ اپنے دوست کی بہن کے بارے میں میرے بارے میں کسی کی بھی بہن بیٹی کے بارے میں ایسی بے ہودہ بات کریں ایسی رائے دیں جو آپ نے مجھے دیکھ کر دی، کیا میں کسی کی بہن نہیں ہوں میری کوئی عزت نہیں ہے آپ کی نظر میں...... مجھے آپ لوگوں نے کیا سمجھا تھا کہ میں لندن سے آئی ہوں تو بے حیائی کا نمونہ ہوں گی؟ میرے بارے میں ایسا کیوں کہا آپ نے؟ آپ کے والدین نے آپ کو عورت کی، کسی لڑکی کی عزت کرنا نہیں سکھایا کیا؟ آپ کی عمر اپنی تعلیم پر توجہ دینے کی ہے لڑکیوں پر توجہ دینے کی نہیں ہے آپ کو پہلے خود آئینہ دیکھنا چاہیے کہ آپ ہیں کیا؟ لڑکیوں کو بعد میں دیکھیے گا ابھی تو عمر پڑی ہے پہلے کچھ بن تو جائیں، کسی قابل تو ہو جائیں اس بے تکے اور بے ڈھنگے حلیے کو اپنا کر اپنے ماں باپ کی دولت پر اترا کر آپ کون سا تیر مار رہے ہیں آپ کا اپنا کیا ہے اس میں؟ آپ نے ایسا کیا کارنامہ انجام دیا ہے کہ کوئی لڑکی آپ سے متاثر ہو جائے۔ میرے ملک کے نادان نوجوانو! میرے ناسمجھ بھائیوں! ہوش اور عقل کے ناخن لو ہر لڑکی کو دیکھ کر آوازیں کسنا، کمنٹ پاس کرنا شریف اور اچھے لڑکوں کو زیب نہیں دیتا، کیا سمجھے؟"

"ہم یہاں لیکچر سننے نہیں آئے تھے۔" پرویز نے منہ بنا کر کہا۔

"تو کیا کرنے آئے تھے؟" رابیل نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا، امجد نے پرویز کو کہنی ماری، نوفل خاصا شرمندہ اور خاموش بیٹھا تھا۔

"چھوڑ یار جانے دے۔" امجد نے پرویز کو خاموش کرایا۔

"سوری سسٹر ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے، ریئلی ہمیں یہ باتیں پہلے کسی نے نہیں بتائیں۔" بابر نے سنجیدگی سے کہا۔

"بتاتا کون، ہر لڑکی ان جیسی تو نہیں ہوتی کہ سمجھانے بیٹھ جائے۔ سارا قصور لڑکوں کا تو نہیں ہوتا سسٹر جب لڑکیاں بے پردہ پھرتی ہیں ہر طرح کا فیشن کر کے تو مردوں کی نظر کا پردہ آپ ہی اٹھ جاتا ہے۔ خیر آئندہ میں تو اپنی پوری توجہ اپنی ایجوکیشن پر دوں گا، لڑکی کا جب ٹائم آئے گا تب دیکھا جائے گا۔" امجد نے سنجیدگی اور صاف گوئی سے کہا تو رابیل مسکرا دی۔

"نوفل تم اپنے فرینڈز کے ساتھ پارٹی انجوائے کرو اور مجھے کوئی ٹیکسی منگوا دو مجھے گھر جانا ہے۔" رابیل نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر نوفل کو دیکھتے ہوئے کہا اور باہر دروازے کی طرف بڑھ گئی تو نوفل تیزی سے اس کے پیچھے آیا۔

"آئی ایم سوری۔" نوفل نے رابیل کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے شرمندگی سے کہا مگر وہ خاموش گاڑی میں بیٹھی رہی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ......"

"اب تو اندازہ ہو گیا ہو گا نا سو بی کیئر فل ان فیوچر۔"

"یس۔" رابیل کے غصے اور اس کی باتوں نے نوفل کی ساری اکڑ نکال دی تھی آہستگی سے جواب دیا۔ دراصل اس میں نوفل کا بھی قصور نہیں تھا اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا، اپنی ماں نوشین کو باپ کے ساتھ بدتمیزی سے ہی پیش آتے دیکھا تھا۔ یہی بدتمیزی اور بے پروائی نوفل اور نگین میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ ماں نے کبھی ان کے باپ کو اہمیت نہیں دی، ان سے کبھی سیدھے منہ بات تک نہیں کی۔ انہیں محبت کے لائق نہیں سمجھا ان کا خیال نہیں رکھا تھا وہاب احمد نے ہمیشہ ان سب کی ضروریات کا خیال رکھا تھا انہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی پھر بھی نوشین کو ان سے شکایتیں ہی رہتی تھیں وہ

کبھی وہاب احمد سے خوش نہیں ہوئی تھیں اور نہ ہی وہاب احمد کو کوئی خوشی دی تھی۔ اولاد بھی قدرت نے قسمت میں لکھی تھی جوان کے درمیان ایک پل بن گئی تھی اور وہ بھی پل کے نقش قدم پر چل رہی تھی۔ نوشین کی دیکھا دیکھی ہی ثمین بھی یونیورسٹی میں لڑکوں سے بے تکلفی سے ملتی تھی۔ جاوید کے ساتھ تو اس کا باقاعدہ افیئر چل رہا تھا۔ جاوید مڈل کلاس سے تعلق رکھتا تھا' مگر ہینڈسم ہونے کی وجہ سے ثمین کی نظر عنایت و محبت اس پر جیسے ٹک سی گئی تھی۔ وہ اسے قیمتی تحائف بھی دے چکی تھی۔ مرد و خواتین دونوں ہی نوشین کے حلقہ احباب میں شامل تھے۔ اور اکثر گھر بھی آتے رہتے تھے یہ بات وہاب احمد کو سخت ناپسند تھی۔ انہوں نے نوشین کو کوئی بار غیر مردوں کا جنہیں وہ اپنا دوست کہا کرتی تھیں انہیں گھر بلانے سے منع کیا تھا مگر وہ نوشین ہی کیا جو ان کی بات مان لیتی' وہ تو ہر وہ کام کرتی تھی جس سے وہاب احمد کو تکلیف اور ذہنی اذیت پہنچتی تھی۔ تین سال سے وہاب احمد کا بزنس بھی خسارے میں جا رہا تھا۔ فیکٹری قرض لے کر چل رہی تھی۔ امپورٹ ایکسپورٹ بری طرح متاثر ہوئی تھی۔ بہت سے بینک لونز' واجب الادا تھے۔ وہ دیوالیہ ہو گئے تھے ایسے میں بھی انہیں بیوی کی طرف سے تسلی تشفی اور حوصلے کی امید نہ تھی اور نہ ہی نوشین نے انہیں اس کڑے وقت میں سہارا دیا نہ حوصلہ دیا' الٹا ذہنی اذیت سے دوچار کیا۔ اس وقت تیمور حسن نے ہی وہاب احمد کو سہارا دیا' ان کا تو گھر بھی رہن رکھا گیا تھا' تیمور حسن نے اپنا گھر جو کے کرائے پر دیا ہوا تھا ڈیڑھ کینال کا شاندار بنگلہ تھا وہ انہوں نے وہاب احمد کو بنا کسی کرائے کے رہنے کو دے دیا تھا۔ مالی مدد بھی کی تھی جس سے وہ پھر سے اپنے بزنس کو کھڑا کر سکے تھے۔ وہاب احمد تیمور حسن کے بے حد ممنون اور احسان مند تھے۔

"وہاب لاج" میں گاڑی رکتے ہی رائنل گاڑی سے نیچے اتری اور تیزی سے اندر کی جانب بھاگی کہ سامنے سے آتے علی سے ٹکرا گئی۔ علی کو اس کے چہرے پر غصہ اور بیزاری صاف دکھائی دے رہے تھے۔ رائنل انہیں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئی۔

"اوہ سوری۔"

"اٹس او کے..... آر یو آل رائٹ؟"

"یس فائن۔" وہ جواب دے کر سائیڈ سے نکلنے لگی تھی کہ علی نے پوچھ لیا۔

"اتنی پریشان اور غصے میں کیوں ہو؟"

"ڈیڈی نے نوفل کے ساتھ ڈنر پر بھیجا تھا' بٹ نوفل نے اپنے فرینڈز کو بھی وہاں انوائیٹ کرلیا تھا۔ دے آر ناٹ گڈ گائز۔"

"ہوں..... تو ڈنر نہیں کیا؟"

"نہیں۔"

"چلو اکٹھے ڈنر کرتے ہیں مجھے بھی بہت بھوک لگ رہی ہے۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا وہ اس کی کیفیت کو کسی حد تک سمجھ رہا تھا۔ اور نوفل کے دوستوں کا بھی اسے علم تھا کہ وہ کس مزاج کے ہیں۔

"آئندہ نوفل کے ساتھ اکیلی باہر مت جانا۔" علی نے کھانے کی ٹیبل پر رائنل کو ہدایت دی تو اس نے چونک کر اسے دیکھا وہ بھلا اس کی اتنی پروا کیوں کر رہا تھا؟

"تم..... تم تو نوفل کے ساتھ ڈنر پر گئی تھیں پھر یہاں ڈنر کس لیے؟" اسی وقت نوشین باہر سے آئیں اور رائنل کو علی کے ساتھ ڈنر کرتے دیکھ کر تیز لہجے میں پوچھا تو وہ گھبرا گئی اور علی کو تکنے لگی۔

"انکل جی نوفل نے اپنے فرینڈز کو بھی انوائیٹ کرلیا تھا۔"

"تو یہ تو اچھی بات ہے وہ تمہارا خیال کر رہا تھا' تمہارا دل بہلانے کو اس نے پارٹی کا ارینج کیا اور تم چھوڑ کر چلی آئیں۔ یہی مینرز سکھائے ہیں تمہیں تمہارے اماں باوا نے" میرے بیٹے کی انسلٹ کرکے اب تم یہاں مزے سے ڈنر اڑا رہی ہو۔ وہاں لندن میں کیا سات پردوں میں کھانا پینا کرتی تھیں۔ ہونہہ بڑی آئی پارسا۔" نوشین نان اسٹاپ رائنل پر طنز و تضحیک کے تیر برسانے لگیں۔ وہ اندر تک سے چھلنی ہوگئی تھی۔ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ علی

بھی ششدر تھا کہ یہ نوشین ممانی کو ہوا کیا ہے جو ایک دن کی مہمان سے ایسا برتاؤ کررہی ہیں؟

"آنٹی! وہ لوگ بہت فضول گفتگو کررہے تھے آئی ایم سوری! بٹ نوفل کے فرینڈز بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم میرے بچے کے کریکٹر پر انگلی اٹھارہی ہو اس کے دوستوں کو برا کہہ رہی ہو گویا تم میری تربیت پر انگلی اٹھارہی ہو۔ میرا بیٹا آوارہ ہے جبھی اس نے برے دوست بنائے ہیں۔ یہی مطلب ہے نا تمہارا۔"

"نہیں آنٹی! میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔"

"ممانی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں پلیز ریلیکس اتنا غصہ آپ کی صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے آپ کا بی پی شوٹ کر جائے گا۔ ریلیکس۔" علی نے آگے بڑھ کر نوشین کو شانوں سے تھام کر نرمی سے کہا۔

"علی بیٹا! تمہیں نہیں معلوم یہ کیسی لڑکی ہے اس کے ماں باپ نے اپنی بلا ہمارے سر منڈھ دی تاکہ خود بدنامی سے بچے رہیں یہ یہاں آکے پارسائی کے ڈرامے کررہی ہے جیسے میں اسے جانتی نہیں ہوں۔" نوشین نے رائنل کے کردار کی دھجیاں بکھیر دی تھیں، رائنل صدمے سے گنگ کھڑی تھی۔

"آنٹی آپ میری مما کی بہن تو نہیں لگ رہیں آپ کو کسی نے یہ حق نہیں دیا کہ آپ میرے کردار پر کیچڑ اچھالیں، جھوٹ بول کر آپ کون سا ثواب کمارہی ہیں؟" رائنل نے ہمت کر کے کہا۔

"دیکھا تم نے علی! سنا کیسی زبان چلتی ہے اس کی نگین نگین یہ نگین کہاں ہے؟" نوشین نے علی سے ہذیانی انداز میں کہا اور نگین کے کمرے کی طرف جانے لگی کہ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو۔" نوشین نے رک کر ریسیور اٹھایا۔

"السلام علیکم! جی یہ ارشاد صاحب کا نمبر ہے نا پلیز ان سے بات کرادیجیے میں ظاہر بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے آواز آئی تو نوشین نے چور نظروں سے علی اور رائنل کو دیکھا اور دماغ میں ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے کوندا تھا۔

"سوری رانگ نمبر۔" نوشین نے یہ کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور ماتھے پر شکن ڈال کر تیزی سے رائنل کی طرف آتے ہوئے بولیں۔

"ایک دن نہیں ہوا تمہیں یہاں آئے ہوئے اور تم نے اپنے آشنا کو میرے گھر کے فون نمبر بھی دے دیے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" رائنل پر جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔ علی بھی لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ مائیکل کون ہے؟" نوشین نے جھوٹ بولا۔

"میں کسی مائیکل کو نہیں جانتی۔"

"اچھا! تو وہ تمہیں کیسے جانتا ہے؟ لندن سے کال کی تھی اس نے تم سے بات کرنے کے لیے میں نے کہہ دیا کہ رانگ نمبر ہے۔"

"میں کسی مائیکل کو نہیں جانتی تو اسے یہاں کا نمبر بھلا کیوں دوں گی؟ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" رائنل نے سنجیدگی سے کہا' اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ اڑ کر اپنے مما پاپا اور بھائی کے پاس پہنچ جائے' اس کا دل دکھ سے پھٹ رہا تھا۔

رائنل نے دکھی نظروں سے علی کی طرف دیکھا اور اپنی ہی نظروں میں شرمندہ اور چور سی بن گئی اور خاموشی سے اس کمرے میں چلی آئی جو اسے ٹھہرنے کے لیے دیا گیا تھا۔ علی نے اس کی پلیٹ کو دیکھا: بہال روٹی' سالن ویسا ہی رکھا تھا اور وہ خالی پیٹ ہی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ علی کی بھی بھوک مرگئی تھی۔ سو اس نے بھی کھانا نہیں کھایا۔ جاتے جاتے علی کو نجانے کیا خیال آیا اس نے ٹیلی فون کے قریب جا کر سی ایل آئی پر نمبر چیک کیا' کچھ دیر پہلے آنے والی کال کا نمبر اور وقت دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ وہ کال تو لوکل تھی۔ اور پچھلے چار دن کی لسٹ میں کوئی بھی کال لندن کی نہیں تھی۔ علی گیسٹ روم کی طرف آتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ ممانی نے جھوٹ کیوں بولا؟ ممانی کو رائنل سے اتنی چڑ بلکہ نفرت کیوں ہے؟

وہ رابیل کے ساتھ اتنا نازیبا سلوک کیوں کر رہی ہیں؟ آخر کیا راز ہے اس سارے کھیل کے پیچھے؟ وہ جوں جوں سوچتا جارہا تھا الجھتا چلا جارہا تھا۔

"تگین......" وہ لیپ ٹاپ پر جاوید سے چیٹنگ کر رہی تھی نوشین کی آواز سن کر بڑبڑائی۔

"اف مام آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔"

"ڈرا تو تم مجھے رہی ہو اپنی بے پروائی سے۔"

"کیوں مام...... کیا ہوا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ناعلی پر نظر رکھو اس کا خیال رکھا کرو اسے توجہ دو مگر تمہاری توجہ تو کہیں اور ہی مبذول ہے۔" نوشین نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مام وہ بہت ان رومینٹک آدمی ہے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا میری طرف اب مجھ سے نہیں ہوتی مزید ایکٹنگ۔" تگین نے بے زاری سے کہا کیونکہ جب علی آیا تھا یہاں تب شروع دنوں میں وہ اس کے بہت آگے پیچھے پھرتی تھی بہانے بہانے سے اس کے پاس جاتی اس سے بات کرنے کی باہر لے جانے کی کوشش کرتی مگر سب بیکار...... اسے تو شاید اپنے کام اور اپنے والدین کے نام کے علاوہ کچھ یاد ہی نہیں تھا اور تگین کو اس کے اس رویے سے اپنی بہت ہتک محسوس ہوئی تھی اور وہ غصے میں آکر اس سے اب کئی کئی دن بات بھی نہیں کرتی تھی۔

"چار دن ڈرامہ کرلو گی تو ساری زندگی عیش سے گزارو گی۔ اس کم بخت رابیل کو تو دیکھو نوفل کا ڈنر چھوڑ آئی اور علی کے ساتھ ڈنر کر رہی تھی میں نے بھی ایسا ہنگامہ کیا کہ ایک نوالہ بھی حلق سے نیچے نہیں اترنے دیا موصوفہ کے۔" نوشین نے بڑے فاتحانہ انداز میں بتایا۔

"مام چھوڑیں رابیل کی ٹینشن مت لیں اس کی دال یہاں نہیں گلنے والی۔"

"میں گلنے دوں گی تب نا۔" اور وہ دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔

"اچھا میری بات غور سے سنو! رابیل کو علی کی نظر میں معتبر نہیں ہونے دینا علی کی اپنی فیکٹری نے کام شروع کردیا ہے بنگلہ بھی مکمل ہی سمجھو علی سے اگر تمہاری شادی ہوگئی تو راج کرو گی۔ اس کے گھر میں ماں باپ کے علاوہ کوئی ہوگا بھی نہیں۔ دونوں بہنوں کی شادی ہوگئی ہے چھوٹا رضی تو اپنے نوفل کی عمر کا ہے اس کا حصہ نہیں ہوگا علی کی پراپرٹی میں لہٰذا علی کو رابیل سے بدگمان کرو اور خود اس کے دل میں جگہ بنانے کی کوشش کرو۔ باقی اینا آپا کو تو میں مٹھی میں کرلوں گی وہ علی کے لیے تمہیں خود ہی مانگ لیں گی۔" نوشین کے سازشی دماغ نے جو پلاننگ کی تھی وہ تگین کو بتا رہی تھیں جبکہ تگین کی دلچسپی کچھ خاص نہیں تھی۔

"موم ٹھیک ہے علی گڈ لکنگ اور ڈیشنگ ہے مگر مغرور بہت ہے وہ مجھے پسند نہیں کرتا تو میں محض اس کی پراپرٹی کے لیے اس سے شادی کیوں کرلوں؟"

"یہ پسند پیار کچھ نہیں ہوتا وقتی ابال ہے سب ذرا حالات نے کروٹ بدلی دل بھی بدل گیا اور پیسے کے بغیر پیار بھی آزار بن جاتا ہے خالی پیٹ تو محبت کے خواب بھی نہیں آتے سمجھو میری نادان بیٹی۔"

"مگر موم میں جاوید سے محبت کرتی ہوں۔"

"شٹ اپ۔" وہ غصے سے بولی۔

"کچھ [illegible] کا ہی خیال کرلیا ہوتا یہ مڈل کلاس کے لڑکے صرف محبت کے خواب ہی دکھا سکتے ہیں۔ پیار بھری باتیں اور تھرڈ کلاس رومانوی شاعری سنا سنا کر جھلے بول بول کر تم جیسی امیر لڑکیوں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں اور سب کچھ لوٹ کر کسی اور کو لوٹنے کے لیے نکل پڑتے ہیں۔"

"اف موم پلیز بس کریں آپ تو بہت خوف ناک باتیں کر رہی ہیں۔"

"یہ محض باتیں نہیں ہیں زندگی کی تلخ حقیقتیں ہیں۔ جنہیں تم جتنی جلدی سمجھ جاؤ اتنا ہی اچھا ہے اور فائدہ مند بھی۔" نوشین نے نہایت سنجیدگی سے اپنی بات ختم کی تھی تگین نے گہرا سانس لے کر اسے خارج کیا۔



آج پہلی بار وہ اس قدر ٹوٹ کر بکھری تھی۔ آنسو جن

سے کبھی آشنائی نہ تھی دکھ جس سے کبھی دور کا واسطہ تک نہ تھا' ناقدری جس نے کبھی اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ آج وہ سب اس کے پورے وجود میں نوشین نے اتار دیے تھے۔

"پاپا جانی یہ کہاں بھیج دیا آپ نے مجھے؟" وہ ہچکیاں لے کر رو رہی تھی اور اپنے پاپا سے سوال کر رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ جتنے نازو نعم میں وہ پلی بڑھی تھی' جتنی محبتوں کے حصار میں وہ ہنستی مسکراتی رہی تھی' اب تک یہاں آ کر اسے اتنی ہی تکلیفوں اور دکھوں سے آزمائشوں سے گزرنا پڑے گا۔

❁❁......❁......❁❁

"جاوید تم نہیں جانتے' مام میری شادی تم سے کبھی نہیں کریں گی ان کے خیال میں تم مجھے دے ہی کیا سکتے ہو' سوائے جھوٹی باتوں کے پیار کے۔" نگین لان میں ٹہلتے ہوئے موبائل پر جاوید سے بات کر رہی تھی۔ رابیل کے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی' اس کی آواز رابیل کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو لیکن ہم کبھی ایک نہیں ہو سکیں گے۔" نگین کے لہجے میں پریشانی تھی۔ رابیل مسکرا دی۔

"ایسا تو نہ کہو نگین میں مر جاؤں گا۔" جاوید کے لہجے میں بے قراری تھی۔

"میں کون سا جی سکوں گی تمہارے بغیر' تم ہی بتاؤ کیا کروں میں؟"

"ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں۔" جاوید نے فوراً مشورہ دیا۔

"واٹ کورٹ میرج؟" نگین جس طرح حیرت سے چیخی تھی رابیل کو بھی اس کی بات سن کر دھچکا لگا تھا۔ وہ اتنا تو سمجھ رہی تھی کہ نگین کچھ غلط کرنے جا رہی ہے' سچا پیار کرنے والا عزت کرنے والا شخص کبھی بھی کسی لڑکی کو گھر والوں سے چوری چھپ کر شادی کرنے' کورٹ میرج کرنے کا مشورہ ہرگز نہیں دے سکتا تھا۔ جاوید ضرور اسے بے وقوف بنا رہا تھا۔

"ہاں نگی میری جان ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔" جاوید پیار سے سمجھا رہا تھا۔

"مگر یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ میرے ماں باپ کی عزت داؤ پر لگ جائے گی اور وہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے۔ پراپرٹی سے بھی عاق کر دیں گے۔"

"ارے جان! تم خوامخواہ کی ٹینشن پال رہی ہو' کچھ نہیں ہوگا جب وہ تمہیں میرے ساتھ خوش دیکھیں گے تو خود ہی ہمیں معاف کر کے گلے سے لگالیں گے ان کا غصہ بھی ٹھنڈا پڑ جائے گا۔" جاوید نے پیار سے سمجھایا۔

"اور تمہارے گھر والے۔"

"میرے گھر والے تو بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں کہ کب تم ان کے گھر میں دلہن بن کر آؤ اور کب ان کو تم پر اپنی محبتیں نچھاور کرنے کا موقع ملے خاص طور پر مجھے۔" وہ شرارت بھرے لہجے میں بولا تو وہ بلش ہوگئی۔

"ٹھیک ہے میں سوچ کر جواب دوں گی۔"

"اوکے ڈارلنگ! ایک دو روز میں جلد بات ہوگی اور ہاں اپنی شادی کی شاپنگ بھی کر لینا۔ میں تو سید ھا مارکیٹ جا رہا ہوں۔ اپنے لیے کچھ نئے ڈریسز خریدنے۔" وہ شرارت سے بولا۔

"اوکے بائے ڈارلنگ۔" نگین نے ہنس کر جواباً کہا اور موبائل آف کر دیا۔ رابیل کو دور سے ہی اس کے چہرے پر پھیلی حیا اور خوشی کی سرخی دکھائی دے رہی تھی۔ مگر نگین غلط کرنے جا رہی تھی اور اس غلط کو کسی بھی صورت اسے روکنا تھا۔ مگر کیسے؟ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اس سلسلے میں وہ کس سے بات کرے گھر میں ایسا تو کوئی بھی نہیں تھا جو اس کی بات سنتا اور سمجھتا۔ نوشین' نگین اور نوفل سے تو بات کرنا گویا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا تھا۔ وہاب احمد سے ایسی بات وہ ایک لڑکی ہونے کے ناطے کر نہیں سکتی تھی اور کس سے کہتی کہ وہ نگین کو غلط اور انتہائی قدم اٹھانے سے باز رکھے وہ اپنی ہی نہیں اپنے ماں باپ کی عزت بھی مٹی میں ملانے جا رہی تھی۔ دو دن ہو گئے

تھے اور رابیل کا سوچ سوچ کر دماغ بھی تھک گیا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کیوں نہ علی سے بات کر کے دیکھے۔ شاید وہ کوئی مشورہ دے سکے۔ علی صبح نو بجے تک گھر سے فیکٹری کے لیے نکلتا تھا اور رات دس ساڑھے دس بجے تک گھر لوٹتا تھا' آج اتفاق سے وہ نو بجے ہی گھر آ گیا تھا۔ ڈنر کے بعد لاؤنج میں بیٹھا ریموٹ کنٹرول سے نیوز چینل بار بار بدل رہا تھا۔ ہر طرف ایک ہی خبر چل رہی تھی' بم دھماکے' ٹارگٹ کلنگ' بھتہ خوری جعلی دواؤں سے مریضوں کی اموات' رابیل تو یہ سب دیکھ اور سن کر بہت افسردہ اور خوف زدہ ہوگئی تھی۔

"ہاں بھئی رابیل کیسا لگ رہا ہے اپنے وطن لوٹ کر؟" علی نے اسے خاموش بیٹھا دیکھ کر خود ہی پوچھ لیا۔

"بہت برا۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"کیوں؟"

"کیوں کا جواب آپ کے سامنے بھی ہے' آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ جیسے حالات ملک میں ہیں ویسے ہی گھر میں ہیں۔ یہ سب بہت تکلیف دہ ہے..... بہنا۔"

"ہاں ٹھیک کہتی ہو اللہ اس ملک پر رحم فرمائے۔"

"آمین۔" رابیل نے کہا۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" رابیل نے ہمت کر کے کہا تو علی نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

"مجھ سے..... ہاں کہو۔"

"مجھے تمکین آپی کے بارے میں بات کرنی ہے۔"

"تو تمکین یا نوشین آنٹی سے بات کرو' تمکین کے بارے میں مجھ سے کیوں بات کرنی ہے؟" رابیل کو ان کے اس غیر سنجیدہ جواب سے اندازہ ہوگیا کہ وہ اس کی کسی بات میں انٹرسٹڈ نہیں ہیں اسے بہت برا محسوس ہوا علی کا جواب اسے تپا ہی تو گیا تھا۔

"انسان اگر کسی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تو کم از کم مشورہ تو معقول دے سکتا ہے۔ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔" رابیل نے سپاٹ لہجے میں کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ علی الجھن آمیز نظروں سے اسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔



"السلام علیکم بیٹا جی!" کسی بزرگ خاتون کی آواز رابیل کی سماعت سے ٹکرائی تو اس نے فوراً ہی سر اٹھا کر دیکھا' سامنے پچپن برس کی بوا جی کھڑی تھیں۔ ہلکے بادامی رنگ کے شلوار قمیص اور سفید دوپٹے میں وہ بہت سوبر دکھائی دے رہی تھیں۔ گندمی رنگت' چہرے پر نرمی اور ممتا کی سی روشنی تھی۔ رابیل سے ان کا غائبانہ تعارف تو سنا تھا ہی فوراً ہی پہچان لیا تھا انہیں اور اسے ایک دم سے جیسے خوشی کا احساس ہوا تھا انہیں یوں سامنے پا کر۔

"وعلیکم السلام بوا جی آپ بوا جی ہیں ناں۔"

"ہاں میں بوا جی ہوں' میری بچی نے پہچان لیا مجھے جیتی رہو' کیسی ہے میری گڑیا رانی' تمہارے ماں باپ کیسے ہیں؟" بوا جی نے اسے اپنے گلے سے لگا کر اس کا ماتھا چوما۔

"سب ٹھیک ہیں آپ کیسی ہیں..... کہاں تھیں اب تک؟"

"میں گاؤں گئی ہوئی تھی اپنے بھائی کے گھر' رات وہاب میاں کا فون آیا کہ رابیل آئی ہے لندن سے اور بہت اکیلی اکیلی ہے یہاں آپ واپس آ جائیں اور میں آ گئی اور وہ مجھے نہ بھی بلاتے' تو میں تو تمہارے آنے کا سن کر ہی دوڑی چلی آتی۔" بوا جی نے اس کے چاند چہرے کو ہاتھوں میں لے کر محبت سے کہا۔

بوا جی افشین اور نوشین کے میکے میں شروع سے ہی کام کرتی تھیں' نمازی پرہیزگار اور سراپا محبت تھیں' شہید کی بیوہ تھیں۔ سب ان کا بہت احترام کرتے تھے' افشین' نوشین' زاہد' عابد انہی کی گود میں پلے بڑھے تھے' ان کے سارے کام اور ان چاروں' قرآن پاک پڑھانے کی ڈیوٹی پر مامور تھیں۔ فوج کی طرف سے پینشن انہیں مل رہی تھی' وہ اسی میں گزارہ کر رہی تھیں اور جو رقم انہیں افشین اور نوشین کے گھر یعنی ماجد ہاؤس سے ان کی خدمت کے عوض بطور اجرت ملا کرتی تھی وہ اس رقم کو اپنے غریب بھائی شاکر کو

گاؤں بھیج دیا کرتی تھیں۔ شاکر کے چھ بچے تھے وہ پرچون کی دکان کرتا تھا اتنے بڑے کنبے کا گزارہ مشکل سے ہوتا تھا مگر بواجی کی تنخواہ سے وہ آسانی سے مہینہ گزار لیتے تھے۔ بواجی کو ان کے بھائی کے بچے بواجی کہتے تھے ان کی دیکھا دیکھی چھوٹے بڑے سب نے انہیں بواجی کہنا شروع کردیا۔ بواجی کا اصل نام تو فاطمہ بی بی تھا۔ یاسمین ماجد اور ماجد حسین نے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔ تیمور حسن اور وہاب دونوں ہی خاندان کے لڑکے تھے وہاب احمد یاسمین کے بھائی احمد بخش کے بیٹے تھے اور تیمور حسن ماجد حسین کے بھائی حسن کے بیٹے تھے۔ زاہد عابد کے بعد افشین کا نمبر تھا اور پھر نوشین تھی۔ نوشین تیمور حسن کو بہت پسند کرتی تھی۔ تیمور کی پرسنالٹی ہی اتنی شاندار تھی کہ کوئی بھی لڑکی اس کے خواب دیکھ سکتی تھی مگر تیمور کو افشین اپنے دھیمے پن ذہانت اور سلیقے کی وجہ سے شروع سے پسند تھی اور اللہ نے اسے شکل صورت بھی خوب دی تھی۔ خوب صورت تو نوشین بھی بہت تھی لیکن افشین کے برعکس نوشین بہت تیز طرار منہ پھٹ اور ماڈرن لڑکی تھی اسے سر پہ دوپٹا اوڑھ کر سر جھکا کر بیٹھنا بالکل پسند نہیں تھا۔ وہ تو ہلہ گلہ کرکے ہنگامہ کرکے خوش ہونے والوں میں سے تھی۔ نماز روزے سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ بواجی اور اباجی کی ڈانٹ سن کر کبھی کبھار نماز پڑھ لیا کرتی۔ وہاب احمد کو نوشین بظاہر تو اچھی لگتی تھی مگر جب شادی کا وقت آیا تو ان کا نظر انتخاب بھی افشین ہی ٹھہری۔ خود وہاب احمد کی والدہ کی بھی خواہش تھی کہ افشین ان کی بہو بنے مگر جوڑے تو آسمانوں پر طے ہوتے ہیں افشین اور تیمور حسن کا ساتھ لکھا جاچکا تھا لہٰذا ان دونوں کا رشتہ طے پاگیا۔ تیمور حسن کے گھر والے رشتہ لے کر آئے تو "ہاں" کردا کے ہی گئے۔ احمد افشین اور مہ جبین بھی وہاں موجود تھے مگر ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہاں حسن اور جمیلہ بیگم افشین کو اپنے بیٹے تیمور کے لیے مانگنے آئے ہیں وہ تو اسے معمول کی گیدرنگ سمجھ کر آئے تھے۔ مگر اب جب انہوں نے رشتے کی بات کی تو انہیں مناسب نہ لگا کہ وہ بھی اب افشین کا رشتہ اپنے بیٹے کے لیے مانگ کر پریشان کن صورت پیدا کریں۔ تبھی انہوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد نوشین کو اپنے وہاب احمد کے لیے مانگ لیا۔ ماجد حسین اور یاسمین کے لیے تو یہ دن بہت خوش گوار اور یادگار تھا کہ ان کی دونوں بیٹیوں کے لیے اتنے اچھے اور اپنے ہی گھروں کے لڑکوں کے رشتے آئے تھے۔ ہاں بھی کردی گئی تھی اور سب کو مٹھائی بھی کھلا دی گئی۔ سبھی بہت خوش تھے سوائے نوشین کے وہ تو جلے پیر کی بلی کی طرح پورے گھر میں پھر رہی تھی۔ تیمور حسن اس کے سامنے اس کی بہن کا شوہر بن کر دلہا بن کر آئے گا اس خیال سے ہی نوشین کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے۔

"مجھے یہ شادی نہیں کرنی کہہ دیجیے امی ابا سے۔" نوشین نے بواجی سے بہت دھیمے لہجے میں کہا افشین نے پریشانی کے عالم میں اسے دیکھا تھا۔

"آہستہ بولو نوشین بٹیا کوئی سنے گا تو کیا کہے گا؟" بوا جی نے اسے نرمی سے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"نوشین کیا کمی ہے وہاب میں وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔" افشین نے بھی سمجھانا چاہا تو وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

"اچھا! اگر وہ اتنا ہی اچھا ہے تو تم کرلو وہاب سے شادی میں تیمور سے شادی کرلیتی ہوں۔"

"شٹ اپ! تیمور اب میرے منگیتر ہیں میں کیوں کروں وہاب سے شادی ہمارے ماں باپ نے جو بھی فیصلہ کیا ہے ہمارے لیے وہی بہتر ہے۔" افشین نے تیزی سے کہا تو وہ تلخی سے بولی۔

"ہاں تمہیں تو بہتر لگے گا ہی کیونکہ تمہیں تمہاری محبت جو مل رہی ہے اگر میں کہوں کہ تم تیمور سے میری شادی ہونے دو وہاب سے تم شادی کرلو تو کیا تب بھی تمہیں یہ فیصلہ بہتر لگے گا بولو؟"

"نوشی بیٹی اپنے نصیب پر راضی ہونا سیکھو رشتے تو آسمانوں پر طے ہوتے ہیں۔" بواجی نے افشین کو بے بسی سے خاموش دیکھا تو اسے پیار سے سمجھانے لگیں۔

"یہ رشتے اس گھر کی ڈرائنگ روم میں طے ہوئے

ہیں اور میں راضی نہیں ہوں اس رشتے سے اور نہ ہی یہ رشتہ مجھے بھی کوئی خوشی دے سکتا ہے۔ اگر میری شادی وہاب احمد سے کی گئی تو یاد رکھیے گا میں جینا حرام کردوں گی سب کا اور افشین تم...... تیمور سے دستبردار ہوجاؤ ورنہ......"

"نوشین......" یاسمین بیگم جانے کب آئی تھیں اس کی اس بات پر ایک زوردار طمانچہ اس کے گال پر رسید کیا تھا۔

"تم اس قدر خودغرض اور بدتمیز ہوسکتی ہو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" یاسمین نے دکھ سے اسے دیکھا۔

"تو اب سوچ لیں، مجھے تیمور سے شادی کرنی ہے۔"

"خاموش ہوجاؤ نوشین، ہم رشتے طے کرچکے ہیں اور تم اگر تیمور سے شادی کر بھی لوگی نا تب بھی تمہیں اس کی محبت کو ترسنا پڑے گا کیونکہ تیمور تم سے نہیں افشین سے محبت کرتا ہے، تم تیمور سے شادی کی بات کرکے ہمارا ہی نہیں اپنا بھی تماشا بنواؤ گی خاندان بھر میں، سب تھوتھو کریں گے تم پر اور تمہاری اس بے حیائی پر۔ بوا جی سمجھادیں اسے یہ اپنے ماتھے پر ذلت اور رسوائی کا کلنک لگانے سے اپنی بہن سے اس کی محبت اور خوشی چھین کر کبھی سکون سے نہیں رہ سکے گی۔" یاسمین بیگم نے غصے سے پہلے نوشین کو لتاڑا پھر بوا جی کو ہدایت کی اور نوشین پر ایک نگاہ ملامت ڈال کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔ پھر بوا جی نے نوشین کو بہت سمجھایا، نوشین نے بھی دل میں تہیہ کرلیا کہ وہ وہاب احمد کو کبھی پیار نہیں دے گی کیونکہ اس نے بھی پہلے افشین کا ہاتھ مانگا تھا۔ افشین کی بات طے ہونے پر نوشین کے لیے اس کے گھر والوں نے بات کرلی تھی۔ اور یہ بھی کہ وہ افشین کو بھی تیمور کے ساتھ کبھی خوش نہیں رہنے دے گی۔ انتقام اور غصے کی آگ میں جلتے جلتے نوشین نے وہاب احمد سے شادی تو کرلی تھی مگر ۳۰ سال گزر جانے کے باوجود وہ وہاب احمد کو اپنے دل میں جگہ نہ دے سکی تھی۔ حالانکہ وہاب احمد نے ایک اچھے شوہر ہونے کی ہر ذمے داری نبھائی تھی۔ ہر حق دیانت داری سے ادا کیا تھا۔ افشین اور نوشین کی شادی ایک ساتھ ایک ہی دن ہوئی تھی۔ ان کی پہلی اولاد میں دو ماہ کا فرق تھا۔ افشین کو اللہ نے پہلی اولاد بیٹا دیا تھا اور نوشین کو بیٹی سے نوازا تھا۔ نوشین کو اس پر بھی آگ لگ گئی تھی کہ افشین کے پہلی اولاد بیٹا کیوں ہوا اور اس کے ہاں بیٹی کیوں پیدا ہوئی۔ دو سال بعد افشین کے ہاں بیٹی رانیل پیدا ہوئی اور نوشین کو اللہ نے اس بار بیٹا دیا تھا جس کا نام انہوں نے ذوالنون رکھا تھا۔ بیٹے کی پیدائش پر تو نوشین کے پاؤں ہی زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ پھر ۲ سال بعد نوفل پیدا ہوا تو نوشین کی گردن مزید اکڑ گئی کہ وہ دو بیٹوں کی ماں ہے اور افشین صرف ایک بیٹے اور ایک بیٹی کی ماں ہے۔ تیمور نے لندن کے ویزے کے لیے کافی عرصے سے اپلائی کیا ہوا تھا اس کا فیملی ویزا لگ گیا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ لندن روانہ ہوگیا اور اپنے والد کی گارمنٹ فیکٹری کا کام وہاں بیٹھ کر مزید وسیع کیا۔ آفس بنایا اور اپنی تعلیمی قابلیت کے مطابق وہاں ملازمت بھی کی۔ ذوالنون کو تعلیمی ویزے پر انہوں نے اپنے پاس بلالیا تھا۔ نوشین نے پہلے تو بہت مخالفت کی مگر پھر کچھ سوچ کر اسے جانے دیا۔ ذوالنون اولیول کرنے کے بعد واپس پاکستان آگیا اسے آرمی کالج میں پڑھنے کا بہت شوق تھا اس لیے وہاب احمد نے آرمی میڈیکل کالج اسلام آباد میں اس کا ایڈمیشن کروا دیا۔ وہ خود بھی چاہتے تھے کہ ذوالنون نوشین کے زیر سایہ نہ رہے ورنہ وہ بھی نوشین اور نوفل کی طرح بگڑ جائے گا۔ افشین اور تیمور حسن نے جس طرح اس کی دیکھ بھال اور تربیت کی تھی اس کا اثر زائل ہو، نہیں دیکھنا چاہتے تھے وہ لہٰذا انہوں نے ذوالنون کو نوفل سے سپریٹ کیا اور ذوالنون سے ان کی دوستی اور محبت بھی بہت زیادہ تھی۔

رانیل کے آنے سے نوشین کے غصے اور بدلے کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ پرانے زخم پھر سے تازہ ہوگئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ رانیل کو ہر لمحہ آزمائش میں ڈال رہی تھیں۔ اسے بےعزت کررہی تھیں۔ دراصل وہ رانیل کو دکھ دے کر تیمور اور افشین کو دکھ دینا چاہتی تھی۔



"تمکین آپی، کیا میں آپ کے ساتھ آپ کی یونیورسٹی چل سکتی ہوں؟" رانیل نے ناشتے کی میز پر

نگین سے پوچھا۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ کی یونیورسٹی کیسی ہے میں یہاں کی فوٹو گرافس لینا چاہتی ہوں واپس جا کر نبیل بھائی کو دکھاؤں گی اور آپ مجھے اپنی فرینڈز سے نہیں ملوائیں گی کیا؟ اور آئی ایم شیور آپ اپنی فرینڈز میں سب سے زیادہ پریٹی ہوں گی۔" رابیل نے بہت نرمی سے طریقے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" نگین نے اتراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میں تیار ہو جاؤں۔" رابیل نے پرجوش ہو کر پوچھا۔

"ٹھیک ہے مگر جلدی۔" اس نے جلدی سے جوس ختم کیا اور تیار ہونے کے لیے دوڑی۔

"واؤ اٹس رئیلی گریٹ' کیا شاندار عمارت ہے۔" رابیل نے یونیورسٹی کی عمارت کو دیکھتے ہوئے سراہا۔

"آؤ میں تمہیں اپنی فرینڈز سے ملواؤں۔" نگین یہ کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایسے لے گئی جیسے وہ چار پانچ سال کی بچی ہو اور جیسے رش میں کھو جانے کا ڈر ہو۔

"ہیلو نگی۔" زرین اور مبشرہ نے اسے اور رابیل کو دیکھتے ہی کہا جواباً اس نے بھی "ہیلو" کہا اور ساتھ ہی رابیل کا تعارف کرایا۔

"میٹ مائی کزن رابیل فرام لندن۔"

"ہائے رابیل' نائس نیم۔" زرین نے مصافحے کے لیے مسکراتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"السلام علیکم۔" رابیل نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے سلام کیا تو ان دونوں کو حیرت بھی ہوئی اور شرمندگی بھی کہ انہیں بھی سلام کرنا چاہیے تھا۔ وہ پردیس میں رہ کر اپنے ملک کے مذہب کے طور طریقے پر عمل کر رہی تھی اور وہ انگریزی کی زبان بول رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام نائس ٹو میٹ یو۔" مبشرہ نے خوش دلی سے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"سیم ہیئر۔" رابیل نے بھی اخلاقاً کہا۔

"زرین' تم لوگ رابیل کو یونیورسٹی دکھاؤ میں

بیج جو دل کو بھا جائے

⌘ غلطی ماننے اور گناہ چھوڑنے میں کبھی دیر مت کیجیے کیونکہ سفر جتنا طویل ہو جائے واپسی اتنی ہی دشوار ہوتی ہے۔

⌘ شکر ادا کرتے رہو اس رب کا جو برداشت سے زیادہ دکھ نہیں دیتا مگر اوقات سے زیادہ سکھ دیتا ہے۔

⌘ زمانہ برے لوگوں کی برائی کی وجہ سے خراب نہیں ہوتا بلکہ اچھے لوگوں کی خاموشی کی وجہ سے خراب ہو جاتا ہے۔

⌘ زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ پریشانیوں میں گھرا ہونے کے باوجود ہمت اور حوصلے سے آگے بڑھا جائے۔

⌘ موت کی طرح جدائی بھی محبوب کی یاد کو دھندلا دیتی ہے اور ہمیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وقت نے بیچ میں کیسی کیسی دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔

⌘ ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اللہ کی ایک نہیں مانتے۔

⌘ ہر حال میں رب کا شکر ادا کرتے رہو بے شک خالق کائنات وہ جانتا ہے جو ہم نہیں جانتے۔

⌘ ہماری ہر آزمائش کے پیچھے ہماری بھلائی پوشیدہ ہے کہ ہر آزمائش انسان کو کندن بناتی ہے اور نکھار پیدا کرتی ہے۔

⌘ ناکامی جرم نہیں' مقصد کا پست ہونا جرم ہے۔

مسز سائرہ دل پازیر...... بورے والہ

ابھی آتی ہوں۔" نگین نے ان دونوں سے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ رابیل اصل میں نگین اور جاوید کے بارے میں ہی کچھ دیکھنے اور سمجھنے آئی تھی' اسے جاوید کو دیکھنا تھا کہ وہ کیسا ہے؟

"نگین آپی کہاں گئیں؟" رابیل نے ان دونوں سے پوچھا۔

"اپنے بوائے فرینڈ سے ملنے گئی ہے۔" مبشرہ نے

ہنس کر بتایا۔

"تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہے؟" زرین نے سوال کیا۔

"نہیں تو۔"

"رئیلی! تعجب ہے۔" زرین نے حیرت سے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم جہاں کہیں بھی چلے جائیں دنیا کے کسی بھی خطے کسی بھی سرزمین پر کسی بھی ملک میں بس جائیں ہمیں اپنی اقدار کو اپنی جڑوں کو اور اپنے کلچر کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے یہ مجھے میرے مما پاپا نے بتایا اور سکھایا ہے اور یہ جاوید کون ہے؟" رابیل نے زرین سے پوچھا۔

"ہائیں تم نے اس خبیث کو کہاں دیکھ لیا؟" زرین نے حیرانگی سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"دیکھا تو نہیں ہے مگر سنا ہے نگی آپی اور اس کے بیچ کچھ ہے کیا؟"

"بکواس ہے یہ سب دھوکا جھوٹ فراڈ ہے۔" زرین نے برا سامنہ بنا کر تلخی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"رابیل تم اگر اپنی اس بے وقوف کزن کو کنویں میں گرنے سے بچا سکتی ہو تو بچالو وہ جاوید اول درجے کا فلرٹ ہے۔ بیسیوں لڑکیوں کو محبت کا فریب دے کے لوٹ چکا ہے اس کا تو کام ہی یہ ہے نگی جیسی بے وقوف دولت مند لڑکیوں کو اپنے دام الفت میں پھنسانا شادی کا جھانسہ دے کر لوٹ لینا۔" زرین نے جو کچھ بتایا تھا وہ رابیل کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی تھا۔

"او مائی گاڈ! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔"

"آپ میری ہیلپ کریں گی نگی آپی کے سلسلے میں؟"

"ہاں کیوں نہیں نگی میری دوست ہے اور میں نہیں چاہتی کہ وہ ایک گھٹیا آدمی کے پیچھے اپنی لائف برباد کرلے۔"

"تو آپ میرے ساتھ مل کر نگی آپی اور جاوید کی تصویریں کھینچ دیں کسی طرح اور نگی آپی کے اپنے موبائل میں بھی۔"

"نو پرابلم مائی ڈیئر یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے آج ہی کھینچ دوں گی بلکہ ابھی کھینچ دیتی ہوں انہیں پتا بھی نہیں چلے گا مجھے پتا ہے یہ رومیو جیولیٹ کی جوڑی اس وقت کہاں تشریف فرما ہوگی۔" زرین نے چٹکی بجا کر کہا۔

"جی! تھینک یو زری آپی۔" رابیل بچوں کی طرح خوش ہوتی ہوئی اس کے گلے سے لگ گئی تو وہ ہنس پڑی اور اس کی کمر تھپکتے ہوئے بولی۔

"جاوید نے بہت سی لڑکیوں سے زیورات اور رقم لوٹی ہے محبت کا فریب دے کر ایک رات میں سب کچھ لوٹ کے بھاگ جاتا ہے۔" زرین نے مزید تفصیل بتائی۔

"تو پولیس اسے اریسٹ کیوں نہیں کرتی کسی نے اس کی کمپلین نہیں کی کیا؟"

"کون کرے گا کمپلین؟" زرین نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لڑکیاں اور ان کے گھر والے اپنی بدنامی کے ڈر سے خاموش ہو جاتے ہیں اسی لیے یہ دیدہ دلیری سے شکار کرتا ہے۔"

"اف یہ تو بہت برا آدمی ہے۔ نگی آپی کو ہمیں ہر حال میں اس شخص سے بچانا ہے۔" رابیل نے سہم کر کہا۔

"ان شاء اللہ ہم نگی کو بچالیں گے تم اپنا سیل نمبر مجھے دے دو اور میرا سیل نمبر اپنے موبائل میں فیڈ کرلو بوقت ضرورت کام آئے گا۔" زرین نے اپنا موبائل نکالا اور دونوں نے ایک دوسرے کے نمبرز سیو کرلیے۔

رابیل نے بوا جی کو اعتماد میں لے کر نگین اور جاوید کے افیئر کے متعلق سب کچھ بتا دیا تھا اور زرین کے والد جمشید صاحب آئی جی پولیس تھے زرین نے وقت پڑنے پر ان سے مدد لینے کا بھی سوچ رکھا تھا۔ رابیل اور زرین کی دو دن میں اچھی خاصی انڈر اسٹینڈنگ ہوگئی تھی۔ رابیل نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنے موبائل میں کسی نئی سم کے ساتھ نگین اور جاوید کی گفتگو ریکارڈ کرلے تاکہ ان کی آئندہ حرکت عملی کا پتا چل سکے۔ نگین اور جاوید بینشین کی طرف

جارہے تھے تبھی زرین نے نگین کو روک لیا۔
"ارے رکو یار کہاں جارہی ہو؟"
"چائے، برگر کا موڈ ہو رہا ہے تم بھی چلو ہمارے ساتھ۔" نگین نے اس کی بات کا جواب دینے کے ساتھ ہی اسے بھی آنے کی پیشکش کی۔
"نہیں یار مجھے ڈرامیٹک سوسائٹی کی انچارج مسز حشمت نے بلایا اینڈ یو نو کہ وہ ایک گھنٹے سے پہلے جان نہیں چھوڑتیں، تم میری یہ چیزیں سنبھالو تب تک، گم نہ کردینا میں ذرا مسز حشمت کی کلاس اٹینڈ کر آؤں۔"
"اوکے بیسٹ آف لک۔" نگین نے اس کا موبائل اور بکس پکڑتے ہوئے ہنس کر کہا۔
رانیل کی ہدایت کے مطابق زرین نے اپنے موبائل میں ریکارڈنگ سسٹم آن کردیا تھا۔ موبائل کور میں تھا مگر ریکارڈنگ ہوسکتی تھی۔ نگین اور جاوید نے کینٹین پہنچ کر چائے اور برگر منگوائے۔
"ہاں تو ڈارلنگ کیا سوچا ہے تم نے؟" جاوید نے اس کی براؤن آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔
"مام نہیں مانیں گی جاوید۔"
"گھر سے بھاگنے کے لیے۔" وہ مذاق سے بولا۔
"جاوید تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔" نگین نے خفگی سے گھورا۔
"سوری جان! تم بھی تو احمقانہ بات کررہی ہو، یہ بات طے ہے کہ تمہارے پیرنٹس ہماری شادی کے لیے کبھی راضی نہیں ہوں گے تو اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو بس یہی ایک راستہ ہے کہ ہم بھاگ کر شادی کرلیں بعد میں ہم ان سے معافی مانگ لیں گے پھر بے شک وہ تمہیں اپنے گھر سے رخصت کردیں۔" جاوید نے سنجیدگی سے کہا تو وہ برگر کھاتے ہوئے بولی۔
"ہوں، ٹھیک ہے مگر کب؟ اور گھر والے مجھے گھر میں نہ پاکر پریشان ہوں گے، میری تلاش میں نکلیں گے تب ڈیڈی کو بہت دکھ ہوگا جاوید۔"
"تو تم کوئی بہانہ بنادو دو تین دن کے لیے، ہم ساتھ تو

کمر ترباریک
پولیس...... پیٹ مانے اور
چور...... صفائی کرے مذاہمت کے
ڈاکو...... سر اٹھا کے جیو
محکمہ صحت...... خالص تو سب کچھ ہے
ڈاکٹر...... شاید زندگی شاید موت
صدر...... جیسے چاہو جیو
اینٹی کرپشن...... یہی تو ہے دوغلا پن
اسمبلی...... چھوڑو گرما گرمی رہو کول یار
سیاستدان...... روپیہ کھایا، پیا ہضم کیا
راشی افسر...... کھاؤں گا نہیں تو بڑا کیسے ہوں گا
صحافی...... نام ہی کافی ہے
جواری...... یہی تو زندگی ہے
شوہر...... پٹائی سے طبیعت صاف، چہرہ شاداب
رمشاء عظمت، صدف مختار...... یوسال مسعود

رہیں گے ناں کورٹ میرج کے بعد۔"
"میں اسٹڈی ٹور کا بہانہ بنا دیتی ہوں کیسا ہے؟" نگین اپنے ہی خیال پر خوشی سے مسکراتے ہوئے بولی۔
"ہاں یہ اچھا رہے گا کیونکہ اسٹڈی ٹور تو ایک ہفتے کا ہوتا ہے۔ بس یہی ٹھیک ہے، بس تم اپنے زیور، کپڑے ساتھ لے آنا میں تمہیں دلہن بنا دیکھنا چاہوں گا کورٹ میرج کے بعد اور ہم شادی اسلام آباد جاکر کریں گے وہاں میرا ایک دوست ہے وہ سارا انتظام کردے گا۔" جاوید نے سوچی سمجھی پلاننگ سے آگاہ کیا۔
"مگر ہم کورٹ میرج تو یہاں بھی کرسکتے ہیں اور کہیں جانا بھی نہ پڑے، ہم روز ملتے تو ہیں یہاں۔" نگین نے ٹھنڈا اور کچھ پریشانی سے کہا تو وہ افسردگی سے بولا۔
"نگین بے بی مائی ڈارلنگ تم شاید خوف زدہ ہورہی ہو اگر تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو ہم یہ بات یہیں ختم کردیتے ہیں، تمہیں اب بھی لڑکے مل جائیں گے شادی کے لیے اور لڑکیوں کی کمی تو میرے لیے بھی نہیں ہے۔ بس یہ دکھ ساری عمر رہے گا کہ جسے چاہا اسے پانہ سکا شریک

زندگی نہ بنا سکا۔"

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا' ہم کل ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں' مجھے کسی اور سے شادی نہیں کرنی' میں کل ہی اپنا سامان لے کر آ جاؤں گی۔ تم بکنگ کروالو۔" نگین نے فوراً دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"یہ ہوئی نا بات نگین' مائی ڈیئر' آئی لو یو سو مچ۔" جاوید نے فرط جذبات سے مغلوب ہو کر اس کے ہاتھ تھام کر کہا۔

"جی......" بشرہ کی آواز پر نگین اٹھ کر اس کی بات سننے چلی گئی تو جاوید نے اپنے موبائل پر مسلسل آتی کال اٹینڈ کی۔

"ہائے میری جان' سوری ڈارلنگ' میں میٹنگ میں پھنس گیا تھا' سوری رمنا ڈیئر' ہم رات کو مل رہے ہیں ناں۔" جاوید بہت پیار دلار سے بات کر رہا تھا' دوسری جانب اس کی گرل فرینڈ رمنا تھی' جسے وہ اپنی محبت کے جال میں پھنسا چکا تھا۔

"پی سی میں بکنگ ہے آج رات کی اور اگلے ہفتے ہم اسلام آباد مری کی سیر کو نکلیں گے۔" وہ کہہ رہا تھا اور اس کی یہ باتیں زرین کا موبائل اپنی میموری میں ریکارڈ کر رہا تھا۔



"ماشاء اللہ آج تو ڈنر پر پوری فیملی موجود ہے' خیریت ہے نا؟" وہاب احمد نے رات کو کھانے کی میز پر سب کو دیکھتے ہوئے کہا جہاں علی کے سوا سبھی موجود تھے۔

"اچھا ڈیڈی' مجھے اسٹڈی ٹور پر جانا ہے یونیورسٹی کی طرف سے آپ کی اجازت چاہیے تھی۔"

"کتنے دن کا ٹور ہے؟" وہاب احمد نے نگین کے چہرے کو دیکھا جو انہیں کچھ گھبرائی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ ہاتھ میں چمچ تھا مگر ہاتھ کانپ رہا تھا۔

"ایک ہفتے کا۔" اس کی زبان سے پھسلا۔

"تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی بیٹا تم گھر پر آرام کرو۔"

"جانے دیں نا جائے گی تو طبیعت بھی بہل جائے گی۔" نوشین نے بھی اس کی حمایت کی تو وہ فوراً بولی۔

"جی ڈیڈی' میری سب فرینڈز جا رہی ہیں' ہم خوب انجوائے کریں گے' اسلام آباد سے مری' سوات اور ہنزہ ویلی' اف ڈیڈی مجھے تو سوچ کر ہی اتنی ایکسائیٹ منٹ ہو رہی ہے' وہاں جا کر کتنا مزہ آئے گا۔ جانے دیں ناں پلیز۔"

"ایک تو مجھے ان یونیورسٹی والوں کی سمجھ نہیں آتی اسٹڈی ہوتی نہیں ہے اور اسٹڈی ٹور پر سیر کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ٹھیک ہے چلی جانا مگر دھیان سے رہنا' اور مجھ سے رابطے میں رہنا' گرم کپڑے رکھ لینا' اور کچھ رقم اپنی ماں سے لے لینا' پیسوں کی ضرورت وہاں پڑتی رہے گی۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا تو وہ خوش ہو کر بولی۔

"تھینک یو ڈیڈی' تھینک یو سو مچ۔"



نگین اپنا سامان پیک کر رہی تھی' اپنے اور نوشین کے تمام سونے کے زیورات اس نے ایک بیگ میں رکھ لیے تھے۔ وہاب احمد کی الماری سے دو لاکھ کیش وہ پہلے ہی نکال چکی تھی' جو انہوں نے بینک بند ہو جانے کے باعث گھر میں رکھ لیے تھے تاکہ پیر کو آفس جاتے وقت ساتھ لے جائیں اور بینک میں جمع کرا دیں۔ نگین اپنے ڈریسز رکھ رہی تھی کہ رابیل اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دے کر اندر چلی آئی۔ نگین اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا رقم کا لفافہ نیچے گر گیا اور نوٹ لفافے کے منہ سے جھانکنے لگے۔ جنہیں جس سرعت کے ساتھ نگین نے لفافے میں واپس ڈالا تھا' رابیل نے اسی تیز نگاہی سے دیکھ لیا تھا کہ لفافے میں خاصی کثیر رقم ہے۔

"تم اس وقت کیا بات ہے؟" نگین نے رقم کا خاکی لفافہ اپنے بیگ میں رکھتے ہوئے اس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"مجھے نیند نہیں آ رہی تھی میں بوریت محسوس کر رہی تھی

سوچا آپ کے پاس جاکر کچھ دیر گپ شپ کرلوں۔"
رابیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو تم ٹی وی دیکھو میں تو پیکنگ میں مصروف ہوں۔"

"کل شام کو جائیں گی نا آپ۔"

"ہاں۔"

"میں نے سنا ہے کہ مری‘ سوات اور ہنزہ ویلی میں تو لوگ شادی کے بعد ہنی مون منانے جاتے ہیں‘ ازاٹ ٹرو؟"

"ہوں جاتے تو ہیں یہاں لوگ چھٹیاں گزارنے کے لیے اپنی فیملیز کے ساتھ بھی جاتے ہیں۔ فیملی اور فرینڈز کے ساتھ خوب مزا آتا ہے‘ ہمیں ذوالنون لے کر گیا تھا پچھلے سال سمر ویکیشنز میں نوفل اور ڈیڈی بھی ساتھ تھے۔ مام نہیں گئی تھیں۔ گئے تو ہم تین دن کے لیے تھے مگر بہت انجوائے کیا تھا۔ ہم سب نے ذوالنون کو بہت شوق ہے فیملی کے ساتھ رہنے کا آؤٹنگ پر جانے کا‘ گپیں لگانے کا‘ شاید وہ ہم سے زیادہ عرصے دور رہا ہے نا تو اسی لیے وہ ہمیں مس کرتا ہے‘ بہت کیئرنگ بھائی ہے میرا۔" تمکین نجانے کیوں خود بخود بتاتی چلی گئی شاید جا رہی تھی اس خیال سے یا پھر اسے کوئی چاہیے تھا اپنی باتیں شیئر کرنے کے لیے۔

"اور نوفل۔"

"نوفل تو میرے جیسا ہی ہے۔" وہ پھیکی سی ہنسی میں افسردہ سی لگی تھی۔

"اور آپ کس کے جیسی ہیں؟"

"میں......" تمکین نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ دیکھا۔ "میں وہی ہوں جو مام ہیں سنا ہے بیٹیاں اپنی ماں کا عکس ہوتی ہیں۔"

"آپ اپنی ماں سے زیادہ پیاری اور حساس ہیں۔" رابیل ایک دم سے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی ایسے گرم جوشی سے بھینچا اور اس کے گال پر بوسہ دے کر مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ تمکین جیسے اس کے اس پیار پر ساکن سی کھڑی رہ گئی تھی۔



روگ

ساتھ چلنے والے جب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں وقت تھم نہیں جاتا‘ کوئی مر نہیں جاتا‘ کوئی مر بھی جائے تو زندگی نہیں رکتی۔ راستوں پر چلنا ہے راستے تو چلتے ہیں۔ یار دوست ملتے ہیں‘ زخم ایسے سلتے ہیں بس عمر کٹ ہی جاتی ہے۔ کچھ مسافروں کو بس منزلیں نہیں ملتیں۔ نہ جانے کیوں بچھڑ جاتے ہیں وہ لوگ جن کی یادیں بن جاتی ہیں عمر بھر کا روگ۔

عائشہ سلیم......اورنگی ٹاؤن کراچی

علی کو آتے دیکھ کر نوشین نے فوراً ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور اونچی آواز میں بولنے لگی۔

"دس از رانگ نمبر مسٹر ڈونٹ کال اگین۔"

"ہزار بار کہہ چکی ہوں کہ یہاں کوئی رابیل نہیں رہتی مگر مجال ہے جو ان گوروں... کم بختوں کے کان پر جوں تک رینگتی ہو دن میں چھ دفعہ فون کریں گے۔ رابیل سے بات کرادو‘ میں ان کی نوکرانی ہوں جو اس میم صاحب کو بلاتی پھروں۔"

"کیا ہوا ممانی‘ اتنا غصہ کیوں کررہی ہیں؟" علی حسب توقع ان کی باتیں سن چکا تھا ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

"ارے بیٹا غصہ نہ کروں تو کیا کروں؟ کبھی کسی جان کا فون آرہا ہے‘ کبھی مائیکل کا تو کبھی کرس کا‘ رابیل کے لیے دماغ خراب کرکے رکھ دیا ہے۔ اس لڑکی کی حرکتوں نے تو مجھے‘ دیکھنے میں کتنی معصوم اور بھولی بھالی ہے اور کام دیکھو تو اس کے پتا نہیں کتنے بوائے فرینڈ ہیں میم کے۔" نوشین نے تاسف زدہ لہجے میں کہا تو علی نے نرمی سے کہا۔

"تو آپ رابیل سے کہیے کہ وہ اپنے دوستوں کو اپنے موبائل سے کال کرکے اپنا موبائل نمبر دے دے تاکہ وہ آپ کے گھر کے نمبر پر بار بار کال کرکے آپ کو ڈسٹرب نہ کریں۔"

"ہاں یہی کرنا پڑے گا اب‘ تم نے کھانا کھایا بیٹا۔"

"نہیں ممانی‘ میں چینج کرلوں‘ پھر کھاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے میں شنو سے کہتی ہوں تمہارے لیے کھانا گرم کرے۔" نوشین نے مسکراتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

"تھینک یو بھابی۔" وہ مسکراتے ہوئے تشکر سے بولا۔

وہ گیسٹ روم سے باہر نکل رہا تھا تو رائنل کو پھولوں کے کنج کے بیچ بیٹھے دیکھا وہ گھٹنوں پہ بازو اور سر رکھے سوچوں میں گم تھی۔

"رائنل......" علی نے اس کے قریب جا کر اسے پکارا۔

"آپ......!" وہ چونک کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہے؟" علی نے اس سے سوال تو کرلیا مگر خجل سا بھی ہوگیا گویا وہ اس پر شک کررہا تھا' رائنل کو بہت دکھ ہوا تھا وہ کھڑی ہوگئی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تیز لہجے میں بولی۔

"ہاں ہے میرا بوائے فرینڈ مگر مائیکل' جان یا کرس نام کا کوئی لڑکا میری زندگی میں نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اپنے کسی بوائے یا گرل فرینڈ کو اس گھر کا فون نمبر دیا ہے۔ میرے فرینڈز کے پاس میرا موبائل نمبر ہے' انہیں جب بھی مجھ سے بات کرنی ہوتی ہے وہ مجھے میرے موبائل پہ کال کرلیتے ہیں۔"

"ویری گڈ۔" علی یہی کہہ سکا۔

"بات بتا ہے کیا ہے مسٹر علی!" رائنل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

اس نے اسے مسٹر علی کہہ کر مخاطب کیا تھا وہ بری طرح ٹھٹکا تھا۔

"جھوٹ بول کر انسان کسی دوسرے کا کردار داغدار نہیں کررہا ہوتا' دراصل وہ اپنے کردار کا پرچار کررہا ہوتا ہے کہ اصل میں وہ خود کیا ہے؟ انسان اپنی خامیاں' اپنی کمزوریاں اور اپنی چوریاں دوسرے میں تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ایک دم اس کوشش میں اپنا آپ گنوا بیٹھتا ہے۔ اپنی آن بان کھودیتا ہے۔ کتنا بے وقوف ہے نا انسان؟" رائنل جاچکی تھی' اپنی بات مکمل کرکے مگر علی وہیں کھڑا تھا اور نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے جانے کیا سوچ رہا تھا' اس کی باتوں سے اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ اس نے نوشین کی باتیں سن لی تھیں اور یقیناً اسے بہت دکھ بھی پہنچا تھا' اس کی سیاہ آنکھوں میں امنڈتے پانیوں کو وہ دیکھ چکا تھا۔ جبھی دل مضطرب تھا' کیوں؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔



"ڈیڈی! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" رائنل نے موقع دیکھ کر وہاب احمد سے کہا' وہ ناشتے کے بعد آفس جانے کے لیے باہر نکل رہے تھے۔

"ہاں کہو بیٹی کیا بات ہے؟" وہ رک کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیا ہم اکیلے بیٹھ کر بات کرسکتے ہیں؟"

"کیا ہوا کچھ گڑبڑ ہے کیا؟"

"جی اگر روکا نہ گیا تو بہت بڑی گڑبڑ ہوسکتی ہے' اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ تحمل سے میری پوری بات سن لیں۔" رائنل نے انہیں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"اوکے آؤ روم میں چل کر بات کرتے ہیں۔



"آخر تم اتنا اتراتے کیوں ہو؟" کرن نے غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے ذوالنون کا بازو پکڑ کر کھینچا تھا۔

"اف جنگلی بلی۔" ذوالنون کراہ کر اپنا بازو سہلاتے ہوئے بولا۔

"آخر تم سمجھتے کیا ہو خود کو آج بتا ہی دو مجھے؟" کمر پہ ہاتھ رکھے اسے کڑے تیوروں سے گھور رہی تھی۔

"تمہیں کیا مسئلہ ہے؟" ذوالنون چڑ کر بولا۔

"کبھی کوئی خوب صورت خوبرو ہینڈسم لڑکا نہیں دیکھا کیا؟"

"دیکھا ہے' دیکھ رہی ہوں' میری نظروں کے سامنے ہے۔" کرن اس کے چہرے کو بے خودی سے تکتے ہوئے بولی۔

"تو کیا نظر لگاؤ گی مجھے؟"

”نہیں نظر اتاروں گی تمہاری اگر تم بھی پیار کی نظر سے دیکھو تو۔“

”اے..... اے ہوش میں آؤ محترمہ اپنی عمر دیکھو اور اپنے ارادے دیکھو میں نہایت شریف لڑکا ہوں۔“ ذوالنون نے تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

”تو میں کون سا تم سے بدمعاشی کرنے کو کہہ رہی ہوں۔“ کرن نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

”تو آخر چاہتی کیا ہو تم؟“

”میں چاہتی ہوں کہ تم...... مجھے چاہو۔“ اس کے بے باک انداز پر وہ بوکھلا کے رہ گیا۔ کرن اس کے سینئر کرنل ابرار کی بیٹی تھی آرمی کے انداز تربیت کی وجہ سے خاصی بے باک تھی ماحول کا اثر تھا شاید۔

”کیوں؟“ ذوالنون کو جیسے بچھو نے ڈنک مارا ہو وہ چلا اٹھا۔

”تم میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں جو میں تمہیں چاہوں؟“

”محبت کی نظر سے دیکھو گے تو سرخاب کے پر بھی نظر آنے لگیں گے۔“ کرن نے سنجیدگی سے کہا تو وہ الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ گوری چٹی اٹھارہ سال کی خوب صورت لڑکی تھی' گھنگھریالے بالوں' شربتی آنکھوں سے تو بالکل کوئی گڑیا لگتی تھی۔

”تو نظر آئے؟“ کرن نے پوچھا۔

”کیا؟“ اس نے بھنویں سکیڑیں۔

”سرخاب کے پر' اتنے غور سے جو دیکھ رہے تھے مجھے۔“

”غور سے دیکھ رہا تھا محبت سے نہیں دیکھ رہا تھا۔“ ذوالنون یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا وہ اس کے پیچھے لپکی۔

”ذونی۔“ کرن نے اس کا نام پیار سے پکارا۔

”اے میرا..... نام ذوالنون ہے زیادہ فرینک ہونے کی ضرورت نہیں ہے سمجھیں۔“ ذوالنون نے رک کر شہادت کی انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے نہایت سپاٹ لہجے میں کہا۔

غزل

ہوش کب جانِ جگر آئے گا
تیرا چہرہ جو نظر آئے گا
شاخِ مژگاں پہ مری جانِ جاں
تیری یادوں کا ثمر آئے گا
کیا خبر تھی غمِ دوراں کا رنگ
غمِ جاناں میں اتر آئے گا
میرے خوابوں کا حسیں شہزادہ
لے کے خوشیوں کی خبر آئے گا
منتظر پائے گا ہم کو اپنا
جب بھی تو لوٹ کے گھر آئے گا
شام آئی تو وہ دلکش چہرہ
چاند تاروں میں نظر آئے گا

احتشام وحامد.....

”میں نے تو تمہیں پیار سے ذونی کہا ہے۔“ وہ منہ بسورتے ہوئے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے بولی۔

”میں نے تمہیں ایسا کوئی حق نہیں دیا۔“

”تو دے دو نا۔“ کرن نے معصومیت سے کہا تو ذوالنون کے دل میں ہلچل سی ہوگئی۔ وہ پچھلے ایک مہینے سے کرن کو نظر انداز کر رہا تھا۔ تنگ آ رہا تھا مگر وہ پھر بھی اس کے پیچھے چلی آتی تھی۔

”دیکھو کرن ہماری عمر اپنی تعلیم پر فوکس کرنے کی ہے ان فضولیات میں وقت برباد کرنے کی نہیں ہے۔“ وہ نرمی سے اسے سمجھانے لگا۔

”تم محبت کو فضولیات سمجھتے ہو ڈیری سیڈ جب تمہیں محبت ہوگی نا تب پوچھوں گی۔“ کرن نے غصے سے کہا اور وہ ہنسنے لگا' کرن روتی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی۔

”یار..... میں کدھر پھنس گیا؟“ وہ جھلا کر بولا۔

”میں یہاں میڈیکل پڑھنے آیا ہوں اور یہ لڑکی مجھے کوئی اور ہی سبق پڑھانا چاہتی ہے۔ کرنل ابرار کو پتا چل گیا تو وہ اپنی لاڈلی کو تو کچھ نہیں کہیں گے الٹا مجھے ہی ڈس مس کردیں گے۔ کتنی آزاد خیال فیملیز ہیں یہاں آرمی والوں

کی لڑکے لڑکیاں سب ہی ایک ڈگر پر چل رہے ہیں۔"
کرن ذوالنون سے دو سال جونیئر تھی اس کے ہیڈ کرنل ڈاکٹر ابرار ملک کی بیٹی تھی ذوالنون کی ذہانت اور شخصیت پر مرتی تھی۔ سالانہ فنکشن میں اس نے ذوالنون کے ساتھ شیکسپیئر کے ڈرامے "رومیو جیولیٹ" میں اداکاری کی تھی۔ دونوں ہیرو ہیروئن تھے۔ ان کا وہ ڈرامہ بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ دونوں بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔ رومیو جیولیٹ کے گیٹ اپ میں سب حاضرین نے ان کی اداکاری کو بہت سراہا تھا۔ ذوالنون چونکہ لندن کی ڈگری لے کر آیا تھا کچھ اس لیے بھی اس کا انداز لب ولہجہ انگریزی تھا اور ایک کرن ہی کیا کالج کی کئی لڑکیاں اس پہ دل ہار گئی تھیں مگر ذوالنون کی دوستی صرف عبید اور کریم سے تھی۔ کرن تو تب سے اس کے آگے پیچھے پھر رہی تھی جب سے انہوں نے رومیو جیولیٹ کا کردار کیا تھا۔ کرن کو تو دن رات سوتے جاگتے ذوالنون ہی دکھائی دیتا تھا۔ وہ اسی کے خواب دیکھتی رہتی مسکراتی رہتی۔ وہ ذوالنون کو پیار بھری شاعری ایس ایم ایس کرتی وہ کوئی جواب نہ دیتا بلکہ اسے سمجھاتا کہ خوابوں کی دنیا سے باہر نکل آؤ زندگی ناولز اور ڈراموں کے حساب سے نہیں اپنے حالات کے حساب سے گزارنا پڑتی ہے۔ مگر کرن کے سر پہ تو اس کے پیار کا بھوت سوار تھا وہ بھلا کہاں سمجھتی تھی ان باتوں کو وہ تو ان خوابوں میں ہی جینا چاہتی تھی جن میں ذوالنون اس کے ساتھ ہوتا تھا۔



نگین کو جاوید کا میسج موصول ہوا تھا۔ اسے "ڈائیوو بس سروس" کے اڈے پر پہنچنا تھا اور نگین نے نوشین اور وہاب احمد کو یہی بتایا تھا کہ یونیورسٹی بس سے جانا ہے۔ سب اسٹوڈنٹس یونیورسٹی جائیں گے وہاں سے ایک ساتھ روانہ ہوں گے۔ وہ گھر سے اکیلی جانا چاہتی تھی۔ گھر پر اس وقت سب ہی موجود تھے۔

"ہاں بھئی نگی تیار ہو۔" وہاب احمد نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا نگین نے ایک بڑا سوٹ کیس اور ایک چھوٹا سفری بیگ پکڑ رکھا تھا۔

"جی ڈیڈی۔" وہ کچھ گھبرا رہی تھی۔

"چلو میں تمہیں یونیورسٹی تک ڈراپ کر دیتا ہوں تمہارے پرنسپل اور پروفیسر فواد مرزا سے بھی اس بہانے ملاقات ہو جائے گی۔"

"نن...... نہیں ڈیڈ آپ کیوں تکلیف کر رہے ہیں میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں گی۔" نگین نے ہکلاتے ہوئے کہا اس کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

"بیٹا تکلیف کیسی میرا فرض ہے تمہاری حفاظت کرنا تمہیں صحیح راستے پر لے جانا آؤ شاباش۔"

"ڈیڈ میں کوئی بچی تو نہیں ہوں کہ آپ مجھے انگلی پکڑ کر اسکول یونیورسٹی چھوڑنے جائیں میں اب بڑی ہو گئی ہوں اور خود جا سکتی ہوں۔" نگین نے تیز اور قدرے گستاخ لہجے میں کہا علی اور راحیل کو اس کا یہ انداز قطعی نہ بھایا۔

"دکھ تو اسی بات کا ہے بیٹی کہ تم بڑی ہو گئی ہو تم جیسی بیٹی کو تو پیدا ہوتے ہی مر جانا چاہیے تھا۔" وہاب احمد کے اس جملے نے نہ صرف نگین کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی بلکہ سب گھر والوں کے سر پر بھی حیرتوں کے پہاڑ توڑ دیئے تھے۔ نگین کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ کر نیچے گر گیا تھا۔ وہ بری طرح ٹپٹا چکی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو وہاب احمد؟"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)




محبت دل کا سجدہ ہے

حصہ دوم

> کھیل ہیں یہ سارے مقدر کے
> نہ رہے گھر اور نہ رہے در کے
> کس سے ہم قصۂ الم کہتے
> لوگ سارے ملے تھے پتھر کے

(حصہ اول کا خلاصہ)

وہاب احمد کا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس ہے۔ان کی بیگم نوشین غیر مہذب خاتون ہیں۔ گھر میں آئے دن مختلف پارٹیز کرانا ان کا شوق ہے نوشین کو وہاب احمد سے چڑ ہے جبکہ وہاب احمد ہر طرح سے نوشین بیگم کا خیال رکھتے ہیں۔ تیمور حسن اور وہاب احمد دونوں ہم زلف ہیں کچھ عرصہ پہلے وہاب احمد کو بزنس میں نقصان ہوا تو تیمور حسن نے انہیں سہارا دیا اور ساتھ ہی اپنا بنگلہ بھی رہنے کے لیے دے دیا تھا۔ جس میں ابھی وہاب احمد اپنی فیملی کے ساتھ رہ رہے ہیں جبکہ تیمور حسن اپنی فیملی کے ساتھ لندن چلے گئے ہیں۔ وہاب احمد کے تین بچے ہیں نگین، ذوالنون اور نوفل ہیں۔ نگین یونیورسٹی میں پڑھتی ہے اور ایک لڑکے جاوید کو پسند کرتی ہے۔ ذوالنون اپنی اسٹڈی اور ٹریننگ کے سلسلے میں اسلام آباد میں ہے نوفل کالج کا طالب علم ہے اور بری صحبت نے اسے بگاڑ دیا ہے۔ وہاب احمد کا بھانجا علی بھی پڑھنے اور نوکری کے سلسلے میں وہاب ہاؤس میں رہتا ہے۔ تیمور حسن اپنی فیملی کے ساتھ حج پر جانا چاہتے ہیں مگر رانیل کا ویزا نہیں لگتا اس لیے وہ اسے وہاب احمد کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ نوشین کا رویہ رانیل کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے انہیں رانیل کا وہاب ہاؤس آنا پسند نہیں آیا وہ چاہتی ہیں کہ رانیل کسی بھی طرح یہاں سے واپس چلی جائے رانیل کو ان کا رویہ دکھ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ نوفل رانیل کو اپنے دوستوں سے ملوانے لے جاتا ہے نوفل کے دوستوں سے مل کر رانیل کو بہت غصہ آتا ہے اور وہ غصہ سے گھر آ جاتی ہے۔ نگین جاوید کے ساتھ بھاگنے کا پلان بناتی ہے اور گھر سے زیورات اور وہاب احمد کی الماری سے دو لاکھ کیش بھی نکال لیتی ہے۔ کرن ذوالنون کی محبت میں گرفتار ہے لیکن ذوالنون اسے پڑھائی پر توجہ دینے کے لیے کہتا ہے اور اسے سمجھاتا ہے کہ ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

"دکھ تو اسی بات کا ہے بیٹی کہ تم بڑی ہوئی ہو تم جیسی بیٹی کو تو پیدا ہوتے ہی مر جانا چاہیے تھا۔" وہاب احمد کے اس جملے نے نہ صرف نگین کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی بلکہ سب گھر والوں کے سر پر بھی حیرتوں کے پہاڑ توڑ دیئے تھے۔ نگین کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ کر نیچے گر گیا تھا۔ وہ بری طرح شپٹا چکی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو وہاب احمد؟" نوشین نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں میں وہ بیٹی جو باپ کی عزت کو پاؤں تلے روند کے چلی جائے۔ اس کے لیے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟" وہاب احمد نے بہت ضبط سے کہا۔

"آپ بتائیں گے بھی کہ آخر ہوا کیا ہے؟" نوشین نے چلا کر پوچھا تو وہ غصے سے نگین کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"اپنی اس لاڈلی بیٹی سے پوچھو کہ یہ کہاں جا رہی ہے؟"

"آپ جانتے ہیں یہ اپنے کلاس فیلوز اور اساتذہ کے ساتھ یونیورسٹی سے اسٹڈی ٹرپ پر جا رہی ہے۔"

"جھوٹ بولا ہے اس نے ڈھول جھونکی ہے ہم سب کی آنکھوں میں یونیورسٹی سے کوئی اسٹڈی ٹرپ نہیں جارہا میں نے فون کرکے معلوم کرلیا ہے۔" وہاب احمد کی بات پر نگین کا بدن خوف سے کانپنے لگا۔ حلق میں کانٹے اگ آئے اس کا جھوٹ پکڑا گیا تھا۔

"کیا.....؟" نوشین کو جھٹکا سا لگا۔ "تو پھر کہاں جارہی تھی یہ..... یہ سب تیاری کہاں جانے کی تھی؟"

"یہ گھر سے بھاگ رہی تھی ایک لڑکے کے ساتھ۔"

"کیا.....؟" نوشین کی تو حیرت کے مارے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"اور نوشین بیگم کل جو دو لاکھ کیش رقم میں نے لاکر اپنی الماری میں رکھی تھی وہ بھی الماری سے غائب ہے۔"

"مم..... میں نے نہیں چرائے آپ کے دو لاکھ۔" نگین نے ہکلاتے ہوئے کہا تو وہ تلخی سے بولے۔

"اچھا! میں نے ابھی تمہارا نام بھی نہیں لیا اور چور خود ہی وضاحت کرنے لگا۔"

"یہ حرکت ضرور آپ کی لاڈلی رابیل کی ہوگی اور نام میری بچی کا لگایا جارہا ہے۔" نوشین نے رابیل کی طرف توپوں کا رخ موڑا۔

"اچھا ابھی معلوم ہوجائے گا کہ یہ حرکت کس کی لاڈلی نے کی ہے؟ ذرا نگی کا سامان چیک کرو تلاشی لو اس کے سامان کی نہ صرف میرے دو لاکھ برآمد ہوں گے بلکہ اور بھی بہت کچھ نکلے گا اس کے سامان سے۔" وہاب احمد نے غصیلے لہجے میں کہا تو نگین رونے لگی۔ نوشین نے کانپتے ہاتھوں سے نگین کا سفری بیگ کھولا تو اس میں سے نہ صرف دو لاکھ روپے نکلے بلکہ نوشین کے زیورات اور جو زیورات اس نے نگین کے لیے بنوا کے رکھے تھے وہ بھی اس بیگ سے برآمد ہوئے تھے۔ نوشین تو صدمے سے ڈھے سی گئی تھیں۔ اس کی اپنی بیٹی نے اس کا غرور خاک میں ملادیا تھا۔ سب کی نظروں میں گرادیا تھا۔

"کیوں اب آیا یقین؟" وہاب احمد نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا تو وہ پھر بھی رابیل کو بیچ میں گھسیٹنے سے باز نہ آئیں۔

"یہ یقیناً رابیل کی سازش ہے۔"

"ہاں یقیناً یہ رابیل ہی کی سازش ہے کہ اس نے تمہاری بیٹی کے ان کرتوتوں پر سے پردہ اٹھادیا اس کے جھوٹ کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اس گھر کی عزت کو نیلام ہونے سے بچالیا۔ رابیل نہ ہوتی‘ نہ کرتی یہ سب تو آج تمہاری یہ بیٹی ہمارے چہروں پر کالک مل کے چلی بھی گئی ہوتی اس خبیث جاوید کے ساتھ۔"

"جاوید۔" نوشین نے وہاب احمد کی زبان سے جاوید کا نام سنا تو اسے یقین آگیا کہ اس کی بیٹی ہی قصوروار ہے اور رابیل کا اس سارے معاملے میں کوئی قصور نہیں‘ کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ اس کا تو احسان ہے ان پر کہ اس نے انہیں رسوا ہونے سے بچالیا۔

"ہاں اور اگر اب بھی تم دونوں ماں بیٹی اپنے جرم سے انکاری ہو تو یہ ثبوت بھی دیکھ لو یہ تصویریں اور یہ ایس ایم ایس جو جاوید کے نمبر سے نگین کو کیا گیا اور نگین کا جوابی ایس ایم ایس بھی ملاحظہ کرو۔ یہ بس کے اڈے پر جارہی تھی‘ جبھی تو اکیلی جانا چاہتی تھی۔ جاوید سے کورٹ میرج کرکے ہنی مون کا پلان تھا اس اسٹڈی ٹور کے پیچھے۔" وہاب احمد نے رابیل کے دیے ہوئے تمام ثبوت اس کے سامنے رکھ کر غصے سے کہا ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ نگین کو کڑی سزا دیتے مگر وہاب تھے ضبط کی انتہا پر تھے۔

"نگین تم جس شخص کے ساتھ بھاگنے کی پلاننگ کررہی تھیں ناں وہ اس وقت حوالات میں "ہنی مون" منارہا ہے۔ کل جیل بھیج دیا جائے گا اسے کیونکہ اسے کل رات کسی لڑکی کے ساتھ ایک ہوٹل سے گرفتار کیا گیا تھا وہاں اس کی منگیتر بھی پہنچ گئی تھی اور ان دونوں کے بیچ خوب جھگڑا ہوا تھا۔ جس کے نتیجے میں جاوید نے اپنی منگیتر کو گولی مار کر ہلاک کردیا تھا تم نے شاید آج کا اخبار نہیں پڑھا پڑھ لیتا اس میں جاوید کی شرافت کی ساری داستان رقم ہے اس کا تو پیشہ ہی یہ تھا لڑکیوں کو پیار کا جھانسہ دے کر دولت‘ عزت لوٹ کر نئے شکار کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتا مگر اس بار وہ اپنے پیروں پر

کھڑا نہیں ہوسکے گا آئی جی مسٹر جمشید نے اس کے خلاف تمام ثبوت اکٹھے کرلیے ہیں اور تمہیں رائنل کا اور اپنی دوست ذرین کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے مل کر ہمیں اس ذلت اور مصیبت سے بچالیا۔ رائنل نے بیٹی ہونے کا حق ادا کردیا' بہن ہونے کا فرض نبھایا ہے۔ اب بھی اگر تم دونوں کا احساس زندہ نہیں ہوتا تو تف ہے تم پر۔" وہاب احمد کے پے درپے کیے جانے والے انکشافات نے جہاں ان کو حیران کردیا تھا وہاں نگین اور نوشین کو بولنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا' نگین تو جاوید کی حقیقت جان کر خوف سے لرز اٹھی تھی۔ اسے احساس ہورہا تھا کہ وہ کتنی بڑی اور سنگین غلطی کرنے جارہی تھی۔ ایک فریب کے پیچھے بھاگ رہی تھی' ایک جھوٹے شخص پر اپنے سچے جذبے لٹانے چلی تھی۔ اپنے آپ کو اتنی آسانی سے اس شخص کو سونپ رہی تھی جو اسے استعمال کررہا تھا۔ احساس ذلت' احساس رسوائی اور احساس ندامت نے بیک وقت اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا تھا۔

"جاؤ اپنے کمرے میں اور اس وقت تک مجھے اپنی شکل مت دکھانا جب تک تمہیں اپنی غلطیوں کا احساس نہ ہوجائے۔ جاؤ اس سے پہلے کہ میں بھول جاؤں کہ تم میری بیٹی ہو اور میں کچھ غلط کربیٹھوں' چلی جاؤ میری نظروں سے دور۔" وہاب احمد نے غصیلے اور درشت لہجے میں نگین سے کہا تو وہ روتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ نوشین' زیورات اور رقم اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ نوفل غصے سے مٹھیاں بھینچتا باہر نکل گیا۔ علی بھی لاؤنج کی طرف چل دیا۔

"رائنل بیٹی' تمہارا یہ احسان میں ساری زندگی نہیں اتار سکوں گا' جیتی رہو سدا خوش رہو۔ مجھے فخر ہے تم میری بیٹی ہو۔ خوش رہو اللہ تمہیں ہر سکھ نصیب کرے..... آمین۔"

وہاب احمد نے رائنل کے ماتھے پر پیار سے بوسہ دیا۔

"تو یہ بات تھی جو تم نگین کے بارے میں مجھ سے کرنا چاہ رہی تھیں۔" علی نے رائنل کے لاؤنج میں آنے پر سنجیدگی سے کہا۔

"جی....."

"تم تو واقعی بہت جینئس ہو بہت سمجھ داری سے سارا معاملہ سنبھالا ہے تم نے آئی ایم امپریسڈ۔" علی نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے ایمان داری سے کہا۔

"آئی ایم سوری' میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکا۔" علی کا اشارہ نگین والے معاملے کی طرف تھا' وہ سمجھ گئی تھی۔

"اٹس اوکے' ویسے بھی میں کچھ اچھا کرنے کے لیے کسی کی مدد کا انتظار نہیں کرتی' اللہ کا نام لے کر کام شروع کردیتی ہوں۔ کامیابی آپ ہی آپ ملتی چلی جاتی ہے۔" رائنل نے سنجیدگی سے جواب دیا' علی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"ایکسکیوز می۔" علی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ جانے کیوں رائنل کو محسوس ہورہا تھا کہ اگر وہ زیادہ دیر وہاں اس کے سامنے بیٹھی رہے گی تو پگھل جائے گی۔ اس کے دل میں عجیب سی کھلبلی مچ گئی تھی۔ دل بہت تیز تیز دھڑک رہا تھا' آنکھیں بند کیں تو آنکھوں میں بھی علی کی صورت سمائی تھی' اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

نوشین بیگم نگین کے کمرے میں آندھی طوفان کی طرح داخل ہوئیں۔ نگین بیڈ پر بیٹھی تھی اسے دیکھ کر کھڑی ہوگئی۔

"ماما....." نگین کے لب ہلے اور ساتھ ہی نوشین کا زوردار طمانچہ اس کے رخسار کو دہکا گیا' وہ لڑکھڑا کر بیڈ پر گرگئی۔

"مرگئی تمہاری ماما' میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میری بیٹی ہوکر اتنی گری ہوئی حرکت کرسکتی ہو۔"

"آپ کی بیٹی ہوں جبھی تو یہ گری ہوئی حرکت کی ہے۔" نگین بھی غصے سے بھڑک کر بولی۔

"شٹ اپ۔" نوشین غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے بولی۔

"تم اس دو ٹکے کے لفنگے جاوید کے لیے ہماری ناک کٹوانے چلی تھیں۔ باپ کی محنت کی کمائی سب کچھ اس فراڈیے پر لٹانے چلی تھیں۔ ڈوب مرو شرم سے آج اگر رائنل نہ ہوتی تو تم تو نکل گئی تھیں ہمارے ماتھے پر بدنامی کا دھبہ لگا کر وہ لڑکی جس سے میں شدید نفرت کرتی ہوں اس

لڑکی کا احسان مند بنا دیا تم نے مجھے۔ میں اسے برا اور بدنام ثابت کررہی تھی الٹا اس نے ثابت کردیا کہ برا اور بدنام ہمارا چلن ہے۔"

"تو دیکھ لیا نا مام! تقدیر کا کھیل! اللہ تو دیکھ رہا ہے نا کہ جھوٹا کون ہے اور سچا کون ہے؟" تمکین نے زخمی سی ہنسی ہنس کر کہا۔

"بکواس بند کرو یہ سکھایا ہے میں نے تمہیں! جھوٹ کی تربیت دی ہے میں نے تمہیں۔" نوشین غصے سے بولیں۔

"ہاں یہی کچھ سکھایا ہے آپ نے ہمیں' جھوٹ' بے پروائی' رشتوں کی پامالی' غیر مردوں سے دوستی اور گھر میں نفرت اور ناقدری کے مظاہرے...... یہی کچھ سکھایا ہے آپ نے مجھے۔ بیٹیاں تو ماں کا ہی عکس ہوتی ہیں ناں۔ میں نے وہی کیا ہے مام! جو آج تک آپ کو اس گھر میں کرتے دیکھا ہے۔ ڈیڈی بہت اچھے ہیں مگر آپ نے کبھی ان کی قدر نہیں کی۔ آپ نے ہر وہ کام کیا جو ڈیڈی کو پسند نہیں تھا۔ کتنا خیال رکھتے ہیں وہ آپ کا' ہم سب کا مگر ہم سب نے انہیں ہمیشہ مایوس ہی کیا ہے۔ دکھ ہی دیا ہے' آپ کی مسکراہٹ باہر لوگوں کے لیے غیر مردوں کے لیے ہے' اپنے شوہر کے لیے آپ کے پاس ایک سچی مسکراہٹ تک نہیں ہے۔ آپ نے ہمیں ڈیڈی کے خلاف کیا' ڈیڈی تو ہم سے بہت پیار کرتے ہیں۔ آج میں انتہائی غلط قدم اٹھانے جارہی تھی تو اس کے پیچھے بھی آپ کی تربیت اور نیت کارفرما تھی۔"

"کیا بک رہی ہو تم؟" نوشین نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

"ٹھیک بک رہی ہوں' رائل ٹھیک کہتی ہے کہ ہم اپنے ماحول کا تربیت کا عکس ہوتے ہیں۔ ہم وہی کرتے ہیں جو ہمیں ماں سکھاتی ہے آپ نے یہی کچھ سکھایا ہے اپنی اولاد کو تو پھر غم و غصہ کس بات پر ہے مام؟" تمکین نے سنجیدگی سے کہا تو نوشین پیچ و تاب کھاتی باہر نکل گئیں۔

"ناک میں دم کردیا ہے اس لڑکی نے دیکھنا میں اس لڑکی کے ساتھ کرتی کیا ہوں؟ میری اولاد آج مجھے ہی طعنے دے رہی ہے سب اس رائل کی وجہ سے ہوا ہے' سمجھ رہی ہوگی کہ میں اس کا شکر بجالاؤں گی ہونہہ! اس کی تو میں ایسی بینڈ بجاؤں گی کہ ساری زندگی یاد رکھے گی۔" نوشین غصے سے آگ بگولہ سوچ رہی تھیں اور اس کا دماغ ایک نئی سازش کا جال بن رہا تھا۔

❁❁......❁......❁❁

"کہاں ہو تم مسٹر ہینڈسم؟" کرن لال بھبوکا ہوئی اس کے روم میں آئی تھی۔ وہ بالکونی میں تھا موبائل پر گھر بات کررہا تھا اور کھانا ٹیبل پر لگا تھا۔ کرن کرسی کھسکا کر وہیں بیٹھ گئی اور کھانا کھانے لگی چکن بریانی اور سلاد تھا۔ ذوالنون بات کرنے کے بعد کمرے میں آیا تو کرن کو اپنے کمرے میں دیکھ کر ہل کے رہ گیا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یوں کسی دن اس کے کمرے میں بھی آسکتی ہے۔

"تم...... یہاں کیا کررہی ہو؟"

"دیکھ نہیں رہے بریانی کھا رہی ہوں۔" کرن کا اطمینان قابل دید تھا' اور ذوالنون کو اپنی ریپوٹیشن خراب ہونے کا خدشہ تھا۔

"یہ بریانی بھی میری ہے اور روم بھی میرا ہے' چلو نکلو یہاں سے کسی نے دیکھ لیا تو میری کیا عزت رہ جائے گی؟"

"تمہیں اپنی عزت کی فکر ہے اور میری عزت کی کوئی پروا نہیں۔" وہ بریانی کھاتے ہوئے بولی۔

"تمہیں خود ہی پروا نہیں ہے اپنی عزت کی ورنہ تم میرے روم میں کبھی نہ آتیں۔"

"کیا مطلب؟ تم اتنے بدنیت اور میلی نظر کے مالک لگتے تو نہیں ہو' میں تو تمہیں شریف لڑکا سمجھتی ہوں تم خود بھی یہی کہتے ہو نا۔"

"کرن تم بہت اچھی لڑکی ہو خود کو اس طرح بے مول مت کرو۔ اور جب کسی کو پسند کرتے ہیں' کسی سے پیار کرتے ہیں تو خود کو اس کی مرضی اور اس کی پسند کے مطابق ڈھالنے کی کوشش بھی تو کرنی چاہیے نا' یہی تو حقیقی محبت ہے' تم جیسا چاہتی ہو' میں ویسا چاہوں یہ ضروری تو نہیں ہے۔ تم نے مجھے چاہا تو جواباً میں بھی تمہیں چاہوں یہ تو کوئی

محبت نہ ہوئی۔ آئی نو زندگی محبت کے بغیر کچھ نہیں' سب کو محبت دینی چاہیے سب کو اپنی محبت سے سرشار کرو' سب میں محبت بانٹو مگر واپسی کی امید مت رکھو۔" ذوالنون نے نہایت سنجیدگی سے اسے سمجھایا۔

"تو تمہاری طرف سے میں جواب یہی سمجھوں۔" کرن نے بہت مایوسی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو ہنس پڑا وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"مذاق مت اڑاؤ میرا۔"

"ارے میری یہ مجال کہ میں آپ جیسی پری زاد لڑکی کا مذاق اڑاؤں۔ تو وئے تمہیں پتا ہے مجھے مشرقی انداز واطوار میں ڈھلی شریک حیات کی خواہش ہے' بیوی ایسی ہو جو بہت اچھا کھانا پکا سکتی ہو' اپنے گھر کو سجانا سنوارنا جانتی ہو' رشتوں کو آپس میں جوڑے رکھنے کا گر جانتی ہو' بہت سلجھی ہوئی اور پڑھی لکھی ہو' اللہ جی سے بھی اس کی خوب دوستی ہو' کیئرنگ ہو' جیسی میری خالہ جان ہیں وہ لندن میں رہتی ہیں لیکن اپنی مشرقیت اپنا مذہب ان کے ہر عمل میں چھلکتا ہے۔ وہ ہر کام میں اس بات کا خیال رکھتی ہیں کہ کچھ غلط نہ ہو جائے۔" ذوالنون نے اشمین کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"ایسی لڑکی تم اپنے لیے آرڈر پر بنوالیتا گئے وہ زمانے جب تمہاری خالہ جیسی اللہ میاں کی گائے ملا کرتی تھیں۔ یہ اکیسویں صدی ہے مسٹر ذوالنون اب آپ کو اچھی لڑکی ہی مل جائے تو غنیمت سمجھیں۔ جا رہی ہوں میں اور آئندہ تمہارے پیچھے بھی نہیں آؤں گی۔" کرن نے بہت سپاٹ اور سخت لہجے میں کہا۔

"ارے ہم اچھے دوست تو ہیں ناں دوستی بھی ختم کر رہی ہو کیا؟"

"دوستی کے بعد محبت ہو سکتی ہے مگر محبت کے بعد دوستی نہیں' صرف دوستی نہیں مسٹر ذوالنون' کیونکہ دوا موت سے پہلے دی جاتی ہے موت کے بعد نہیں۔" کرن نے اس کے چہرے کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور اس کمرے سے تیزی سے باہر نکل گئی۔

"او گاڈ!" ذوالنون نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے گہرا سانس لبوں سے خارج کیا۔

❁ ❁ ..... ❁ ..... ❁ ❁

"ہائے رائبل۔" زرین اس سے ملنے وہاب لاج آئی تھی۔

"السلام علیکم زرین آپی' کیسی ہیں آپ؟" رائبل نے خوش دلی سے اس سے گلے ملتے ہوئے سلام دعا کی۔

"بہت خوش ہوں' کہ ہم نے اپنی دوست کو برباد ہونے سے بچالیا' شکر ہے اللہ کا۔"

"السلام علیکم علی بھائی۔" رائبل نے چونک کر زرین کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا' علی روش پر سے گزر رہا تھا' یہ دراصل گیسٹ روم کی طرف جاتا تھا۔

"وعلیکم السلام کیا حال ہے سسٹر؟" علی نے اخلاقاً رک کر مسکراتے ہوئے اس کی خیریت دریافت کی۔

"بالکل ٹھیک ہوں تھینکس۔"

"او کے آپ لوگ باتیں کریں مجھے کچھ کام ہے۔" علی نے مسکرا کر کہا اور آگے بڑھ گیا۔ رائبل کے دل کی دھڑکن بھی بڑھ گئی تھی۔

"ہائے کیا پرسنالٹی ہے علی بھائی کی' مگر مجال ہے جو کسی لڑکی سے فرینک ہو جائیں۔ لڑکیاں تھک کر ہار مان کر انہیں بھائی کہنے پر مجبور ہو جاتی ہیں میری طرح۔" زرین نے سرد آہ بھر کر اس انداز سے کہا کہ رائبل بے ساختہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ علی نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے یوں ہنستے دیکھا تو لمحے بھر کو تو ساکت سا کھڑا دیکھتا ہی رہ گیا۔ کتنی دلکش تھی اس کی ہنسی اور جب سے وہ یہاں آئی تھی شاید پہلی بار کھل کر ہنس رہی تھی۔

"رائبل ایک غیر معمولی لڑکی ہے۔ بہت کیئرنگ اور سویٹ بھی۔ ممانی نجانے کیوں اس معصوم کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہیں انہیں تو اب رائبل کا احسان مند ہونا چاہیے کہ اس کی سمجھداری کی وجہ سے ان کی بیٹی گھر سے بھاگنے سے رسوا ہونے سے بچ گئی۔ رائبل اگر ان کی زیادتیوں کا بدلہ لینا چاہتی تو بہت آسان تھا اس کے لیے

کہ جو نگین کرنے جارہی تھی اسے کرنے دیتی مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور نگین کو اپنی بہن سمجھتے ہوئے اس گھر کی وہاب ماموں کی عزت کو اپنی عزت سمجھتے ہوئے کچھ بھی برا ہونے سے بچالیا۔

علی نے دل میں سوچا اور ساتھ ساتھ اپنا سوٹ کیس پیک کیا۔ وہ تین چار دن کے لیے اسلام آباد اپنے گھر جارہا تھا۔ ضروری کام بھی تھا اور امینہ اور عثمان بیگ بھی اسے یاد کررہے تھے۔ اس کی فلائیٹ شام پانچ بجے کی تھی اور اس وقت پونے تین بج رہے تھے۔ وہ نوشین کو اپنے جانے سے آگاہ کرکے خدا حافظ کہہ کر باہر آیا تو رانیل کو لان میں ٹہلتے دیکھا۔

"رانیل میں اسلام آباد جارہا ہوں تمہیں کچھ منگوانا ہو تو بتاؤ۔" علی نے جانے کیوں اس سے ایسا کہا مگر رانیل کو خوش گوار حیرت ہوئی تھی ان کے پوچھنے سے وہ مسکرادی۔

"نہیں تھینک یو ویری مچ۔"

"اوکے گڈ بائے۔" علی نے مسکرا کر کہا اور جانے کے لیے مڑا۔

"آپ واپس کب آئیں گے؟" رانیل کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔ علی کے آگے بڑھتے قدم رک گئے اس نے گردن گھما کر دیکھا تو وہ اس کے دیکھنے پر خجل سی ہوکر نظریں جھکا گئی۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو گھبراہٹ میں آپس میں پیوست کرتی الگ کرتی وہ علی کو بہت بھلی لگی۔

"آئی ایم سوری مجھے آپ سے یہ نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔" رانیل نے اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتے ہوئے خجالت سے کہا۔

"اٹس اوکے، میں ان شاء اللہ تین چار دن تک لوٹ آؤں گا تم اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔" علی نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"اللہ حافظ۔" رانیل نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے کہا اور جب تک علی کی گاڑی گیٹ سے باہر نہیں نکل گئی وہ اسے دیکھتی رہی تھی۔ اسے لگا جیسے اس کا دل بھی علی اپنے ساتھ ہی لے گیا ہو۔ وہ اپنے دل کی بدلتی کیفیت پر حیران بھی تھی اور شاداں بھی تھی۔ نوشین کی زبان کے زخم اسے علی کی یاد اور علی کے خیال سے بھرتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ چپکے سے ایک شرمیلی مسکان اب بھی اس کے ہونٹوں پہ آ ٹھہری تھی۔



کرن نے اپنے جذبوں پر بند باندھ لیا تھا ایسا نہیں تھا کہ اس نے ذوالنون کی چاہ چھوڑ دی تھی بلکہ یہ چاہت تو ہر گزرتے دن کے ساتھ اور گہری ہوتی جارہی تھی۔ بس ذوالنون کے سامنے اب وہ ایک کالج فیلو کے انداز میں ہی رہتی تھی۔ کہیں سامنا ہوجاتا تو حال احوال پوچھ لیا۔ دل جلتا تھا کہ وہ اتنی دوریاں کیوں رکھتا ہے اپنے اور اس کے بیچ ہمیشہ اتنے فاصلوں سے کیوں ملتا ہے؟ کبھی کچھ کہتا کیوں نہیں ہے؟ کوئی ایسی بات جس سے اسے لگے کہ وہ اسے یاد کرتا ہے اہمیت دیتا ہے اسے اپنے لیے خاص سمجھتا ہے۔

وہ بریک کے دوران لان میں بیٹھی تھی۔ ذوالنون اسے دیکھ کر وہیں چلا آیا۔ کرن اسے اپنا تصور ہی سمجھ رہی تھی۔

"ہیلو! کیا حال ہے؟"

"مصروف زندگی میں تیری یاد کے سوا
آتا نہیں ہے کوئی میرا حال پوچھنے"

کرن نے بے خودی کے عالم میں اسے دیکھتے ہوئے شعر پڑھا۔

"ارے میں پوچھ تو رہا ہوں تمہارا حال؟" وہ ہنستے ہوئے بولا تو جواب میں کرن نے پھر شعر پڑھا۔

دل دکھایا کریں اجازت ہے
بھول جانے کی بات مت کرنا
تجھے بھولنے کو اک پل چاہیے
وہ پل کہ جسے موت کہتے ہیں لوگ!

ذوالنون نے اس کی شرمگیں آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواباً یہ شعر پڑھا تو کرن کے اندر جیسے بجلی سی کوندی تھی۔ آنکھیں جھپک جھپک کر اسے دیکھ کر جیسے اس کی اپنی سامنے موجودگی کا یقین کررہی ہو۔

"ارے یار اب میں اتنا بھی کٹھور نہیں ہوں جتنا تم

مجھے بھتی ہو۔" وہ اس کے یوں دیکھنے پر بولا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہیں کیا سمجھتی ہوں؟" کرن نے حقیقت میں لوٹتے ہوئے معنی خیز جواب دیا۔

"ہاں تو یہ تمہارا ہی قصور ہے میں نے تو نہیں کہا تھا کہ مجھ سے پیار کرو۔" ذوالنون نے کہا۔ "بہت سے لوگ ملیں گے تمہیں ابھی زندگی میں اتنی جلدی دل کو پابند مت کرو۔ میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں' تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں مگر تمہیں اپنا پابند نہیں بنانا چاہتا' میں نہیں چاہتا کہ تم ٹین ایج کے جذباتی فیصلے میں اپنی عمر گنواؤ' تمہارے سامنے تو اچھے لڑکوں کی رشتوں کی قطاریں لگ جائیں گی' تم اتنی حسین ہو کہ کوئی بھی لڑکا تمہاری خواہش کرسکتا ہے۔ مگر ابھی صحیح وقت نہیں ہے۔ مناسب عمر نہیں ہے۔" ذوالنون نے ایک بار پھر اسے رسان سے سمجھایا' وہ سبز گھاس کے تنکے توڑتے ہوئے بولی۔

"ہاں شاید تم ٹھیک کہتے ہو مگر محبت کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔" کرن نے ہنس کر کہا تو وہ اپنا سر پکڑ کر رہ گیا۔ اسے کرن کی دیوانگی سے خوف آرہا تھا۔ ذوالنون بلاشبہ خوش شکل نوجوان تھا۔ پانچ فٹ آٹھ انچ قد اور بھرا بھرا جسم' نوچی کٹ بالوں میں ایک دم ہیرو لگتا تھا۔ کالج کی لڑکیاں اسے سراہے بنا نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ ذہین تھا' ٹاپ کرنے والا بہترین اسٹوڈنٹ تھا' اساتذہ کا بھی منظور نظر تھا۔ کرن لاکھ نا چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف کھنچی چلی آئی تھی۔ کرن کو اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

❁ ❁ .... ❁ .... ❁ ❁

نگین اس دن کے بعد سے کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے رہ رہ کر اپنی کم عقلی اور نادانی پر غصہ آرہا تھا۔ اپنی اس حد تک جانے والی حرکت پر ندامت کا احساس اسے مارے جارہا تھا۔ ایک فلرٹ اور لالچی' ہوس کے پجاری شخص کے لیے اپنے جذبے لٹانے اور اپنے گھر والوں کی عزت داؤ پر لگانے کا احساس اسے اندر ہی اندر کچوکے لگا رہا تھا۔ جاوید کی اصلیت اس نے اخبارات میں پڑھ لی تھی۔ اسے اپنی منگیتر کے قتل کے الزام پر پھانسی کا امکان تھا اور اللہ کا شکر ہوا کہ ذرین کے والد آئی جی جمشید نے جاوید کے موبائل فون سے نگین کا سیل نمبر اور ایس ایم ایس ڈیلیٹ کردیے تھے اور رائبل کے کہنے پر ہی انہوں نے نگین کے نمبر پر میسج کیا تھا تاکہ رائبل بھی گھر والوں کے سامنے نگین کو اس غلط اقدام سے روک سکے۔ اس نے وہاب احمد کو سب کچھ بتادیا' دکھا اور سنا دیا تھا۔ جبھی سب کچھ حسب توقع ہوتا چلا گیا۔ مگر اب نگین نظریں نہیں ملا پارہی تھی' وہ تو خود اپنی ہی نظروں میں گر گئی تھی۔ رو رو کر اس نے اپنی حالت خراب کرلی تھی۔ رائبل کچھ سوچ کر ہمت کرکے اس کے کمرے میں آگئی۔ نگین بیڈ پر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی تھی۔ رائبل اس کے سامنے ہی بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ نگین نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو دھیمی آہستگی سے بولی۔

"آئی ایم سوری!"

"تم کیوں معافی مانگ رہی ہو؟ معافی تو مجھے مانگنی چاہیے تم سب سے' میں نے سب کا مان توڑا ہے' شرم سے سر جھکایا ہے' خاص کر ڈیڈی کو بہت دکھ دیا ہے' میں نے۔" نگین نے جھجکتے لہجے میں ندامت سے کہا۔

"آپ کو احساس ہوگیا ہے ناکہ آپ نے سب غلط کیا تو پھر تو سب ٹھیک ہوگیا۔ احساس ندامت ہو اور آنکھوں سے آنسو بھی بہہ نکلیں تو انسان اندر باہر سے پاک صاف ہوجاتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں توبہ کرلیں کہ آئندہ آپ کبھی کچھ غلط نہیں کریں گی' اللہ آپ کو فوراً معاف کردیں گے۔ ڈیڈی بہت دکھی ہیں آپ کے لیے' آپ ان سے معافی مانگ لیں وہ آپ کو معاف کردیں گے۔" رائبل نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر نرمی سے کہا۔

"میں ان سے نظریں نہیں ملا پاؤں گی میں تو اپنے آپ سے نظریں نہیں ملا پارہی رائبل۔" وہ رونے لگی تھی' رائبل دکھی ہوگئی۔

"نگی آپی! خود کو سنبھالیں' غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے' اچھا انسان وہ ہے جسے اپنی غلطی کا احساس ہوجائے اور

وہ اسے سدھار لے۔ خود کو کمرے میں بند کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ آپ باہر نکلیں' نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کریں' اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کریں' اپنے ڈیڈی اور بھائیوں کا فخر بنیں۔ آپ سب کچھ کرسکتی ہیں۔"

"تم بہت اچھی ہو رابیل۔" نگین نے اس کے رخسار پر ہاتھ پھیرا۔

"جو گزر گیا اسے بھول جائیں نگی آپی! ان شاء اللہ آگے سب بہت اچھا ہوگا۔ آپ سمجھ تو گئی ہیں ناں اب سنبھل بھی جائیں گی۔ چلیں اس کمرے سے باہر نکلیں۔" رابیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں ڈیڈی کا سامنا نہیں کرسکتی۔"

"ایک دن تو سامنا ہوگا نا ان سے تو پھر آج ہی کیوں نہیں؟"

"نہیں رابیل مجھ میں ہمت نہیں ہے ڈیڈی کے سامنے جانے کی۔"

"میں آپ کے ساتھ چلوں۔"

"تم! ہاں چلو تمہیں ساتھ دیکھ کر شاید ڈیڈی زیادہ غصہ نہ کریں۔"

"آئی ایم شیور وہ بالکل بھی غصہ نہیں کریں گے' چلیں۔" رابیل نے پریقین لہجے میں کہا اور مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے سے باہر لے آئی۔

وہاب احمد اپنے کمرے میں تھے۔ رابیل نے دروازے پر دستک دی اور اجازت ملنے پر نگین کا ہاتھ پکڑے اندر داخل ہوگئی۔ وہاب احمد صوفے پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ نوشین ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی نیل پالش لگا رہی تھی۔ دونوں نے انہیں دیکھا رابیل کو دیکھ کر تو نوشین کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"ڈیڈی ہم نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" رابیل نے وہاب احمد کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا دیئے اور اخبار تہہ کرکے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولے۔

"نہیں بھلا میں اپنی بیٹی کے آنے سے ڈسٹرب کیوں ہوؤں گا آؤ۔"

"ڈیڈی' نگی آپی بہت شرمندہ ہیں اور آپ سے معافی مانگنے آئی ہیں' پلیز انہیں معاف کردیجیے۔" رابیل نے بہت جھجکتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی نگین کو ان کے قریب کردیا۔ وہاب احمد رخ پھیر کے بیٹھ گئے گویا اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ نگین تڑپ کر رہ گئی رابیل نے اس کے شانوں کو پکڑ کر ہلکے سے دباؤ کے ساتھ اس کا حوصلہ بڑھایا۔

"ڈیڈی' میں کچھ نہیں کہوں گی..... سوائے اس کے کہ..... مجھے..... معاف کردیں' پلیز ڈیڈی اپنی بیٹی کو معاف کردیں ورنہ..... آپ کی نگی مرجائے گی۔" نگین گھٹنوں کے بل ان کے سامنے نیچے کارپٹ پر بیٹھی ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے روتے ہوئے ملتجی تھی۔ وہاب احمد کے سینے میں اولاد کی محبت سے بھرا دل تڑپ اٹھا انہوں نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا اور اپنا دست شفقت اس کے سر پر رکھ دیا۔ رابیل نے سکون کا سانس لیا اور چپکے سے کمرے سے باہر چلی گئی۔ نوشین نے خشمگیں نگاہوں سے رابیل کو دیکھا اور پھر نگین کو جو وہاب احمد کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ نوشین نے بھی شکر ادا کیا کہ باپ بیٹی میں جو ناراضگی تھی وہ بالآخر ختم ہوگئی اور اس کا سارا کریڈٹ بھی رابیل کو جاتا تھا اور یہ بات نوشین کو مزید سلگا رہی تھی۔

......☆☆☆......

رابیل' لان میں اکیلی بیٹھی تھی' ابھی ممی پاپا سے بات ہوئی تھی' ان کے لیے بہت اداس ہو رہی تھی۔ نوشین کے رویے نے اسے بہت ہرٹ کیا تھا۔ نگین اور نوفل بھی اب سنبھل گئے تھے۔ سوائے نوشین کے رویے اور سوچ کے رابیل کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ اس سے اس قدر بدظن اور بدگمان کیوں ہیں۔

"ہیلو سس!" نوفل اس کے پاس آکر بولا۔

"آؤ نوفل کیسے ہو؟" رابیل نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں ایک دم فٹ ہوں۔" وہ اس کے سامنے والی لان چیئر پر بیٹھ گیا۔

"سوری اس دن کے لیے۔" وہ خجل سا ہو کر بولا ڈنر والی رات جو کچھ اس کے دوستوں نے کہا اس پر معذرت کر رہا تھا وہ۔

"کوئی بات نہیں تم سمجھ گئے یہی میرا مقصد تھا۔"

"تھینکس! آپ بہت اچھی ہیں اور بہت ذہین بھی' ہم اتنے سمجھدار نہیں ہیں آپ اتنی کم عمری میں اتنی سمجھداری کی باتیں کیسے کرلیتی ہیں؟" نوفل نے اس کے روشن چمکتے چہرے کو دیکھتے ہوئے دل سے کہا۔

"میں نے اب تک کی زندگی سے یہی کچھ سیکھا ہے کتابوں سے' لوگوں کے رویوں سے' اپنے پیرنٹس سے' ٹیچرز سے' انسان اگر چاہے تو ہر پل' زندگی سے' ہر انسان سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتا ہے' تم بھی دل لگا کر پڑھو تمہیں اپنے ڈیڈی کا بازو بننا ہے ان کا نام روشن کرنا ہے۔ ان کا قابل فخر بیٹا بننا ہے۔" رابیل نے بڑی بوڑھیوں کی طرح اسے سمجھایا۔

"ان شاءاللہ۔" نوفل نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"میں نے تم سے ایک کام کہا تھا وہ ہو گیا کیا؟"

"جی ہو گیا میں نے نگی آپی کی سم بلاک کروادی تھی اور ان کو نئی سم بھی لادی تھی۔"

"پرانی سم کس کے نام رجسٹرڈ تھی؟" رابیل نے پوچھا۔

"نگی آپی کی پرانی سم ان رجسٹرڈ تھی۔"

"چلو یہ تو اچھا ہی ہوا کہ ان رجسٹرڈ ہے ورنہ پولیس انویسٹی گیشن میں اگر جاوید کے موبائل کالز کی ڈی ٹیلز نکلوائی گئی تو نگی کا سیل نمبر بھی ٹریس ہو جاتا اور پرابلم کری ایٹ ہو سکتی تھی۔" رابیل نے مطمئن ہو کر کہا۔

"آپ بہت جینئس ہیں' پولیس والوں کی طرح بات کو گہرائی تک جا کر سوچتی ہیں۔" نوفل نے سراہا تو وہ ہنس دی۔

"آپ کو ہمارے گھر میں صرف دکھ ملے اور آپ نے اتنے خلوص اور پیار سے سب نظر انداز کیا' بلکہ نگی آپی کے معاملے میں اتنے خلوص اور سچائی کے ساتھ سب حل کیا اس گھر کی اور ہم سب کی عزت بچالی۔"

"عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے میرے بھائی۔"

"ہاں لیکن وسیلہ تو آپ ہی بنیں ناں اگر آپ مام کے رویے کی وجہ سے میرے اور نگی آپی کے رویے کی وجہ سے سب کچھ ہونے دیتیں تو کون روک سکتا تھا اور آپ نے بنا کسی صلے کے' بنا کسی ایوارڈ کے اتنا کچھ کیا ہمارے لیے کیوں؟"

"بات یہ ہے میرے بھائی کہ میں ایسی ہی ہوں۔"

❁❁.....❁.....❁❁

رات کو نوشین کے کچھ مہمان گھر پر مدعو تھے۔ مرد خواتین دونوں ہی تھے۔ عجیب ہنگامہ بپا تھا گھر پہ۔ وہاب احمد ایک دن کے لیے کراچی گئے تھے۔ رات کو کسی وقت ان کی واپسی متوقع تھی اور نوشین کو اندازہ تھا کہ اکثر رات کو فلائیٹ لیٹ ہو جاتی ہے یا وہاب احمد رات کے سفر کو ملتوی کرتے ہوئے اگلی صبح تک اپنی واپسی ملتوی کردیتے ہیں اسی لیے ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نوشین نے اپنے سرکل کے لوگوں کو مدعو کرلیا تھا۔ اصل میں ان کے یہ دوست ان کی لندن پلٹ بھانجی سے ملنے کی غرض سے آئے تھے اسے دیکھنا چاہتے تھے کہ نوشین جو بڑی بڑی باتیں بناتی ہے اس کی بھانجی کیسی ہے؟ رابیل سے مل کر بھی متاثر ہوئے' خاص کر مرد حضرات تو اسے گہری اور میلی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں جو چمک تھی وہ رابیل کو بہت ناگوار محسوس ہو رہی تھی' جب وہ سب کھانے میں مصروف ہوئے تو وہ نکل کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

"ہیلو پریٹی گرل' تم یہاں کیوں آگئیں ہمارے ساتھ ڈنر انجوائے کرونا۔" اویس جو مسز مہر النساء کا بگڑا ہوا بیٹا تھا۔ رابیل پر کب سے نظر رکھے ہوئے تھا اس کے جاتے ہی خود بھی پیچھے چلا آیا۔ رابیل اسے یوں اپنے کمرے میں دیکھ کر گھبرا گئی۔ اسے نوشین کے رویے اور سوچ سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔

"آپ پلیز جائیے' مجھے ڈنر نہیں کرنا' میرے سر میں

درد ہو رہا ہے۔" رائنل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ کہیں تو میں سر دبا دوں۔" اویس مزید آگے بڑھا۔

"آپ جائیے یہاں سے پلیز' نوفل۔" وہ تیزی سے جواب دیتی انہیں پکار رہی تھی۔

"او کے' او کے میں جاتا ہوں۔" اویس نے اس کے آواز دینے پر سٹپٹا کر کہا تو اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور عمیر اندر چلا آیا۔

"کیوں بھئی کیا ہو رہا ہے؟ ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں۔" عمیر نے بہت عامیانہ لہجے میں کہا اس کی ہوس زدہ نظریں رائنل پر جمی تھیں۔

"ایکسکیوزمی آپ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" نگین اس طرف آ نکلی تھی اور صورت حال دیکھتے ہی بھانپ گئی تھی کہ وہ دونوں رائنل کو پریشان کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اس نے نوشین کو بھی آواز دی۔

"موم پلیز انہیں یہاں سے بلائیں' رائنل کے بیڈروم میں آنے کی کیا تک بنتی ہے؟"

"تو آپ کے بیڈروم میں آ جائیں پھر تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا نا۔" عمیر نے نگین کو مکروہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ غصے سے تپ کر لال ہوگئی۔

"شٹ اپ۔" وہ غصے سے بولی نوشین سب دیکھ رہی تھی۔ وہ جان بوجھ کر دیر سے آئی تھی۔

"موم ان لوگوں کو ڈرائنگ روم میں لے جائیں پلیز۔"

"او کے ناراض کیوں ہوتی ہو ڈیئر جا رہے ہیں ہم۔" اویس نے نگین کے چہرے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے مسز دہاب' آپ کی بھانجی بہت حسین ہے۔" عمیر نے جاتے جاتے رائنل پر نگاہ ڈالی تھی۔ رائنل سلگ گئی۔

"موم ان لوگوں کو کیوں بلایا ہے آپ نے گھر پر' جنہیں تمیز نہیں ہے لڑکی سے بات کرنے کی' کیسے بے حیائی سے رائنل کے کمرے میں گھسے چلے آئے۔" نگین نے ان کے جاتے ہی کہا۔

"خود ہی تو نہیں آئے تھے' پہلے یہ آئی تھی انہیں دعوت نظارہ دے کر۔" نوشین نے بے نیازی سے کہا۔

"او پلیز مام' بس کریں یہ ڈرامہ۔ میں رائنل کو اپنے کمرے میں لے جا رہی ہوں' یہ وہاں سو جائے گی۔" نگین نے تیز اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ فوراً کہنے لگیں۔

"تم ایسا کرو رائنل کہ گیسٹ روم میں جا کے سو جاؤ' علی تو ویسے بھی اسلام آباد گیا ہوا ہے' وہاں کوئی نہیں جائے گا اور نہ ہی ان لوگوں کا شور تمہیں ڈسٹرب کرے گا۔"

"جی بہتر۔" رائنل نے آہستہ سے کہا۔

نگین اس کا ہاتھ پکڑ کر گیسٹ روم میں چلی آئی اور جب نگین کو نیند آنے لگی تو وہ اپنے کمرے میں آ کر سوگئی۔ نوشین کے مہمان بھی تب تک جا چکے تھے۔

علی کو ضروری کام تھا اس لیے اچانک ہی واپس آنا پڑا تھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے جب وہ دہاب لاج پہنچا۔ سب سو رہے تھے وہ سیدھا گیسٹ روم میں چلا آیا۔ لائٹ آن کر کے اپنا سوٹ کیس سائیڈ پر رکھا' بیڈ کے کنارے بیٹھ کر اپنے جوتے اتارے اور الماری سے اپنا شلوار قمیص نکال کر واش روم میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ فریش ہو کر آیا تو صوفے پر سوئی ہوئی رائنل کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"یہ یہاں کیوں سو رہی ہے؟" علی نے حیرت سے خود سے سوال کیا اور ہولے سے صوفے کے قریب آ گیا۔

"کیا پھر اس کے ساتھ اس گھر میں کوئی گیم کھیلی گئی ہے؟ کیا پھر کچھ غلط ہوا ہے رائنل کے ساتھ؟ کیا ممانی نے اسے پھر سے ہرٹ کیا ہے؟ آخر ایسا کیا ہوا ہے' جو اسے یہاں گیسٹ روم میں پناہ لینا پڑی؟ اور یہ بیڈ پر سونے کی بجائے یہاں صوفے پر کیوں سو رہی ہے؟" ایسے بہت سے سوال علی کے دل و دماغ میں سر اٹھا رہے تھے۔ اس نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر بکھرے ریشمی بالوں کو نرمی سے پیچھے کیا تو اس کا چہرہ ایسے سامنے آ گیا جیسے بدلی سے چاند نکل آیا ہو۔ علی نے غیر

ارادی طور پر اس کی پیشانی کو چھوا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ تو بخار میں جل رہی ہے۔ اس نے اس کی نبض چیک کی وہ واقعی تیز بخار میں مبتلا تھی۔

او گاڈ! اسے تو بہت تیز بخار ہے مگر یہ یہاں کیوں ہے؟ ممانی کو پتا چلا تو خوامخواہ کا اسکینڈل بن جائے گا۔" علی نے مدھم لہجے میں خود کلامی کی عین اسی وقت کمرے کا دروازہ بہت بری طرح بجنا شروع ہوگیا۔ دستک اتنی تیز تھی کہ رابیل بھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اس نے علی کو دیکھا تو اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ علی نے دروازہ کھول دیا۔ سامنے نوشین کھڑی تھیں۔ علی کو دیکھتے ہی پریشان لہجے میں پوچھنے لگیں۔

"علی بیٹا! تم نے رابیل کو کہیں دیکھا ہے؟ میں نے سارا گھر دیکھ لیا کہیں نہیں ملی رابیل ہائے میں کیا جواب دوں گی اپنی بہن کو کہاں چلی گئی وہ؟"

"ممانی آپ اپنا بی پی ہائی مت کریں پریشان مت ہوں رابیل یہاں ہے وہ دیکھیں۔" علی نے سنجیدگی سے بتاتے ہوئے سائیڈ پر ہو کر انہیں اندر آنے کا راستہ دیا تو وہ بجلی کی تیزی سے اندر داخل ہوئیں۔ رابیل نیند اور بخار سے بوجھل آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی اور اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"ہائے میرے اللہ یہ یہاں کیا کررہی ہے یہ حرافہ تمہارے بیڈروم میں کیسے آئی علی؟" نوشین نے رابیل کو خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے علی سے پوچھا تو علی کو جیسے کرنٹ سا لگا تھا اسے اب احساس ہورہا تھا کہ اس نے نوشین کو رابیل کی یہاں موجودگی کا بتا کر کتنی بڑی غلطی اور بے وقوفی کی ہے۔ علی نے پریشانی سے کہا۔

"ممانی آئی ڈونٹ نو میں تو خود کچھ دیر پہلے آیا ہوں اور یہ یہاں پہلے سے موجود تھی۔"

"میں جانتی ہوں اسے یہ کن چکروں میں ہے تم نے اسے ویسے منہ نہیں لگایا تو یہ ان اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئی ہے کیوں ری بے شرم تجھے ذرا حیا نہ آئی ایک غیر مرد کے کمرے میں گھستے ہوئے۔ شرم نہ آئی تجھے رات کے اس پہر منہ کالا کرنے آئی تھی اپنا میرے بھانجے کو بدنام کرنا چاہتی ہے۔" نوشین کی زبان جتنی تیزی سے چل رہی تھی ہاتھ اتنی ہی تیزی سے رابیل کے بال نوچ رہے تھے۔ علی اس افتاد پر ششدر کے رہ گیا۔ اس نے نوشین کے ہاتھ پکڑے۔

"ممانی کیا کررہی ہیں آپ چھوڑیں اسے۔"

"میں اسے اپنے گھر میں نہیں رہنے دوں گی یہ میری بدنامی کا باعث بنے گی نکل لڑکی یہاں سے ابھی اور اسی وقت نکل جا نہیں تو میں کسی مالی یا چپڑاسی سے تیرا نکاح پڑھوا دوں گی۔" نوشین نے رابیل کا بازو پکڑ کر اسے دروازے کی جانب دھکیلا۔

"یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے؟" وہاب احمد نے گرتی ہوئی رابیل کو اپنے بازوؤں میں تھاما تھا۔ نوشین انہیں یوں اچانک دیکھ کر بوکھلا گئیں۔ رابیل کی حالت کاٹو تو بدن میں لہو نہیں ہو رہی تھی۔ علی نے دیکھا رابیل کی رنگت سفید پڑ گئی تھی صدمے سے وہ گنگ ہوگئی تھی۔ لگتا تھا جیسے جسم میں جان ہی نہ ہو وہ بہت بے کلی سی محسوس کررہا تھا دل میں یہ سب بہت برا لگ رہا تھا اسے۔

"آیئے آیئے آپ بھی دیکھیے اپنی لاڈلی کے کارنامے تماشا تو یہ بنا رہی ہے ہمارا اسے علی نے بھی لفٹ نہیں کروائی تو یہ یہاں علی کے کمرے میں پہنچ گئی اسے رجھانے کے لیے اسے بدنام کرنے کے لیے۔" نوشین نے بڑی بے رحمی سے رابیل کے پاکیزہ کردار پر تہمت لگائی تھی۔

"یہ سب بکواس ہے میری رابیل ایسا نہیں کرسکتی۔" وہاب احمد نے رابیل کی سرد پڑتی حالت کو تشویش سے دیکھتے ہوئے پریقین لہجے میں کہا تو علی نے فوراً کہا۔

"ماموں جان! ایسا کچھ نہیں ہوا ممانی کو غلط فہمی ہوئی ہے آپ جانتے ہیں مجھے بھی اور رابیل کو بھی ہم ایسی گری ہوئی حرکت نہیں کرسکتے۔"

"مجھے یقین ہے بیٹا۔" وہاب احمد نے دل سے کہا۔ نگین، نوفل اور بوا جی بھی آوازیں سن کر وہاں آگئے

تھے اور صورت حال جاننے کے بعد نگین اور بواجی تو صدمے سے دنگ رہ گئیں کہ نوشین نے کتنی گھٹیا چال چلی تھی رائنل کو برا ثابت کرنے کے لیے۔

"رائنل کو اب میں اس گھر میں ایسے تو نہیں رکھوں گی اسے نکیل ڈالنا ہی ہوگی بہت بے لگام ہے یا اسے لگام ڈالنا ضروری ہو گیا ہے آپ ابھی اور اسی وقت اس کا نکاح کرا دیں یا اسے لندن کی ٹکٹ کٹوا دیں میں اسے یوں شتر بے مہار کی طرح مزید نہیں پھرنے دوں گی۔" نوشین نے چلاتے ہوئے کہا تو رائنل صوفے پر بے دم سی ہو کر ڈھے گئی۔ علی نے بے قراری سے اسے دیکھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے یہ کیا بکے جا رہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں اسے یہاں رکھنا ہے تو ابھی اس کا نکاح پڑھوائیں۔"

"ابھی، تم ہتھیلی پر سرسوں جمانے چلی ہو نکاح کوئی مذاق ہے کیا؟ اس وقت کون ملے گا جس سے میں رائنل کا نکاح کر دوں؟"

"مالی ہے چوکیدار کا بیٹا ہے۔" نوشین نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"واٹ......؟" وہاب احمد اور نگین کے منہ سے ایک ساتھ نکلا تھا۔

"ہاں تو آپ کا کیا خیال ہے علی شادی کرے گا اس بے حیا لڑکی سے۔"

"شٹ اپ۔" وہاب احمد نے غصے سے کہا۔

"تمہارا اپنا خون ہے یہ تمہاری سگی بہن کی اولاد ہے اگر خدانخواستہ ایسی ویسی کوئی بات ہوتی بھی تو تمہاری سمجھ داری اور رشتے داری کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم اس معاملے کو خاموشی سے ہینڈل کر لیتیں نہ کہ شور مچاتیں۔"

"ہاں تو اتنا تو کر رہی ہوں کہ اسے یہاں رکھا ہوا ہے اب تک اب اگر ذوالنون یہاں ہوتا تو میں اسی سے اس کا نکاح کرا دیتی تاکہ یہ ادھر ادھر منہ مارنے سے باز آجاتی اس نے تو نوفل سے بھی ہاتھ ملا لیا اور شاید دل بھی۔"

نوشین کا یہ جملہ مکمل ہوا تھا ساتھ ہی وہاب احمد کا زور دار تھپڑ نوشین کے گال پر پڑا تھا ان کا صبر و ضبط جواب دے گیا تھا۔

"او مائی گاڈ موم شی از مائی سسٹر۔" نوفل نے تڑپ کر کہا۔ رائنل تو ساکت سی بیٹھی سب کچھ سن رہی تھی۔ جھیل رہی تھی اس کے دل پر کتنے زخم لگے تھے روح میں کتنے خنجر پیوست ہو رہے تھے یہ وہی جانتی تھی یا اس کا خدا جانتا تھا۔

"سب سدھر گئے نوشین بیگم مگر تم نہ سدھرنا۔" وہاب احمد نے تلخی اور تاسف بھرے لہجے میں کہا علی لب کاٹ رہا تھا یہ سب کیا ہو رہا تھا؟

"میں سب کو بتاؤں گی اس کے کارنامے دیکھنا صبح تک اگر تم نے اس کا نکاح نہ کیا نہ تو میں رائنل کے ساتھ جو کروں گی وہ تم سب دیکھو گے۔" نوشین نے سب کے سامنے تھپڑ پڑنے پر غصے سے مزید آگ بگولہ ہوتے ہوئے انتقامی لہجے میں کہا۔

"تم اپنے گھر کی اپنے شوہر کی اپنے خاندان کی عزت چوراہے پر لاؤ گی جو کام تمہاری بیٹی کرنے سے رہ گئی تھی رائنل کی بدولت وہ کام تم کرنا چاہتی ہو بڑے افسوس کی بات ہے۔"

"افسوس کرنے کا موقع تو آپ کو ضرور ملے گا بس صبح ہونے دو ذرا۔" نوشین نے غصے سے کہا۔

"رائنل کا نکاح آج ہوگا اور ابھی ہوگا بواجی آپ جا کے میاں جی کو فون کریں اور نوفل تم ہمدانی انکل کو فون کرو کہ یہاں فوراً پہنچیں۔" وہاب احمد نے اچانک سے کچھ سوچ کر کہا۔

"او کے ڈیڈ۔" نوفل نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا بواجی بھی اس کے پیچھے گئی تھیں۔

"نگی بیٹی بہن کو پانی پلاؤ سنبھالو اسے۔" وہاب احمد نے نگین سے کہا تو وہ فوراً رائنل کی طرف لپکی۔

"خبردار جو تم اس کے قریب بھی پھٹکیں دور رہو اس سے۔" نوشین نے غصے سے کہا۔

"موم پلیز بس کر دیں اب رائنل کو گیسٹ روم میں آپ نے ہی بھیجا تھا کہ علی یہاں نہیں ہیں تو رائنل یہاں

سو جائے گی اور اب آپ اس معصوم پر تہمت لگا رہی ہیں۔" نگین نے سپاٹ لہجے میں کہا تو انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں نے تو دوپہر ممانی کو فون کر کے بتادیا تھا کہ میں رات کو گھر پہنچ جاؤں گا۔ اس کا مطلب ہے ممانی نے یہ ڈرامہ جان بوجھ کر رچایا ہے' رانیہ کو بدنام کرنے کے لیے' او مائی گاڈ! اتنی بڑی سازش اس معصوم لڑکی کے خلاف اف......" علی نے دل میں سوچا۔

"علی بیٹا! تم دیکھ رہے ہو نا یہاں کیا ہو رہا ہے اب میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے' یوں سمجھو کہ ایک مجبور باپ تم سے اپنی عزت کی بھیک مانگ رہا ہے۔"

"ماموں جان! یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟" علی نے وہاب احمد کی بات سن کر ان کے لہجے کی بے بسی پر ان کے ہاتھ تھام کر بے کلی سے کہا تو وہ مدھم اور بکھرے ہوئے لہجے میں بولے۔

"علی بیٹے تم میری رانیہ سے شادی کر لو۔"

"جی......" علی نے رانیہ کی طرف دیکھا وہ گم صم سی بت بنی بیٹھی تھی اس نے بھی وہاب احمد کی بات سن کر پل بھر کو علی کو دیکھا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ علی کیوں کرے گا رانیہ سے شادی یہ سب جانتا ہے اس کے بارے میں اور اس کے ماں باپ کی مرضی اور موجودگی کے بغیر کیسے ہو سکتی ہے اس کی شادی؟" نوشین نے فٹ سے منہ کھولا تھا' وہاب احمد نے اطمینان سے کہا۔

"ویسے ہی جیسے رانیہ کی شادی ہو سکتی ہے۔"

"رانیہ کے ماں باپ اس شادی کو نہیں مانیں گے میں تو وقتی طور پر اسے یہاں رکھنے کے لیے اس کا نکاح کرانے کا کہہ رہی تھی۔ بھلا تیمور اور افشین ہماری کرائی شادی کو تسلیم کریں گے۔" نوشین نے تیزی سے کہا۔

"اسی لیے ابھی نکاح ہوگا جیسا کہ تم چاہتی ہو اور اگر اس کے بعد تم نے رانیہ کو کسی بھی طرح پریشان کرنے کی کوشش کی تو پھر میں یہ بھول جاؤں گا کہ تم میری بیوی اور میرے بچوں کی ماں ہو۔" وہاب احمد نے سخت اور حکمیہ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ' میں بھی دیکھتی ہوں یہ نکاح کتنے دن چلتا ہے؟" نوشین نے طنز و تنفر بھرے لہجے میں کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

"علی بیٹے تم نے جواب نہیں دیا بیٹا! اس وقت اس مسئلے کا یہی حل ہے' تم نے دیکھا یہ عورت کس طرح اس بچی کو برباد کرنے پر تلی ہے اور کیسے میری عزت تار تار کرنا چاہتی ہے میری مجبوری سمجھو بیٹا! اس وقت اس سے زیادہ بہتر حل کوئی نہیں ہے اس مسئلے کا' گھر کی بات گھر میں ہی رہ جائے گی اور تم پہ زبردستی نہیں ہوگی کہ تم بعد میں یہ نکاح ختم کر سکتے ہو جہاں تمہارا دل چاہے بعد میں وہاں شادی کر لینا مگر اس وقت میری بات رکھ لو۔"

"ٹھیک ہے ماموں جان! میں رانیہ سے نکاح کے لیے تیار ہوں۔" علی نے سنجیدگی سے کہا تو رانیہ کے اندر ایک اور خنجر اتر گیا تھا۔ علی جسے وہ دل سے پیار کرنے لگی تھی اس کا پیار اسے مل رہا تھا مگر بھیک میں' مجبوری کے کاسے میں رکھ کر حالات کی سنگینی کو کم کرنے کے خیال سے اس گھر کی عزت کو بچانے کے عوض اسے اس کا پیار مجبوراً اپنا رہا تھا' وہ ایک ان چاہی ہستی کی حیثیت سے علی کی زندگی میں داخل ہو رہی تھی وہ بھی کچھ دنوں کے لیے اور پھر علیحدگی۔

"علیحدگی کا خیال وہ بھی نکاح کے بعد۔" رانیہ کی سانس تھمنے لگی تھی اسے پتا ہی نہیں چلا کب اس نے نکاح نامے پر دستخط کیے۔

نگین رانیہ کو اس کے کمرے میں لے آئی اسے درد اور بخار کی دو گولیاں کھلائیں اور بیڈ پر لٹا دیا۔ اس کے موبائل کی بپ بجی تو اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔ سعودی عرب سے تیمور اور افشین کا فون تھا۔ اس کا دکھ لاکھوں میل دور بیٹھے اس کے ماں باپ کے دل تک بھی پہنچ گیا تھا شاید جبھی انہوں نے بے چین ہو کر اسے فون کیا تھا۔

"السلام علیکم!" رانیہ نے سیل آن کیا۔

"وعلیکم السلام جانی' میری گڑیا کیسی ہو؟" دوسری

جانب اُشمین بول رہی تھیں' ان کی آواز میں ممتا اور محبت دونوں ہی چھلک رہی تھیں۔

"مما' مما جلدی سے واپس آجائیں میں آپ کو اور پاپا کو بہت مس کررہی ہوں۔" وہ بمشکل اپنے آنسو ضبط کررہی تھی۔

"میری گڑیا! ہم بھی تمہیں بہت زیادہ مس کررہے ہیں پہلی بار تم ہم سے اتنی دور گئی ہونا۔ ہم تمہارے لیے یہاں بہت ساری دعائیں مانگیں گے اللہ تمہیں بہت ساری خوشیاں دے' محبتیں دیں' کوئی دکھ نہ دیں اللہ جی میری رابیل کو۔" اُشمین نے محبت سے کہا اور پھر تیمور نے ریسیور لے لیا۔

"جی پاپا کی جان! کیسی ہے میری گڑیا؟"

"آئی مس یو پاپا جانی۔" وہ سسکتی ہوئی آواز میں بولی۔

"آئی نو بیٹا' وہاں بھی تو آپ کے اپنے ہیں ناں سب۔"

"میرا دل نہیں لگ رہا یہاں' بس آپ جلدی سے آجائیں پھر ہم واپس لندن چلیں گے اپنے گھر میں رہیں گے۔"

"ان شاء اللہ! بیٹا ایسا ہی ہوگا مگر آپ رو کیوں رہی ہو کیا ہوا ہے..... کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟"

"نہیں تو' بس آپ کی یاد آرہی تھی۔"

"او میرا بچہ' میری جان! بس ہم حج کے بعد پاکستان ہی آئیں گے ڈونٹ وری چندا اپنا خیال رکھنا۔" تیمور نے بہت محبت بھرے لہجے میں کہا تو اس نے بمشکل اللہ حافظ کہا اور سیل آف کردیا۔

رابیل بلک بلک کر رو رہی تھی حیران تھی کہ اس کا کردار کیسے اتنا بے مول ہوگیا۔

"علی بیٹا کھانا کھالو۔" بواجی اس کے لیے کھانا لے کر آئی تھیں۔

"میری تو بھوک ہی مرگئی ہے۔" علی نے بے کلی سے ہاتھوں کو بھینچتے ہوئے کہا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بیٹا تم دل برا نہ کرو' رابیل بہت اچھی اور نیک اوصاف کی مالک ہے' اسے نوشین بیگم کی آنکھ سے مت دیکھنا' بیٹا یہ اس بچی کے ساتھ دوہری زیادتی ہوگی۔" بواجی نے اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا تو پریشانی سے پوچھنے لگا۔

"آخر ممانی کو رابیل سے کیا مسئلہ ہے' جس دن سے وہ اس گھر میں آئی ہے میں نے نہیں دیکھا کہ وہ لڑکی سکون سے یہاں رہی ہو یا کسی نے اسے خوش کرنے کے لیے کچھ کیا ہو بلکہ ہر کسی نے اسے دکھ ہی دیا ہے اور ممانی نے تو حد ہی کردی ہے آخر کیا دشمنی ہے ان کی رابیل کے ساتھ وہ کیوں اس کے ساتھ یہ ظالمانہ سلوک روا رکھے ہوئے ہیں حالانکہ وہ تو ان کی سگی بھانجی ہے؟"

"بیٹا بات یہ ہے کہ نوشین تیمور میاں کو پسند کرتی تھی جبکہ تیمور حسن کو اُشمین پسند تھی اور وہاب احمد نے بھی پہلے اُشمین کے لیے رشتہ مانگا تھا' مگر چونکہ تیمور حسن کے ماں باپ نے ان سے پہلے تیمور اور اُشمین کے رشتے کی بات کرلی تھی اس لیے انہوں نے وہاب احمد کے لیے نوشین کو مانگ لیا۔ بس نوشین کو اسی بات کا غصہ تھا کہ تیمور نے اس کی جگہ اُشمین کو کیوں پسند کیا......" بواجی نے آہستہ آہستہ اسے ساری بات بتادی' نگین نجانے کب آئی تھی اس نے بھی ساری بات سن لی تھی اور اس کی سمجھ میں بھی نوشین کا رویہ آگیا تھا اور وہاب احمد کے ساتھ اس کی بیزاری اور سرد مہری کی وجہ بھی خود بخود کلیئر ہوگئی تھی۔ اسے افسوس ہورہا تھا اپنی ماں پر کہ انہوں نے اتنے اچھے شریک حیات کی قدر نہیں کی خود بھی حسد کی آگ میں جلتی رہیں اور اپنے شوہر کو بھی اپنی محبت سے محروم رکھا اور رابیل کو اپنے بدلے کی آگ میں جلانے لگیں۔

"بیٹا..... تم کھانا کھالینا' میں چلتی ہوں۔" بواجی یہ کہہ کر جانے لگیں تو نگین کو دیکھ کر ہڑبڑا گئیں۔

"بواجی آپ جاکر آرام کریں مجھے علی بھائی سے بات کرنی ہے۔"

"اچھا بیٹا۔" بواجی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔ علی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب تم اس وقت یہاں کیوں آ گئیں رات کے اس پہر ممانی نے تمہیں میرے کمرے میں دیکھ لیا تو پھر ایک ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔" علی نے اسے دیکھتے ہوئے بیزاری اور بے چینی سے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں اب کوئی ہنگامہ نہیں ہوگا۔ ویسے بھی موم اس وقت ڈیڈ سے لڑنے میں مصروف ہیں۔" نگین نے جواب دیا تو علی نے گہرا سانس لیا۔

"کہو کیا بات ہے؟" علی نے اسے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو بھی رابیل کی نیت پر شک ہے کیا؟"

"نہیں مجھے یقین ہے کہ وہ معصوم ہے وہ ایسا کچھ سوچ بھی نہیں سکتی اس پر عمل تو بہت دور کی بات ہے۔" علی نے ایمان داری سے جواب دیا' تو نگین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ آپ بھی رابیل کو غلط نہ سمجھ رہے ہوں۔"

"نگین میں بھی آنکھیں اور کان رکھتا ہوں' عقل اور سمجھ بوجھ میں بھی ہے' خاموش اس لیے رہا کہ میری عادت نہیں ہے کسی کے مسئلے میں یا معاملے میں مداخلت کرنے کی' ہاں مگر اب جبکہ رابیل کو میرے ساتھ نتھی کیا گیا ہے مجھے بھی اس گیم میں گھسیٹا گیا ہے تو اب رابیل کے ساتھ میں کچھ غلط نہیں ہونے دوں گا' اس کے پیرنٹس کے آنے تک وہ میری منکوحہ ہے' پھر جیسے اس کے ماں باپ اور ماموں جان مناسب سمجھیں گے ویسا ہی ہوگا۔" علی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تو آپ سچ مچ رابیل سے یہ نکاح ختم کرلیں گے؟"

"ایسا کچھ بھی کہنا اس وقت نامناسب اور قبل از وقت ہوگا ابھی تو میرا دماغ اس الجھن سے ہی باہر نہیں نکل پا رہا کہ یہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے؟ میں تو بہت محتاط رہا ہر معاملے میں اور اس طرح سے میرا نکاح ہو گیا مجبوراً اور مصلحتاً بہت اپ سیٹ ہوں میں اس وقت' میرے پیرنٹس کو معلوم ہوگا تو ایک اور ٹینشن کری ایٹ ہو جائے گی۔" علی نے سنجیدگی سے کہا اس کے چہرے اور لہجے سے پریشانی صاف چھلک رہی تھی۔

"آپ پھو پھو پاپا جی کی فکر نہ کریں انہیں ڈیڈی منالیں گے' بس آپ جو بھی فیصلہ کریں سوچ سمجھ کر کریں اور رابیل کے کردار کی پاکیزگی پر شک بھی مت کیجیے وہ بہت پیاری لڑکی ہے اس نے مجھ پر جو احسان کیا ہے وہ میں ساری زندگی بھول نہیں سکتی' اور نہ اس کا بدلہ دے سکتی ہوں۔ اس نے سب کے ساتھ اچھا کیا باوجود اس کے ہم نے اس کے ساتھ برا کیا۔ اور کچھ دیر پہلے جو کچھ بھی ہوا وہ بھی موم کی گیم تھی انہوں نے خود رابیل کو گیسٹ روم میں سونے کے لیے بھیجا تھا۔"

"وہ کیوں؟" علی نے پوچھا تو اس نے ساری بات بتادی۔

"کوئی عورت اپنی سگی بھانجی کے ساتھ ایسا کرسکتی ہے' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے جان بوجھ کر رابیل کو یہاں بھیجا.... اوہ میرے خدا!! اتنی بے حسی اف' نگی تم رابیل کا خیال رکھنا اس کی طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی تھی اور اس صورت حال میں' میں مرد ہو کر اتنا اپ سیٹ' ٹینس اور پریشان ہوں تو اس معصوم پہ کیا گزر رہی ہوگی؟"

"تم بھی جا کر آرام کرو رات بہت ہو گئی ہے صبح رابیل کو ڈاکٹر کے پاس لے چلیں گے چیک اپ کے لیے۔"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا' اوکے گڈ نائٹ۔" نگین نے بھی اٹھتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی آئی۔

"میں نے کہہ دیا ہے وہاب! یہ نکاح چند دنوں کا ہے افشین اور تیمور کے آتے ہی علی رابیل کو طلاق دے دے گا اور میں رابیل کی شادی ذوالنون سے کرواؤں گی پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" توشین نے وہاب احمد سے مسلسل الجھتے ہوئے کہا۔

"تم کچھ ٹھیک کرنے کی اہلیت اور نیت رکھتی ہوتیں تو یہ سب کبھی غلط نہ ہوتا' نکاح کوئی کھیل نہیں ہے اور ذوالنون سے تم کیوں بیاہنا چاہتی ہو رابیل کو' تم تو اس سے شدید

نفرت کرتی ہو تو پھر یہ سب کس لیے؟ اسے اپنی بہو بنانے کا خیال کیوں آیا تمہارے سازشی دماغ میں؟ اتنی نفرت کے باوجود؟"

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں رائمل کو محبت سے رکھوں گی؟ اسے تو میں ایسے رکھوں گی کہ اس کے ماں باپ دن رات تڑپیں گے اس کے لیے وہ ہر روز مریں گے ہر روز جئیں گے بڑا ناز ہے نا انہیں اپنی اولاد پر تربیت پر زندگی پر محبت پر ہاہاہا...... دیکھنا میں کیسے ان کا ناز توڑتی ہوں کیسے؟ ان کا غرور خاک میں ملاتی ہوں ہونہہ۔"

"غرور انہیں نہیں ہے تمہیں ہے نوشین بیگم! تم بہت ہی گھمنڈی عورت ہو اور ذوالنون کی عمر شادی کی نہیں ہے وہ اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتا ہے ورنہ لڑکیاں تو وہاں بھی بہت ہیں اس کے لیے اور میں رائمل پر مزید ظلم نہیں ہونے دوں گا سمجھیں تم۔"

"تم بھی سن لو وہاب احمد۔" نوشین نے ان کا گریبان پکڑ کر کہا۔ "علی رائمل کو طلاق دے گا پھر میں نگین کی شادی علی سے کراؤں گی میری بیٹی عیش کرے گی اس کے ساتھ۔ دیکھنا تم نگی ہی علی کی دلہن بنے گی۔"

"نگی کی گھر سے بھاگنے والی پلاننگ علی کے علم میں ہے وہ کیوں شادی کرنے لگا تمہاری بیٹی سے۔" وہاب احمد نے غصے سے اس کے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹائے اور حقیقت پسندانہ انداز میں کہا تو وہ نیند سے بوجھل لہجے میں بولی۔

"ہاہا! تمہاری سوچ ہے وہاب احمد تم نے مجھے جانا ہی نہیں ہے تم نوشین بیگم کو جانتے ہی نہیں ہو ابھی۔"

"مجھ سے زیادہ تمہیں اور کون جانے گا نوشین بیگم؟"

نگین جو اپنے کمرے میں جاتے جاتے ان کی آوازیں سن کر رک گئی تھی ساری باتیں سننے کے بعد اشک بہاتی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی اسی وقت دور سے مؤذن کی آواز سنائی دی۔

"اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ بہت عرصہ ہوا تھا اللہ سے ہمکلام ہوئے اس کے دربار میں حاضری دیئے برسوں گزر گئے تھے۔ نگین کے قدم خود بخود وضو کے لیے اٹھ گئے۔ اس نے نماز ادا کی اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگی رائمل کی خوشیوں اور نوفل اور ذوالنون کی صحت و سلامتی کے لیے خصوصی دعا کی۔

اس رات کی صبح بہت خاموش تھی۔ وہاب لاج کے در و دیوار تک دم سادھے اداس نظروں سے ایک دوجے کو تک رہے تھے۔ گھر کے مکین ایسے خاموش تھے جیسے کوئی سانحہ ہو گیا ہو۔ سانحہ تو گزرا تھا مگر ایک ہستی پر رائمل پر جس کا اعتبار تار تار ہوا تھا جس کے کردار کو داغدار قرار دیا گیا تھا اور جس کی پاداش میں اسے ایک مجبوری کے بندھن میں باندھ دیا گیا تھا۔ علی سے تو وہ محبت کرنے لگی تھی مگر اپنے نام کے ساتھ علی کا نام جس طرح منسوب ہوا تھا اس کی رتی برابر بھی خوشی نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک بوجھ سا اس کے دل پہ آ پڑا تھا کہ وہ ایک ان چاہی ہستی بن کر محبت کے سر پہ مسلط کر دی گئی ہے اس کی عزت نفس مجروح ہوئی تھی اسے بہت دکھ ہو رہا تھا۔ اپنی ہی نظروں میں بے وقعت سی ہو گئی تھی وہ اس کی آن اور انا پر گہری چوٹ پڑی تھی اور یہ سب وہ بڑے حوصلے سے سہہ رہی تھی۔ وہ خود بھی حیران تھی کہ اس نے یہ سب کیسے سہہ لیا تھا؟ شاید اس کے ماں باپ کی دعائیں اس کے ساتھ تھیں جو اسے اتنا ضبط صبر اور حوصلہ بخشے ہوئے تھیں۔

رائمل لان میں گم صم سی بیٹھی تھی جبھی علی وہاں چلا آیا۔ رائمل کی حالت دیکھ کر وہ تڑپ کے رہ گیا اگرچہ وہ سلیقے سے تیار ہوئی تھی مگر آنکھوں کی سوجن اور سرخی اس کے دکھ اور درد کی کہانی بیان کر رہی تھی۔ علی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا درد کیسے بانٹے؟ اسے کیسے خوش کرے؟

"کیسی ہو رائمل؟" علی نے ہمت کر کے پوچھا۔

"الحمدللہ بہت اچھی ہوں۔ میری وجہ سے آپ زبردستی کے بندھن میں بندھ گئے میں جانتی ہوں کہ کسی کی زندگی میں زبردستی مسلط ہونا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن آپ آزاد ہیں مما پاپا کے آنے پر آپ مجھے بھی اس رشتے سے آزاد کر دیجیے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ

تکلیف برداشت کریں ہر انسان کو اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا حق ہوتا ہے۔"

"اور اگر میں اپنی زندگی تمہاری مرضی سے گزارنا چاہوں تو۔" علی نے اس کی بات کے جواب میں نرمی سے کہا تو رائبل نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا جہاں خلوص تھا' مسکراہٹ تھی' مگر رائبل کے دل میں کوئی ہلچل نہیں ہوئی تھی' اسے یہی لگا کہ وہ اسے دکھ کی کیفیت سے باہر نکالنے کے لیے ایسا کہہ رہا ہے۔

"زندگی بھر کے فیصلے جلد بازی میں نہیں کیے جاتے مسٹر علی! اور آپ کی زندگی سے آپ کے والدین بھی جڑے ہوئے ہیں' ان کی رائے اور خواہش بھی یقیناً آپ کی مرضی اور خواہش پر اثر انداز ہوگی.... اور نوشین آنٹی کو تو آپ جانتے ہی ہیں جیسے انہوں نے یہ رشتہ کروایا ہے ویسے ہی وہ اسے ختم بھی کروادیں گی۔" رائبل نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"تم نے اپنے مما پاپا کو یہ سب بتایا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟" وہ حیرتوں میں گھرا پوچھنے لگا۔

"انہوں نے تمہیں اتنی تکلیف دی' ہرٹ کیا' یہ سب کرکے بھی وہ مزے میں ہیں تم کیوں برداشت کررہی ہو ممانی کا یہ رویہ؟"

"کیوں کہ یہ میرے اپنے ہیں' میری ماں کے رشتے ہیں اگر یہ مجھے تکلیف دے کر خوش ہیں تو یہ میرے لیے پریشانی کی بات نہیں ہے' پریشانی کی بات تب ہوتی اگر میں ان کے لیے تکلیف کا باعث بن جاتی۔ نوشین خالہ کسی گلٹ یا کسی محرومی کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں' کوئی احساس محرومی ہے شاید۔ یا کوئی غصہ کوئی انتقام...... مجھے ان پر غصہ نہیں آتا بلکہ رحم آتا ہے ان پر' اور میں اپنے مما پاپا کو یہ سب بتا کر دکھی اور پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ مناسب وقت آنے پر انہیں خود ہی سب کچھ معلوم ہوجائے گا اور میں وہاب انکل جنہیں میں ہمیشہ سے ڈیڈی کہتی ہوں انہیں شرمندہ بھی نہیں دیکھ سکتی میں۔ مجھے ان سب سے پیار ہے اور رشتوں کو مضبوط بنانے کے لیے بہت کچھ نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔" رائبل نے سنجیدگی سے دھیرے دھیرے اپنی بات مکمل کی تو علی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کی سوچ اور ہمت پر اسے رشک آرہا تھا۔

"اور رات بھی تم خاموش رہیں ممانی' جھوٹ بولتی رہیں اور تم نے سچ بھی نہیں بولا۔"

"آپ کو میری بے گناہی پر یقین تھا؟"

"ہاں سو فیصد۔"

"بس اسی لیے خاموش تھی' جب میرا دل صاف تھا تو میں کیوں وضاحت دیتی میں اپنی صفائی کیوں پیش کرتی؟" وہ اس کی بات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ رائبل ایسی لڑکی تو نہیں تھی کہ اسے اتنی آسانی سے نظر انداز کیا جاسکے' وہ اپنی ہر بات میں اپنے ہر عمل میں' اپنے ہر انداز میں' اپنے وجود کے تمام تر حسن میں ایسی کشش تو رکھتی تھی کہ علی جیسا ان رومینٹک اور محبت کے چکر سے دور رہنے والا مرد بھی اس کے سامنے زیر ہوگیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ اس کا دل رائبل کی محبت میں ڈوب چکا ہے' اس کا روم روم رائبل کی ہمراہی کا طلب گار ہے۔ وہ اس کو اپنی زندگی سے الگ کرنے کا اقدام کبھی نہیں اٹھا سکے گا۔ یکا یک ہی علی کے دل کی دنیا بدل گئی تھی۔ اس حسن وجبت کی دیوی کے سامنے سر تسلیم خم کرلیا تھا۔ اس اپسرا کو اپنے سارے سچے جذبوں کا مالک اور حق دار مان لیا تھا۔ اسے اب تمام دکھوں سے بچانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ اس کے آنسوؤں کے جذب ہونے کے لیے اپنا دامن کشادہ کرلیا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں اپنا آپ رائبل کو سونپ دیا تھا اور بہت ہلکا پھلکا ہوکر اب وہ مسکرا رہا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" رائبل کو گہری سوچ میں گم دیکھ کر علی نے پوچھا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ واپس لندن چلی جاؤں' ڈیڈی سے کہتی ہوں وہ میری ٹکٹ کروادیں یا پھر...... ابو کے گھر بھیج دیں مجھے۔" رائبل نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟ اب کون تمہیں تنگ کرے گا' تمہارا تو نکاح

بھی ہو چکا ہے؟"

"اسی لیے جانا چاہتی ہوں نوشین آنٹی پھر سے کچھ الٹا سیدھا کریں گی اور میں مزید اس کھیل کا حصہ نہیں بننا چاہتی میرے کردار کو بے اعتبار کرنے کی کوشش کی انہوں نے اس کے بعد بچا ہی کیا ہے؟" وہ اپنے آنسو پیتے ہوئے دکھ سے بولی۔

"ہار مان رہی ہو ان سے؟"

"نہیں' بلکہ میں نہیں چاہتی کہ وہ اپنی شکست سے دل برداشتہ ہو کر مزید اپنا وقار کھو دیں۔ میں ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔" علی نے اس کی باتیں سن کر اسے محبت و رشک و فخر سے دیکھا۔

"لیکن تم کہیں نہیں جاؤ گی کیونکہ ممانی تمہارے نانا ابو کے گھر بھی کچھ غلط باتیں کر سکتی ہیں تمہارے متعلق' اس طرح بات پورے خاندان میں پھیل جائے گی اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر مزید کوئی کیچڑ اچھالا جائے' تم ڈیڈی کے ساتھ ثمین اور نوفل کے ساتھ نانا ابو کے گھر ان سب سے ملنے ضرور جانا مگر وہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے اور کوئی پریشانی ہو تو فوراً مجھے بتانا' اوکے۔" علی نے سنجیدہ مگر دوستانہ لہجے میں کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔



گھر میں عید کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ رابیل بھی ثمین اور نوفل کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی تھی۔ ان دونوں سے اس کی اب گہری دوستی ہو گئی تھی اور ذوالنون سے بھی فون پر بات ہوتی رہتی تھی۔ رابیل ایک دو بار ثمین کے ساتھ یونیورسٹی بھی گئی تھی اور اس نے اس کی سہیلیوں کے ساتھ خوب انجوائے کیا تھا' ثمین اور نوفل رابیل کے ساتھ بہت بے تکلف ہو گئے تھے۔ بہن بھائی والا رشتہ صحیح معنوں میں قائم ہو گیا تھا ان کے بیچ جس سے وہاب احمد تو بہت خوش تھے مگر نوشین اتنی ہی خائف اور نالاں تھیں۔ ثمین اور نوفل اب اپنی تعلیم پر بھی دل سے توجہ دے رہے تھے۔ رابیل کو اس بات کی بہت خوشی تھی۔ علی صبح فیکٹری کے لیے گھر سے نکلتا اور رات کو نو دس بجے تک ہی وہاب لاج میں اس کے قدم پڑتے تھے۔ اس کو کھانے پینے کا ہوش بھی نہیں تھا۔ ان دنوں اور اس کا بنگلہ بھی تیار ہو گیا تھا جسے وہ ڈیکوریٹ کروا رہا تھا آج کل۔ نوشین کی شدید خواہش تھی کہ اس کے نئے بنگلے میں اس کی بیٹی ثمین دلہن بن کر جائے اور راج کرے' رابیل نام کا کانٹا انہیں علی کی زندگی سے نکالنا تھا اور یہ سب وہ تیمور اور افشین کے آنے تک کر دینا چاہتی تھیں۔

وہاب احمد کی سختی کی وجہ سے رابیل کو زیادہ تو کچھ نہیں کہہ رہی تھیں مگر اپنے رویے سے اسے مسلسل یہ باور کرانے کی کوشش ضرور کرتی رہتی تھیں کہ اس کا علی سے نکاح عارضی ہے' زبردستی کا رشتہ جوڑا ہے علی نے' مجبوراً علی کو یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا ہے' ورنہ وہ اس جیسی بدکردار لڑکی کے ساتھ کوئی تعلق رکھنے کا بھی روادار نہیں ہے۔

علی اسلام آباد اپنے ماں باپ کے ساتھ عید منانے جا رہا تھا' یہ سن کر رابیل کا دل اداس ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ عید کے دن تو وہ گھر پر ہوگا' اس سے باتیں کرنے اور اسے دیکھنے کا موقع میسر آئے گا مگر وہ تو جا رہا تھا' کل رات کی فلائٹ تھی اس کی اور نوشین نے علی کی والدہ' اپنی نند امینہ عزیز کو فون کر کے رابیل کے بارے میں بہت غلط انداز میں بتایا اور علی سے نکاح کا قصہ بھی نمک مرچ لگا کر سنا دیا۔ امینہ تو شدید غصے میں آ گئی کہ علی نے ان سے پوچھے بنا اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا لیا؟ اور اس نے اب تک ان سے اس بات کو چھپا کر کیوں رکھا ہوا ہے؟

"آپا! اس میں علی بے چارے کا کوئی قصور نہیں ہے وہ تو وہاب نے اسے منع کر دیا تھا کیونکہ طلاق تو علی نے دے ہی دینی ہے رابیل کو اس لیے وہاب نے سوچا کہ گھر کی بات گھر ہی میں رہے تو اچھا ہے خوامخواہ آپ بھی پریشان ہوں گی..... میں تو مجبوراً آپ کو بتا رہی ہوں کیونکہ اس لڑکی کے تیور مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے آپ علی کو اچھی طرح سمجھا دیجیے گا کہ وہ رابیل کو تین حرف لکھ کر فارغ کر دے بھلا وہ لڑکی ہمارے علی کے لائق تھوڑی ہے۔" نوشین نے امینہ کے غصے پر تیزی سے آگ چھڑکتے

ہوئے کہا۔

"ٹھیک کہتی ہو مگر دہاب کو میرا بیٹا ہی ملا تھا قربانی کا بکرا بنانے کے لیے۔" امینہ نے سنجیدہ سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپا! اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں ناں اور پھر کون سا یہ مستقل بندھن ہے۔ ہم نے کسی کو نہیں بتایا گھر کی بات گھر میں ہی رہے تو بہتر ہے لوگ سنیں گے تو جانے کیسی کیسی باتیں بنائیں گے؟"

"ہاں کہتی تو تم ٹھیک ہو اچھا علی آئے گا تو بات کروں گی اس سے تم سناؤ نگی کیسی ہے؟ امتحان کب ہو رہے ہیں اس کے؟" امینہ نے سنجیدگی سے کہا اور نگین کا پوچھنے کی دیر تھی نوشین نے اس کی تعریفوں کے پل باندھنا شروع کردیے اتنا تو اس نے امینہ کو سمجھا ہی دیا تھا کہ انہیں نگین سے اچھی بہو نہیں مل سکتی۔

"علی! تم نے ایک کال گرل کو اپنا نام دے دیا شرم نہیں آئی تمہیں، رابیل جیسی بے حیا لڑکی سے نکاح کرتے ہوئے کیا ہو گیا ہے تمہاری سوچ کو۔" امینہ سے تو صبر ہی نہ ہوا علی کو فون کر بیٹھیں اور جو منہ میں آیا بولتی چلی گئیں۔ علی پریشان تھا کہ ان کو رابیل اور ان کے نکاح کا کس نے بتایا؟

"امی پلیز! آپ کو کسی نے بہت غلط بتایا ہے رابیل ہرگز ایسی نہیں ہے۔ میں گھر آ کر آپ کو ساری بات بتاؤں گا تب تک آپ اپنا غصہ ٹھنڈا کرلیں۔" علی نے بہت تحمل سے جواب دیا تو انہوں نے فون بند کردیا۔

"آخر ممانی کو کیا ملے گا یوں سب کا سکون برباد کر کے؟" وہ خود کلامی کرتے ہوئے اپنا سامان پیک کررہا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی اس کے اجازت دینے پر دروازہ کھلا اور رابیل اندر چلی آئی۔

"السلام علیکم!" رابیل نے اسے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام خیریت تم یہاں؟"

"جی خیریت ہے آپ اسلام آباد جارہے ہیں۔"

"ہاں عید کے لیے جارہا ہوں گھر والے انتظار کررہے ہوں گے۔"

"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں، پھپھو سے بھی مل لوں گی۔"

"ہرگز نہیں۔" علی نے سوٹ کیس بند کیا۔

"کیوں.....؟ کیا انہیں بھی میرے آنے کی خوشی نہیں ہوگی؟"

"رابیل پلیز میرے پاس تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں ہے یوں سمجھ لو کہ وہاں بھی تمہارے خلاف ایک محاذ کھل چکا ہے اور ویسے بھی میں ایسے کیسے تمہیں وہاں لے جاسکتا ہوں، میں وہاں عید منانے جارہا ہوں کوئی ہنی مون نہیں کہ تمہارا میرے ساتھ جانا ضروری ہو۔" علی کو امینہ کے فون نے ان کے غصہ اور ناراضگی نے ڈسٹرب کردیا تھا اسی لیے وہ سارا غصہ رابیل پر نکال بیٹھا تھا۔ رابیل اس کے لہجے کی بیزاری اور درشتی سے بہت دل گیر ہوئی تھی۔

"تو میں نے کب کہا ہے کہ آپ ہنی مون منانے جارہے ہیں۔ جو میرا جانا ضروری ہو اور ویسے بھی ہمارا نکاح مجبوری کا زبردستی اور چند دنوں کا ہے اس میں ایسا کچھ میں سوچ بھی نہیں سکتی..... آئی ایم سوری، میں نے بہت ہی بچکانہ اور احمقانہ فرمائش کردی آپ سے۔ اطمینان سے جائیں اور آپ کو ایڈوانس میں عید مبارک۔" رابیل نے سنجیدہ مگر مدھم لہجے میں کہا اور اپنی بات مکمل کرتے ہی کمرے سے باہر نکل گئی۔ علی کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر رابیل نے اسے مہلت ہی نہ دی۔ علی کو اپنے رویے اور لہجے کی سختی کا شدت سے احساس ہورہا تھا، اس پر ناحق اپنا غصہ نکال دیا وہ کتنی ہرٹ ہوئی تھی اس کے رویے سے یہ خیال ہی علی کو بے چین کرنے لگا۔ اس نے سوچا کہ جانے سے پہلے رابیل سے معذرت کرلے مگر رابیل اس کے سامنے ہی نہیں آئی شاید اس سے خفا تھی؟ وہ اسی بے چینی میں اسلام آباد روانہ ہوگیا۔



ذوالنون گھر جانے کی تیاری کررہا تھا۔ اس نے نگین اور نوفل کے ساتھ ساتھ رابیل کے لیے بھی گفٹس خریدے تھے۔ وہ گفٹس رکھ رہا تھا کہ کرن آگئی۔

"گھر جارہے ہو؟" کرن نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں اور بہت ایکسائیٹڈ ہوں' ممی ڈیڈی نوفل' نگی اور مائی سویٹ کزن رابیل سب سے ملاقات ہوگی' ان شاء اللہ اینڈ آئی شیور اس بار ہم عید پر بہت انجوائے کریں گے' میں نے سب کے لیے گفٹس بھی خریدے ہیں۔" ذوالنون نے خوشی سے بھرپور لہجے میں بتایا۔

"رابیل کے لیے بھی۔" کرن نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ اس کی کیفیت اور اس کے لہجے کی چبھن کو محسوس کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہاں رابیل کے لیے ایک ڈریس' ایک جیولری سیٹ اور ہینڈ بیگ خریدا ہے' اسے یقیناً پسند آئیں گی یہ سب چیزیں۔"

"تمہیں لیڈیز شاپنگ کا بہت تجربہ ہے۔"

"ہاں جب میں لندن میں تھا نا تو خالہ اور رابیل کے ساتھ اور کبھی نبیل بھائی کے ساتھ شاپنگ کرتا تھا۔ رابیل کی پسند ناپسند کا بھی مجھے پتا ہے۔" اس نے تفصیل سے بتایا۔

"سب کے لیے گفٹس خریدے ہیں' میرے لیے تو کچھ نہیں خریدا ہوگا نا۔" کرن نے بچوں کی طرح منہ پھلا کر کہا۔

"نہیں' خریدنے لگا تھا پھر یہ سوچ کر نہیں خریدا کہ اگر ایک بار گفٹ دے دیا تو تم ہر عید پر مجھ سے گفٹ کی آس لگا کے بیٹھ جاؤ گی۔" ذوالنون نے شرارت سے کہا۔

"دفع ہو جاؤ تم' تمہیں تو کسی کا دل رکھنا بھی نہیں آتا۔ اتنا برا سوچتے ہو تم میرے لیے' میں اتنی گئی گزری ہوں تمہاری نظر میں' تم ....." کرن نے اسے دونوں ہاتھوں سے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا۔ اس کے آنسو بہہ نکلے تھے۔ ذوالنون گھبرا گیا۔

"او کم آن' کرن' میں تو مذاق کررہا تھا یار' تم تو بچوں کی طرح رونے لگیں' دیکھو میں تمہارے لیے بھی کچھ لایا ہوں۔" اس نے جلدی سے اپنے سفری بیگ میں سے ایک ڈبہ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ بھیگی آواز میں بولی۔

"کچھ نہیں لائے تم میرے لیے' یہ تمہاری رابیل کا گفٹ ہوگا جو اب مجھے بہلانے کے لیے دے رہے ہو۔"

"رابیل کا گفٹ میں کسی کو نہیں دے سکتا سمجھیں' اور اتنی بدگمانی اچھی نہیں ہوتی' تم میری دوست ہو اور تمہارے لیے میں نے یہ بینگلز خریدے ہیں' یہ دیکھو ڈبے پر تمہارا نام بھی لکھا ہے کرن۔" ذوالنون نے اس ڈبے پر لکھے اس کے نام پر انگلی رکھ کر دکھاتے ہوئے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے ڈبہ لے لیا۔

❁❁.....❁.....❁❁

"وہاب لاج" میں بہت عرصے بعد اتنی پررونق اور خوش گوار عید منائی جارہی تھی' جہاں سبھی ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی خوشی موجود تھے۔ قربانی کے بعد تمکین اور رابیل نے شنو اور بوا جی کے ساتھ مل کر کچن میں پکوان پکائے' ذوالنون نے بھی ان کی مدد کی' رات کو لان میں باربی کیو کا انتظام کیا' سبھی بہت انجوائے کررہے تھے۔ رابیل کو مما پاپا' نبیل اور علی کی کمی شدت سے محسوس ہورہی تھی۔ مما پاپا اور نبیل کا فون آگیا تھا۔ رابیل نے انہیں عید کی اور مما پاپا کو حج کی سعادت حاصل کرنے پر مبارک باد دی۔ ایک علی سے بات نہیں ہوئی تھی' اس کا فون تو آیا تھا مگر علی نے سبھی سے بات کی تھی سوائے رابیل کے' کچھ اور نہ سہی کزن ہونے کے ناطے ہی عید مبارک کہہ دیتا۔ توشین کو ضرور خوشی ہوئی تھی کہ علی نے رابیل سے بات نہیں کی اور رابیل کا دل بجھ کے رہ گیا تھا۔ رات کو سونے کے لیے لیٹی تو علی کی وجیہہ شخصیت اس کی آنکھوں میں آسمائی تھی اور ساتھ ہی آنسو بھی بہہ نکلے تھے۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ میں تو علی سے بہت پیار کرنے لگی ہوں اور علی کیا انہیں بھی مجھ سے محبت ہے؟

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)





سباس گل

محبت دل کا سجدہ ہے

حصہ سوم

جس کو معلوم نہیں منزل مقصود اپنی
کتنا بے کار ہے اس شخص کا چلتے رہنا
ہم نئے خواب بنیں گے نئے منظر لے کر
نئے سورج سے کہو روز نکلتے رہنا

(حصہ دوم کا خلاصہ)

رائنل نگین کے ساتھ یونیورسٹی جاتی ہے جہاں نگین کی دوست زریں رائنل کو جاوید کی حقیقت سے آگاہ کرتی ہے۔ ساتھ ہی رائنل اور زریں جاوید کو اس کے انجام تک پہنچانے کا منصوبہ بھی بناتی ہیں۔ وہاب احمد نگین کو یونیورسٹی جانے سے منع کرتے ہوئے اس پر جاوید کی حقیقت بھی آشکار کرتے ہیں جسے سن کر وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ نوفل رائنل سے اپنے گستاخانہ رویہ کی معافی مانگتا ہے۔ رائنل کی بدولت اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ کرن ذوالنون کے محتاط رویے کو دیکھ کر اپنی چاہت پر بند باندھ لیتی ہے اور ذوالنون کے اپنی طرف لوٹ آنے کی منتظر رہتی ہے۔ نگین اس دن کے بعد سے اپنے کمرے میں بند ہو کر رہ جاتی ہے اسے رہ رہ کر اپنی کم عقلی پر غصہ آ رہا ہوتا ہے ایک فلرٹ شخص کے لیے اپنے جذبات اس شخص پر آشکار کیے اور اپنے گھر والوں کی عزت داؤ پر لگانے کا احساس اسے ندامت میں مبتلا کرتا ہے۔ علی چند دن کے لیے اپنے گھر جاتا ہے رائنل اس کے جانے سے اداس ہو گئی ہے کیونکہ "وہاب لاج" میں ایک علی ہے جس سے وہ بات کرتی ہے۔ وہاب احمد ایک دن کے لیے کراچی جاتے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں نوشین بیگم گھر میں پارٹی رکھتی ہیں جس میں مرد و خواتین دونوں شامل ہوتے ہیں۔ وہاب احمد کی آمد رات میں کسی وقت متوقع ہے اور نوشین احمد کو اندازہ ہے کہ وہاب احمد عموماً رات کے سفر کو ملتوی کر کے اگلی صبح کی فلائٹ لیتے ہیں۔ نوشین پارٹی کی وجہ سے رائنل کو علی کے کمرے میں سونے بھیج دیتی ہیں۔ علی فون پر ان کو اپنی واپسی کا بتا چکا ہوتا ہے مگر نوشین بیگم رائنل کو بدنام کرنا چاہتی ہیں۔ اس لیے علی کی آمد کی بات چھپا جاتی ہیں۔ علی جب واپس آتا ہے تو اپنے کمرے میں رائنل کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے۔ نوشین بیگم علی کے کمرے میں رائنل کی موجودگی پر واویلا مچا دیتی ہیں مگر وہاب احمد ان کا یقین نہیں کرتے۔ وہاب احمد کو معلوم ہے کہ نوشین بیگم اس طرح کی حرکت ضرور کریں گی۔ اس لیے وہاب احمد علی سے مشورہ کر کے رائنل اور علی کا نکاح کر دیتے ہیں۔ ذوالنون گھر جانے کی تیاری کر رہا ہوتا ہے اس نے نگین اور نوفل کے ساتھ رائنل کے لیے بھی گفٹ خریدے ہوتے ہیں۔ وہاب لاج میں بہت عرصے بعد اتنی پر رونق اور خوش گوار عید منائی جا رہی تھی۔

(اب آگے پڑھیے)



"ہاں ہاں میں عشق! ساری خطائیں میری
مجھے نبھانے والو! تم تو سب فرشتے ہو"
کرن کا بجھا ہوا شعر پڑھ کر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ ذوالنون نے بھی جواب میں شعر ٹائپ کیا۔

ذرا آنکھوں سے اوجھل ہونا اے عشق!
مجھے کچھ دیر سونا ہے......!!

کرن نے ایس ایم ایس پڑھا اور سیل آف کر کے

تکیے میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

ذوالنون نہیں چاہتا تھا کہ کرن یا خود اس کے ماں باپ کو ان کی طرف سے کوئی الٹی سیدھی خبر ملے۔ وہ گھر سے دور تعلیم حاصل کرکے اپنا مستقبل بنانے سنوارنے گیا تھا نہ کہ عشق کے چکروں میں پڑنے کے لیے۔ ذوالنون کو جذبات سے زیادہ حالات اور دوسروں کے خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھانے کی عادت تھی۔

ادھر علی بھی بے کلی اور بے قراری کے عالم میں اپنے بیڈ روم میں ٹہل رہا تھا۔ عید کا پہلا دن گزر گیا تھا' شب دھیرے دھیرے بیت رہی تھی۔ مگر وہ ابھی تک جاگ رہا تھا' اس کی عید کچھ اچھی نہیں گزری تھی' کیونکہ ایک تو امینہ نے علی کو رابیل سے نکاح کے معاملے میں بہت کچھ سنایا تھا اور اسے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ وہ فوراً اسے طلاق دے ورنہ وہ ساری زندگی اس کی شکل نہیں دیکھیں گی۔ نوشین نے جانے کس انداز میں امینہ کو رابیل کے خلاف کردیا تھا کہ وہ علی کی کوئی بات سننے کو ہی آمادہ نہیں تھیں۔

علی کے والد عثمان عزیز نے صرف اتنا کہا تھا کہ.....

"مجھے علی پر مکمل بھروسہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ علی جو بھی فیصلہ کرے گا بہت سوچ سمجھ کر اور دل سے کرے گا میرا بیٹا کبھی کچھ غلط کر ہی نہیں سکتا۔"

اور امینہ کو شوہر کی اس بات پر خاموش ہونا ہی پڑا تھا مگر علی کے لیے ایک بہت بڑی مشکل کھڑی ہوگئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں اب اتنی آسانی سے رابیل کو قبول نہیں کریں گی۔

رابیل صرف اس کی منکوحہ نہیں تھی بلکہ اب اس کی محبت بھی تھی پہلی بار دل کے دروازے پہ پیار کی دستک کو پیار کی خوش بو کو اس نے روح کی گہرائیوں تک محسوس کیا تھا' وہ اس انوکھے اور دلنشیں احساس سے واقف ہوا تو زندگی ایک دم سے ہی اسے بہت حسین لگنے لگی تھی۔ وہ کیسے اپنے ہاتھوں سے اپنی محبت کو اپنی زندگی سے بے دخل کردیتا؟ اس نے اپنی ڈائری کھولی تو اس میں رکھا ہوا سفید گلاب علی کی توجہ کا مرکز بن گیا' اسے وہ حسین صبح یاد آگئی جب وہ رابیل سے پہلی بار ملا تھا اور اس نے تازہ سفید گلاب اسے تحفتاً دیا تھا اور وہ اس ہی لمحے میں قید ہوکر رہ گیا تھا۔ جانے کیسا طلسم تھا ان لمحوں میں کہ رابیل کی معصومیت اور خوب صورتی نے علی کا دل موہ لیا تھا۔ ایک بجلی سی کوندی تھی دل کے ایوانوں میں' ایک رنگ سا اترا تھا روح کے گلستانوں میں' ایک جلترنگ سا بج اٹھا تھا اس کے وجود کے ریگستانوں میں' ہر طرف پھول ہی پھول کھل اٹھے اس لمحے اور وہ اس خوب صورت احساس کو اس نے خود سے سب سے چھپائے ہوئے تھا اب تک اور تقدیر نے اس کی محبت خود بخود اس کے ہاتھ میں تھمادی تھی۔ اب محبت بھری نعمت کی حفاظت اور قدر تو اسی کو کرنا تھی' جو اسے اتنی آسانی سے مل گئی تھی وہ اسے اگر جان جوکھوں میں ڈال کر بھی بچانی پڑے تو وہ دریغ نہیں کرے گا۔ وہ اسے کسی قیمت پر نہیں گنوا سکتا' یہ اس نے سوچ لیا تھا اور خود سے عہد بھی کرلیا تھا۔ یہ جاننا بھی اس کے لیے بہت ضروری اور بے حد اہم تھا۔

عید کا دوسرا دن بھی مصروف رہا' وہ چاہ کر بھی رابیل سے فون پر بات نہ کرسکا' اس کا سیل نمبر بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ دن بھر سوچتا رہا تھا کہ موقع ملتے ہی وہاب لاج کال کرے گا' رابیل سے بات کرے گا مگر.....!

دن بھر سوچا کہ
عید مبارک کہنا ہے
ڈیوٹی کرتے عید گزر گئی
"عید مبارک"
وہی روایتی انداز
وہی روٹین کا جملہ
دن بھر اپنے آپ سے الجھتا رہا
نہ الفاظ ملے اور نہ پھر سوچوں سے
عید کے لیے کوئی جملہ تراش پایا
یہاں تک کہ رات نے دھرتی پر
اپنے تنبو تان لیے.....!

علی سونگھتے ہوئے سفید گلاب کو دیکھتا رہا' سونگھتا رہا' اس میں رابیل کی خوش بو کو محسوس کرتا رہا اور عید کی شب کا

لمحہ لمحہ گزرتا رہا۔



ذوالنون کو نوفل کی زبانی گھر کے تمام حالات واقعات کا علم ہوچکا تھا' نوشین کی زیادتیوں پر وہ بہت شرمندہ تھا رانیل سے اور نگین کی بے وقوفی نے بھی اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔علی سے رانیل کے نکاح کا جواز ضرور برا لگا تھا مگر وہ خوش کہ رانیل کا نکاح علی جیسے نفیس اور سلجھے ہوئے شخص سے ہوا ہے اور اب اس کی شدید خواہش تھی کہ نگین کی شادی بھی جلد از جلد ہو جائے' وہ سب لاؤنج میں بیٹھے گپ شپ کررہے تھے۔

"نگی! بس اب تم امور خانہ داری میں دلچسپی لو کوکنگ سیکھ لو تاکہ یونیورسٹی سے فارغ ہوتے ہی تمہاری شادی کردی جائے۔" ذوالنون نے نگین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے فی الحال شادی نہیں کرنی۔" نگین نے کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

"ڈونٹ وری اللہ نے تمہارے لیے بہت اچھا رائٹ مین منتخب کر رکھا ہوگا' وہ ضرور تمہیں ملے گا' گزری غلطیاں بھلا کرآنے والی زندگی کو خوش گوار گزارنے کے لیے خود کو تیار کرو مایوس کبھی نہ ہونا ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ذوالنون نے اس کا ہاتھ تھام کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"رانیل! آئی ایم سوری فار یو علی بھائی بہت نائس آدمی ہیں کسی کی بات پر کان مت دھرنا' انہیں اپنا بنا کے ہی رکھنا سمجھیں۔" ذوالنون نے رانیل سے رازدارانہ لہجے میں کہا تو وہ ہنس کر بولی۔

"علی کی مرضی کے بنا تو نہیں نا۔"

"علی بھائی سے مجھے کسی بے وقوفی کی توقع تو نہیں ہے پھر بھی اگر وہ مام کی باتوں میں آ کر یہ نکاح ختم کرنے کی بات کریں تو مجھے بتانا میں انہیں سمجھاؤں گا کہ میری بہن کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے اگر اسے آپ نے گنوا دیا تو ساری زندگی پچھتاؤ گے اور اگر میری بہن کو کوئی دکھ دیا تو میرے ہاتھوں سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟" ذوالنون نے برادرانہ شفقت و محبت سے پر لہجے میں بڑے اسٹائل سے کہا تو وہ ہنستی چلی گئی۔ وہاب احمد کو ذوالنون پر بے تحاشہ پیار آیا جو رانیل کو بھی اتنی ہی محبت اور اہمیت دے رہا تھا اس کے لیے بھی اتنا ہی فکرمند تھا جتنا کہ نگین کے لیے فکرمند تھا۔

عید کے تیسرے دن وہ سب زاہد اور عابد ماموں کے گھر ماجد ہاؤس گئے' واپسی شام تک ہوئی تھی' ان سب کی اور رات کو ذوالنون خوش گوار یادوں کے ساتھ کوچ میں سوار ہوگیا تھا اس کی چھٹی بس تین دن کی ہی تھی اسے واپس اسلام آباد پہنچنا تھا۔



علی صبح فلائٹ سے لاہور پہنچ گیا تھا۔ وہاب لاج میں خاموشی چھائی تھی۔ اس کی نگاہیں رانیل کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ بوا جی کی زبانی معلوم ہوا کہ رانیل' نگین کے ساتھ اس کی سہیلی ذرین کے گھر عید ملن پارٹی میں گئی ہے۔ نوفل کالج میں تھا' نوشین اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔ وہاب احمد فیکٹری گئے تھے۔ وہ اپنا سامان گیسٹ روم میں رکھنے کے بعد باہر لان میں آ بیٹھا۔ وہ کافی پریشان اور بے چین تھا آتے وقت امینہ بیگم نے اسے رانیل کو طلاق دینے کا حکم دیا تھا۔ وہ بھی نوشین کی زبان پر یقین کر کے انہی کی زبان بول رہی تھیں۔

"علی تم نے جس خاموشی سے رانیل سے نکاح کیا تھا' اسی خاموشی سے اسے طلاق دے کر یہ رشتہ ختم کردینا ورنہ میں تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی اور میری حکم عدولی کر کے تم مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔" امینہ کے کہے ہوئے الفاظ کسی لاوے کی طرح اس کی روح میں سرایت کر گئے تھے' اور بار بار ان الفاظ کی بازگشت اسے انگاروں پر گھسیٹ رہی تھی۔ وہ بے چینی کے عالم میں کبھی بیٹھ جاتا اور کبھی پھر سے اٹھ کر ٹہلنے لگتا۔ اس کا وجود آگ کی طرح دہک رہا تھا۔ علی نے خود کو کبھی اتنا بے بس اور مجبور محسوس نہیں کیا تھا۔ جتنا بے بس اور مجبور وہ آج محسوس کررہا تھا۔ ایک طرف اس کے دل کی خوشی' اس کی محبت' اس کی رانیل تھی۔

اور دوسری طرف اس کی ماں تھی' جس کے قدموں تلے

اس کی جنت تھی' وہ ماں کا ایسا حکم کیسے مان سکتا تھا جو اس کے دل کی دنیا اور ایک لڑکی کی زندگی تباہ کردے۔ وہ دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں کھونا چاہتا تھا اور نہ ہی وہ ان دونوں میں سے کسی کو دکھ پہنچانا چاہتا تھا۔ اسے اپنے اللہ پر بھروسہ تھا کہ وہ ضرور ان کا دل رانیل کی طرف سے صاف کردے گا اور بھائی کو ہدایت کی راہ دکھائے گا ان شاءاللہ۔

رانیل اور نگین جلد ہی آ گئی تھیں۔ رانیل نے علی کو دور سے ہی دیکھ لیا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں ایک دم تیز ہو گئی تھیں۔ علی اسے بہت غم زدہ دکھائی دے رہا تھا۔ بوا جی نے اسے بتایا کہ وہ جب سے آیا ہے اسی طرح گم صم اور پریشان سا بیٹھا ہے۔ رانیل بے قرار ہو کر ان کی طرف چلی آئی۔ وہ تھوڑی کو ہاتھ سے پکڑے کسی سوچ میں گم بیٹھا تھا۔

"آئیں آپ اندر چلیں۔" وہ تیزی سے بولی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا کہ اتنے بڑے مرد ہو کر آپ رو رہے ہیں۔"

"مجھے اکیلا چھوڑ دو رانیل۔"

"ہرگز نہیں' میں آپ کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔" رانیل اس کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گئی' اس نے ابھی تک علی کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور اس پر اب گرفت اور مضبوط کر لی تھی۔

"کیا کرو گی میرے ساتھ رہنے کے لیے؟"

"میں آپ سے محبت کرتی ہوں' اور آپ کو اتنا پیار دوں گی کہ آپ مجھے کبھی کہیں گے ہی نہیں کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو' اور آپ مجھے کبھی بھی خود سے جدا کر ہی نہیں پائیں گے' بولیں کریں گے' مجھے خود سے الگ؟" وہ اپنی سادگی اور معصومیت میں اپنے پیار کا اظہار کرتی مان بھرے انداز میں اس سے پوچھتی اسے بے خود کر رہی تھی' دیوانہ بنا رہی تھی۔

"تمہیں پتا ہے تمہاری خالہ نے یہ رشتہ کس طرح ہونے دیا اور کب تک وہ اس رشتے کو برقرار رکھنے کے حق میں ہیں؟"

"سب پتا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے بولی۔

"مجھے آپ کی بات کی پروا ہے خالہ کی نہیں' آپ کی رائے میرے لیے اہمیت رکھتی ہے آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ چھوڑ دیں گے مجھے...... یہ نکاح ختم کر دیں گے؟ خود سے جدا کر دیں گے مجھے...... یہ رشتہ ختم کر دیں گے کیا؟ آپ طلاق دے دیں گے مجھے؟" رانیل نے بے چینی سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں رانیل' یہ لفظ سوچ کر میری روح کانپ اٹھتی ہے' تم بیوی ہو میری' بے شک یہ رشتہ جیسے بھی حالات میں ہوا ہے' میں اس رشتے کو رسوا نہیں ہونے دوں گا' دیکھتا ہوں کون تمہیں مجھ سے جدا کر کے لے جاتا ہے۔" وہ بولتے بولتے کھڑا ہو گیا۔

"میں آپ کو چھوڑ کے کہیں نہیں جاؤں گی۔" اس نے خوشی اور محبت سے بھیگتے لہجے میں کہا۔

رانیل بھی اس سے پیار کرتی ہے اور اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے' اس رشتے کو قائم رکھنا چاہتی ہے یہ احساس علی کے لیے بہت مسرور کن اور اطمینان بخش تھا' اب وہ اپنے اور رانیل کے لیے' اپنی محبت کے لیے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ حالات اور مخالفتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔



"آ گئے ہو خیر سے چھٹیاں گزار کے۔" کرن نے ذوالنون کو صبح کالج میں دیکھتے ہی مسکرا کے کہا۔

"جی الحمدللہ۔" اس کے انداز میں بے پروائی تھی۔

"میری چاہت نے تمہیں خاص بنایا ہے ورنہ تم میں تو کوئی بات نہیں۔" کرن نے بھی اس کی بے پروائی اور بے نیازی کا منہ توڑ جواب دیا۔

"بس' یہی تو میں چاہتا ہوں کہ تم ایسا ہی سوچو اور پڑھو لکھو گے بڑھو اس عشق محبت کے لیے تو عمر پڑی ہے۔"

"میں تمہیں ڈاکٹر بن کے دکھاؤں گی دیکھ لینا تم۔"

"دیکھ تو رہا ہوں۔" وہ گہری شوخ نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ تو وہ تیزی سے اپنی کلاس کی طرف بڑھ گئی۔

ذوالنون نے خود بھی اپنی کلاس روم کی جانب قدم بڑھا دیے۔



صبح کے نو بج رہے تھے۔ رانیل تیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر نکلی تو عمیر، اویس، مسز ہمدانی، مسز بیگ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ یہ لوگ اتنی صبح کیسے آ گئے۔ ان کی تو صبح ہی دس بجے ہوتی تھیں۔

"السلام علیکم!" رانیل نے ان سب کو دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہو رانیل؟" مسز بیگ نے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا تو اس نے اخلاقیات نبھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"جی میں ٹھیک ہوں آپ سب کیسے ہیں؟"

"ہم بھی ٹھیک ہیں آپ کے آنے سے اور بھی ٹھیک ہو گئے ہیں۔ آپ تو ہماری کمپنی سے دور بھاگتی ہیں اور ہم آپ کو اپنی کمپنی کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔" عمیر نے اٹھ کر اس کے پاس کھڑے ہو کر اس کے دلکش سراپے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم سے اس سے دو قدم دور ہٹ گئی۔

"رانیل! مجھے تو تم بہت پسند آئی ہو میں نے نوشی سے کہا ہے کہ وہ تمہیں لے کر آئے میرے گھر میرے بیٹے سے بھی تم مل لینا بھئی اگر تم میرے بیٹے کو پسند آ گئیں تو میں تمہیں اپنی بہو بنا لوں گی۔" مسز بیگ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اویس نے کمینگی سے کہا۔

"ہائے مسز بیگ، پھر ہمارا کیا بنے گا ہم تو انہیں دیکھتے ہی رہ جائیں گے بس۔"

"تم کھڑی کیوں ہو ڈارلنگ آؤ ہمارے پاس بیٹھو نا۔" عمیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھانے کی کوشش کی تو اس نے غصے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"ڈونٹ ٹچ می۔" وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ارے دیکھو ذرا لندن پلٹ لڑکی کا یہ حال ہے یہاں تو ہر لڑکی آسانی سے کسی بھی مرد کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھما دیتی ہے اور یہ نیک پروین ہونے کا ڈرامہ کر رہی ہے۔" عمیر نے ہنستے ہوئے کہا تو رانیل بہت ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"آپ ہر لڑکی کو برا اور بکاؤ مال سمجھنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ لڑکیاں اپنی عزت کروانا جانتی ہیں آپ نجانے آج تک کن لڑکیوں سے ملتے رہے ہیں، میں رانیل تیمور حسن ہوں کوئی ٹشو پیپر نہیں ہوں کہ جسے آپ استعمال کر کے پھینک دیں۔" رانیل غصے سے کہتی کچن میں چلی آئی۔

"بوا جی! یہ مہمان آج اتنی صبح کیسے آ گئے؟"

"بیٹا! یہ عید ملن پارٹی کا ہی حصہ سمجھو، یہ لوگ ناشتے کی دعوت پہ آئے ہیں۔"

"یہ ویسے تو اتنے ماڈرن بنتے ہیں اور اب اتنے دیسی ناشتے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔" سنجیدگی سے کہتے وہ علی کے روم میں آ گئی۔

علی واش روم میں نہا رہا تھا، رانیل کو پانی گرنے کی آواز سے اندازہ ہو گیا تھا وہ کچھ دیر تو بیٹھی ان تینوں کی باتوں پر سلگتی رہی پھر خود کو ٹھنڈا کیا اور اٹھ کر علی کی چیزیں دیکھنے لگی۔ واش روم کا دروازہ کھلنے اور علی کے باہر آنے کی آہٹ پا کر رانیل نے پلٹ کر دیکھا تو مارے شرمندگی کے فوراً ہی رخ پھیر لیا علی نے شرٹ نہیں پہنی تھی۔ وہ تولیے سے بال خشک کرتا اسے اپنے کمرے میں اس وقت دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"کیوں میں یہاں نہیں آ سکتی کیا؟" رانیل نے اس کی طرف دیکھے بنا اس کی آئی پیڈ کو اٹھا کر دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ہوں، آ سکتی ہو تم، مالک ہو اس گھر کی، تمہارا جہاں دل چاہے تم آ جا سکتی ہو۔" وہ تولیے کو اپنے بالوں میں رگڑتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"آپ کو برا لگا کیا میں آپ کے کمرے میں آئی؟" اس نے ذرا سی نگاہ اٹھا کر پوچھا تو وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولا۔

"ارے نہیں مجھے کیوں برا لگے گا بھلا؟ مجھے تو بہت

اچھا لگ رہا ہے کہ تم میرے کمرے میں آئی ہو میرے تو بھاگ جاگ گئے ہیں۔"

"واٹ بھاگ؟" رابیل نے نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"بھاگ، مطلب نصیب، قسمت۔" وہ ہنس کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف جاتے ہوئے مطلب سمجھا رہا تھا۔

"اوہ اچھا!" رابیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس کے سیل فون کو چیک کرنے لگی وہ بالوں میں برش پھیرتے ہوئے اسے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں واضح دیکھ رہا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔" رابیل نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کسی نے کچھ کہا ہے؟" علی بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔" وہی جواب تھا اس کا۔

"میں تمہارا کیا لگتا ہوں؟" سوال بہت تیزی سے کیا تھا اور جواب بھی اسی روانی سے آیا تھا۔

"کچھ نہیں..... مگر..... سب کچھ۔"

"تو وہ سب کچھ بتادو مجھے جو تمہیں پریشان اور خوف زدہ کیے ہوئے ہے۔"

"کیا مجھے سب کچھ علی کو بتا دینا چاہیے اگر انہیں غصہ آ گیا تو؟ پتا نہیں یہ میری بات کا یقین کریں گے بھی کہ نہیں..... اگر غصے میں آ کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا تو؟"

"نہیں....." یہ نہیں اس کی زبان سے باآواز پھسلا تھا۔

"نہیں چھوڑوں گا، تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا اور تم پہ کبھی غصہ بھی نہیں کروں گا اور یقین رکھو مجھے رب کے بعد اگر کسی پر یقین ہے تو وہ تم ہو رابیل صرف تم۔" علی نے اس کے چہرے سے اس کی پریشانی اس کے دل کا خوف پڑھتے ہوئے بہت محبت سے کہا تو فرط مسرت و تشکر سے وہ اس کے گلے سے لگ گئی۔ اس کے یہ معصوم اور بے ساختہ انداز ہی تو علی کو پل پل اس کا اسیر کر رہے تھے۔ یکا یک رابیل کو اپنی اس حرکت کا احساس ہوا تو ایک دم سے اس سے الگ ہوئی علی نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"سوری....." وہ نظریں جھکا کر اپنی اس حرکت پر معذرت کر رہی تھی وہ ہنس کر اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا۔

"سوری تو کسی غیر سے کی جاتی ہے ہسبنڈ سے تو نہیں۔"

"آپ بہت اچھے ہیں۔" وہ علی کے گلے میں چمکتا لاکٹ جس پر علی کے نام کا اے کندہ تھا ہاتھ میں پکڑ کر دیکھنے لگی۔ جب کہ وہ بس اسے دیکھ رہا تھا محسوس کر رہا تھا اس کے مہکتے وجود کی نرمی اور گرمی اسے مدہوش بنا رہی تھی۔

"اچھا لگ رہا ہے یہ لاکٹ۔" علی نے اس سے پوچھا۔

"ہوں..... " وہ شرماتے ہوئے بولی۔

"تو تمہیں پہنا دوں۔"

"نہیں..... بس آپ نے پہنا ہوا ہے تب ہی تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

"تم پہنو گی تو اور زیادہ اچھا لگے گا تمہاری خوب صورت گردن میں تو سج جائے گا۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنے گلے سے لاکٹ اتار لیا۔

"مگر....." رابیل جھجک رہی تھی اور علی نے اپنا لاکٹ اس کی گردن میں پہنا دیا۔ رابیل چھوئی موئی کی طرح سمٹ گئی۔ چہرے پر حیا کے مسرت و انبساط کے سارے رنگ اتر آئے تھے۔ نظریں جھکی جھکی سی، گال دہکتے ہوئے ہاتھوں میں کپکپاہٹ اور کومل وجود کی سندرتا خوب صورتی اور حسن، معصومیت اور سادگی میں بھی قیامت کا نظارہ پیش کر رہی تھی وہ..... علی تو بے خود کر رہی تھی علی کو اس پر اپنے حق کا احساس دلا رہی تھی۔

"علی....." لب خود بخود اس کا نام لے اٹھے۔

"جان علی بتاؤ نا کیا بات ہے جو تمہیں پریشان کر رہی ہے..... کسی سے خوف زدہ ہو تم..... بتاؤ مجھے میں ہوں نا اب تمہارا محرم تمہارا محافظ۔" علی نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر نرمی سے پوچھا تو اس نے عمیر اویس اور مسز

بیگ کی تمام باتیں اس کے گوش گزار کردیں۔

"بس اسی لیے میں آپ کے کمرے میں چلی آئی کہ وہ یہاں تو نہیں آئیں گے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اچھا کیا جو یہاں چلی آئیں تمہاری جگہ دھری ہے میرے کمرے میں۔" علی نے سنجیدگی سے کہا اویس اور عمیر کی بے باکی پر وہ سلگ اٹھا تھا۔

"اور اویس اور عمیر کو تو میں دیکھ لوں گا ان کی جرأت کیسے ہوئی تمہارے ساتھ بدتمیزی کرنے کی۔"

"تم اب یہاں اکیلی نہیں ہو میں ہوں تمہارے ساتھ تمہارا شوہر۔" علی نے اس کے شانوں کو تھام کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے شوہر ہیں مگر میرے ساتھ نہیں ہیں' ساتھ ہوتے تو میرے ساتھ یہ سب نہ ہو رہا ہوتا۔"

"ہوں...... میں سمجھ رہا ہوں تمہاری بات' جب تک سب کے سامنے ہماری شادی ڈکلیئر نہیں ہو جاتی ایسا کچھ تو ہوگا...... یہ رشتہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔" علی نے اٹل لہجے میں کہا۔

"کھیل سمجھا ہے انہوں نے نکاح کو ہماری زندگی کو جب ان کا دل چاہا ایک ڈرامہ رچا کر ہمارا نکاح کروا دیا اور جب چاہیں گی ختم کرا دیں گی۔" رائنل اس کا احساس اس کی سوچ اور رویہ ہی جانچنا چاہتی تھی اپنے حوالے سے اس رشتے کے حوالے سے اس کی باتیں سن کر مطمئن ہو گئی تھی اور سکون سے بیٹھ گئی۔



جاوید کو پھانسی کی سزا سنا دی گئی تھی۔ یہ خبر اخبار کے ذریعے نگین تک پہنچی تو ایک بار پھر اسے اپنی سنگین غلطی اور بے وقوفی پر رونا آ گیا۔ وہ اپنے آپ پر شدید برہم تھی۔ آخر وہ کیوں اس بے ایمان آدمی کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئی تھی اور رائنل نے کب' کیسے جاوید کی حقیقت کو سمجھا اور اسے بے نقاب کر دیا۔ اسے گرفتار کروا دیا اس کی وجہ سے وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا اور خود نگین ایک اندھے کنویں میں گرنے سے بچ گئی۔ وہ تہہ دل سے رائنل کی شکر گزار تھی اور اب تو وہ نماز بھی باقاعدگی سے پڑھنے لگی تھی۔ رائنل نے نگین کو افسردہ دیکھا تو کہنے لگی۔

"نگی آپی! اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھا اور محفوظ رکھا۔ برے کام کا انجام تو برا ہی ہوتا ہے نا' کتنی لڑکیوں کی زندگی خراب ہونے سے بچ گئی۔"

"ہاں ٹھیک کہا تم نے اس کی منگیتر کے گھر والوں نے اسے معاف نہیں کیا اور وہ اپنے انجام کو پہنچ جائے گا چند روز تک۔"

"وہ کیا کہتے ہیں خس کم جہاں پاک۔"

"آپ کو پتا ہے مما پاپا ایک ہفتے تک واپس آ جائیں گے۔" رائنل نے فوراً ہی موضوع بدل دیا۔

"ریئلی! پھر تو بہت مزا آئے گا کتنے برسوں بعد ہم سب ملیں گے ان کے ساتھ کتنے دن بتائیں گے' گپ شپ کریں گے۔" نگین نے بھی خوشی سے پرجوش لہجے میں کہا۔

"آنے دو ذرا اپنے مما پاپا کو بہت خوش خوش آ رہے ہوں گے تاج کی سعادت حاصل کرلی اور اب اپنوں سے اپنے وطن میں ملنے کی دوہری خوشی کا احساس انہیں ہواؤں میں اڑا رہا ہوگا ان کی خوشی کے غبارے سے تو میں ایسی ہوا نکالوں گی کہ ساری زندگی یاد کریں گے مجھے۔" نوشین کے کان میں رائنل کی بات جو پڑی تھی تو غصے سے دل میں سوچا۔ نجانے وہ اب کیا کرنے والی تھی۔

رائنل کو بھی صرف نوشین کے عزائم سے خطرہ تھا' وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے مما پاپا کو علی سے اس کے نکاح کی کیا کہانی سنائیں گی۔ وہاب احمد اور علی کی اسے تسلی سے اور ان کے ساتھ سے کافی ڈھارس ہوئی تھی مگر دل کے کسی کونے میں ایک بے کلی سی اب بھی موجود تھی۔

"رائنل۔" علی نے اسے لان میں پھولوں پودوں کو پانی دیتے دیکھ کر آواز دی۔ تو اس کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

"جی......" اس نے پانی کا پائپ کیاری میں چھوڑتے ہوئے کہا۔

"میں کل یہاں سے اپنے نئے بنگلے میں شفٹ ہو رہا ہوں۔" وہ اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

"آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔"

"شکریہ ہنی! لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"مگر میں ایسے کیسے آپ کے ساتھ جا سکتی ہوں؟"

"میری بیوی کی حیثیت سے اور کیسے؟"

"لیکن فی الحال یہ مناسب نہیں ہوگا کیونکہ مما پاپا کو ہمارے ریلیشن شپ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم اور آپ کے مما بابا بھی پتا نہیں کیا سمجھیں کیا چاہیں؟ بنا ان سب کی مرضی کے میں آپ کے ساتھ آپ کے گھر نہیں جا سکتی۔ آئی ہوپ آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں؟" رانیل نے سنجیدگی سے کہا۔

"سمجھ رہا ہوں میری سمجھدار منکوحہ میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں کہ تم سب کی خوشی مرضی اور دعاؤں میں رخصت ہو کر میرے گھر آؤ۔ مجھے فخر ہے کہ تم میری شریک زندگی ہو۔ میں تو صرف یہ چاہ رہا تھا کہ تم میرے ساتھ میرے نئے گھر کو دیکھنے چلو جہاں ان شاء اللہ تعالیٰ تم بہت جلد رخصت ہو کر آؤ گی۔ میری خواہش ہے کہ اس گھر میں پہلا قدم تم رکھو۔" علی نے مسکراتے ہوئے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا۔

"آپ کی خواہش سر آنکھوں پر مگر میرا جواب اب بھی وہی ہے میں نوشین آپی کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتی کہ وہ میرے بارے میں پھر سے کوئی نئی کہانی گھڑ لیں۔ پلیز مائنڈ مت کیجیے گا۔" رانیل نے فکرمند اور محتاط لہجے میں کہا۔

"ڈونٹ وری ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا' کچھ بھی ہو جائے یہ یقین رکھنا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوص دل سے کہا۔

اگلے دن علی اپنے نئے بنگلے میں شفٹ ہو گیا۔ اس نے ان سب کو بھی اپنے نئے گھر کی خوشی میں دعوت دی تھی۔ رانیل کو خاص طور سے پتا تھا کہ وہ ان سب کے ساتھ اس کے گھر ضرور آئے نہیں تو وہ اس سے ناراض ہو جائے گا اور رانیل اسے کسی صورت ناراض نہیں کر سکتی تھی۔ سو وہ بھی ان سب کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ آج اس نے تمکین کی پسند کا ڈریس پہنا تھا' ہلکے سرمئی رنگ کے چوڑی دار پاجامے پر بڑا سا کامدار فراک جس پر سلور کلر کا بہترین کام کیا گیا تھا اور سلور گرے کلر کے ہی ہیل والی جوتی پہنی تھی۔ کانوں میں ڈائمنڈ کے ٹاپس اور کلائی میں بریسلیٹ پہنے بالوں کا خوب صورت اسٹائل بنائے خوشبوؤں سے مہکتی رانیل اپنے بے پناہ حسن کے ساتھ نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی' جاتے ہوئے تو رانیل نے خود کو بڑی سی چادر میں ڈھانپ لیا مگر جونہی وہ گلشن علی میں داخل ہونے کے بعد گاڑی سے باہر نکلی اپنی چادر اتار کر تہہ لگانے لگی تو نوشین کو اس کی تیاری دیکھ کر پتنگے لگ گئے۔ اسے خون خوار نظروں سے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں بولی۔

"علی نے ہمیں کھانے کی دعوت دی ہے شادی پر نہیں بلایا تھا۔ تم اتنی سج دھج کے یہاں آئی ہو۔"

"تو کیا ہوا مام! شادی کے بعد پہلی بار دلہن اپنے دلہا کے گھر آئی ہے تو سج دھج سے ہی آنا چاہیے تھا نا۔" تمکین نے رانیل کے شانوں کے گرد اپنا بازو حمائل کر کے مسکراتے ہوئے کہا تو رانیل شرم سے آب آب ہو گئی جب کہ نوشین کو حقیقتاً آگ لگ گئی۔

"السلام علیکم خوش آمدید۔"

علی نے رانیل کو دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے پیار بھرا سلام کیا' کتنا مسرور تھا وہ رانیل کے آنے سے اس کے چہرے پر بکھری تازگی' روشنی اور ہنسی سے ظاہر ہو رہا تھا' اس کی ظاہری محبت اور علی کے اپنے لیے خاص جذبات کا ادراک رانیل کو شرمانے پر مائل کیے ہوئے تھا۔

"علی سے تو ایسے شرما رہی ہے جیسے نئی نویلی دلہن ہو۔" نوشین نے طنزیہ لہجے میں کہا تو رانیل کی بجائے تمکین نے فٹ سے جواب دیا۔

"اس میں کیا شک ہے نئی نویلی دلہن تو ہے ہی بلکہ نو زائیدہ دلہن' کیونکہ ابھی تو صرف نکاح ہوا ہے' ان شاء اللہ جلد ہی رانیل رخصت ہو کر دلہن بن کر اس گھر میں

آ جائے گی۔"

"نگی... پاگل ہوئی ہو تم ادھر آؤ۔" نوشین اس کی بات پر غصے سے اس کا بازو پکڑ کر ایک طرف لے گئی۔

"کیا ہوا ماما؟"

"تم پاگل تو نہیں ہوگئیں، میں علی کے ساتھ تمہاری شادی کی پلاننگ کر رہی ہوں اور تم ان دونوں کی شادی کی باتیں کر رہی ہو۔ تم علی کو اپنی طرف متوجہ کرو۔"

"ماما پلیز مجھ سے یہ سب نہیں ہوگا میں نے توبہ کرلی ہے مزید حماقتوں حسد اور بغض سے آپ بھی کر لیجیے اور جینے دیں رابیل اور علی کو ایک دوسرے کے ساتھ پلیز۔" نگین نے نہایت سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ کر کہا اور اندر چلی گئی۔

"بے وقوف بھی میری لٹیا ڈبونے پر کمر بستہ ہیں دیکھ لوں گی میں سب کو ہوگا وہی جو میں چاہتی ہوں افشین اور تیمور حسن کی بیٹی علی کے دل اور اس کے گھر پر راج کرے ایسا تو میں ہونے نہیں دوں گی۔" نوشین نے پیچ وتاب کھاتے ہوئے دل ہی دل میں کہا اور علی کے ساتھ ہولی وہ سب کو اپنا گھر دکھا رہا تھا، سب بہت خوش تھے۔ رابیل تو بہت زیادہ حیران بھی تھی کہ ایسا گھر تو اس نے سپنوں میں بھی دیکھا تھا اور آج وہ گھر سپنوں کا محل اس کے سامنے تھا، اس خوب صورت محل میں وہ کھڑی تھی شہزادے کی ہمراہی میں اس محل کا جائزہ لے رہی تھی۔

"ہیلو نگی۔" زاہد ماموں کے بیٹے خرم نے نگین کو لان میں ٹہلتے دیکھا تو وہیں چلا آیا۔ اسے علی نے ہی فون کر کے بلایا تھا۔ علی سے اس کی دوستی اور بے تکلفی تھی، خرم ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہا تھا۔

"ارے خرم بھائی آپ یہاں، آپ کو بھی علی بھائی نے انوائیٹ کیا ہے؟" نگین نے اسے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں انہوں نے مجھے فون کیا تھا کہ آپ لوگ آ گئے ہیں تو میں بھی چلا آیا ویسے میں دعوت کھانے نہیں آیا۔"

"تو گھر دیکھنے آئے ہیں؟"

"نہیں میں تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔" خرم نے اس کے دلکش چہرے پر نگاہیں مرکوز رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم... مجھے کیا ہوا ہے؟ اچھی بھلی تو ہوں۔" وہ گھبرائی۔

"اسی لیے تو دیکھنے آیا ہوں کہ تم اچھی بھلی تو ہو اور کیا چاہیے؟" وہ معنی خیز بات اور لہجے سے اسے کنفیوز کر رہا تھا۔

"کسے کیا چاہیے؟"

"مجھے ایک لڑکی پسند آ گئی ہے میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں اس قابل ہوں کہ کوئی تم جیسی پیاری لڑکی مجھے اپنا جیون ساتھی بنانے کے لیے ہاں کر دے۔" خرم نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا تو وہ دھیرے سے ہنس کر پوچھنے لگی۔

"آپ کو اپنی قابلیت پر شک کیوں ہے؟"

"شک تو نہیں ہے پھر بھی تم ایک لڑکی ہو لڑکوں کے ساتھ پڑھتی بھی ہو تمہیں زیادہ پتا ہوگا نا کہ ایک لڑکی کیسے لڑکے کو پسند کرتی ہے۔ کیا خوبیاں ہونی چاہئیں ایک لڑکے میں، کہ اسے کوئی لڑکی اپنا جیون ساتھی چن لے؟"

"ہوں تو یہ بات ہے۔" نگین ہنس پڑی۔

"ہاں بتاؤ نا میں کیسا ہوں؟" نگین نے اس کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا، گندمی رنگت، اونچا لمبا قد، دلکش تیکھے نقش کا مالک تھا خرم، مونچھوں کے ساتھ تو اس کی شخصیت خاصی سوبر اور بارعب دکھتی تھی۔

"آپ خاصے ہینڈسم اور گڈ لکنگ ہیں بظاہر تو آپ کو ریجیکٹ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہاں اگر بات خوبیوں کی ہو تو ایک مرد میں شوہر میں اتنی جرأت، طاقت ہونی چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو تحفظ دے سکے، کسی دوسری لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھے ورنہ....." وہ کہتے کہتے رک گئی، خرم جو اسے بڑی محبت سے دیکھ اور سن رہا تھا اس کے خاموش ہونے پر چونک کر بولا۔

"ورنہ کیا؟"

"اگر میرا شوہر ایسی حرکت کرے گا تو میں تو اس کی

آنکھیں پھوڑ دوں گی۔" نگین نے تیزی سے جواب دیا۔
"اور اگر تمہارا شوہر صرف تمہاری طرف ہی دیکھتا رہے تو پھر۔"
"پھر تو میں اللہ کا شکر ادا کروں گی کہ اس نے مجھے اتنا لونگ ہسبنڈ دیا۔ آپ بتائیں کون ہے وہ لڑکی کیسی ہے؟ کیا میں اسے جانتی ہوں؟" نگین نے مسکراتے ہوئے پوچھا وہ دونوں چلتے ہوئے اندر کوریڈور میں آ گئے تھے۔
"ہاں تم اسے جانتی بھی ہو پہچانتی بھی ہو اور وہ لڑکی بہت اچھی ہے مجھے تو بہت خوب صورت لگتی ہے۔"
"لگتی ہے کیا مطلب؟ وہ خوب صورت ہے نہیں مگر چونکہ آپ اس لڑکی کو پسند کرتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں اس لیے وہ آپ کو خوب صورت لگتی ہے؟" نگین نے اسی تیزی سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ وہ اب کوریڈور کے انٹرنس پر لگے وال مرر کے سامنے کھڑے تھے۔
"نہیں وہ خوب صورت ہے میرا انتخاب کوئی ایسا ویسا تو نہیں ہو سکتا نا۔" وہ اتراتے ہوئے بولا تو نگین ہنستی ہوئی۔
"اوہو..... تو اتنا اعتماد ہے اپنے انتخاب پر تو ہمیں بھی دکھائیں ناں ہم بھی تو دیکھیں وہ کون سی حور پری ہے جس نے آپ کا دل چرا لیا ہے۔"
"میں جانتا تو ہوں پھر بھی چاہتا ہوں کہ.....
تم آئینہ دیکھ کے بتاؤ میرا انتخاب کیسا ہے؟"
خرم نے اسے دیکھتے ہوئے آئینے کی طرف اس کا رخ کر کے یہ شعر پڑھا تو اس پر جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے وہ آئینے میں کبھی اپنی صورت دیکھ رہی تھی اور کبھی خرم کی شکل کو تک رہی تھی۔ کیا کوئی شخص اسے یوں بھی چاہ سکتا ہے؟ کیا وہ اس قابل تھی کہ اسے یوں چاہا جاتا' اتنا مان دیا جاتا؟ وہ سوچوں میں گم تھی جب ہی خرم نے دوبارہ پوچھا۔
"بتاؤ میرا انتخاب کیسا ہے؟"
"لاجواب..... زبردست..... خوب صورت ہے آپ کا انتخاب۔" رابیل اور نوفل کی آواز ایک ساتھ ان دونوں کے کانوں میں پڑی تو وہ دونوں ہی شپٹا گئے تھے۔
"اف..... ٹھہر جاؤ تم دونوں' ڈرا کے رکھ دیا مجھے۔" نگین نے انہیں جھانکتا دیکھ کر کہا خرم کو نگین کے ڈرنے اور دل تھام کر اس طرح انہیں ڈپٹنے پر ہنسی آ گئی۔ وہ دونوں بھی ہنس دیے۔
"بتاؤ نا گلی پلیز" ٹرسٹ می' میں تمہیں کبھی دھوکہ نہیں دوں گا کسی دوسری لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گا۔ جب بھی دیکھوں گا تمہاری اجازت سے دیکھوں گا پراس۔" خرم نے پھر سے اسے دیکھتے ہوئے لجتی اور محبت بھرے لہجے میں کہا تو نگین کا دل اس کی باتوں پر یقین کر لینے کو چاہا اس کے آخری جملے پر تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔
"تو پھر میں تمہاری طرف سے ہاں سمجھوں۔"
"کس سلسلے میں؟" نگین نے ہنسی روکتے ہوئے اسے دیکھا۔
"میں تمہارے ساتھ اپنی ساری زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے شادی کرو گی؟"
"اس کا فیصلہ ڈیڈی کریں گے آپ ان سے بات کریں۔" نگین نے مشرقی لڑکیوں کی طرح نظریں جھکا کر کہا۔
"ان سے تو امی ابو بات کریں گے ہی' میں تمہاری مرضی جاننا چاہتا ہوں۔" خرم نے سنجیدگی سے کہا۔
"میری مرضی وہی ہوگی جو میرے ڈیڈی کی مرضی ہوگی۔" نگین نے بہت صاف گوئی اور سنجیدگی سے اسے جواب دیا اور رابیل کی طرف بڑھ گئی۔
"فیصلہ تو گلی جی میں کر چکا ہوں شادی ہوگی اور تم ہی سے ہوگی۔" خرم نے اسے جاتے دیکھ کر دل میں کہا۔ اسے نگین کا یہ انداز بہت اچھا لگا تھا کہ اس نے اپنے ڈیڈی سے بات کرنے کا کہہ کر اپنی مشرقیت کا ثبوت دیا تھا۔ وہ وہاب احمد سے مل کر واپس چلا گیا۔
"ہمارے گھر میں ہم سے ہی پردہ اس ناٹ فیئر مائی ڈیئر۔" علی نے رابیل کو اسٹڈی روم میں اکیلے دیکھتے ہی گلہ کیا۔
"وہ میں آپ کا گھر دیکھ رہی تھی ماشاءاللہ بہت پیارا

ہے۔" رانئیل نے اسے دیکھتے ہوئے قدرے جھجکتے اور شرمیلے لہجے میں کہا۔

"یہ گھر میرا نہیں تمہارا ہے' میں نے اس گھر کے پیپرز تیار کروا لیے ہیں یہ گھر قانونی طور پر تمہارے نام کردیا ہے' وکیل آنے والا ہے تم پیپرز پر سائن کردینا۔" علی نے اسے تفصیل بتائی تو وہ اتنی محبت' پذیرائی مان اور احترام و اہمیت ملنے پر رب کے حضور شکر بجالائی۔

"میرے نام کیوں کیا؟"

"تمہیں اپنا بنالیا ہے' اپنے نام کرلیا ہے شرعاً و قانوناً تو اپنا سب کچھ تمہارے نام کیوں نہ کروں؟ رانئیل جان! میرا جو کچھ بھی ہے اب تمہارا ہے۔" وہ محبت سے بولا۔

"علی....." رانئیل نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے ہالے میں لیا اور پھر اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر سر اس کے کشادہ اور محبت بھرے سینے پر رکھ کر خوشی سے رودی۔

"تمہارا یہ بے اختیارانہ' معصوم اور پیار بھرا انداز مجھے پاگل اور بے خود کردیتا ہے رانئیل' لو یو سو مچ..... سوئیٹ ہارٹ۔"

"آپ اتنے اچھے کیوں ہیں' مجھ سے اتنا پیار کیوں کرتے ہیں؟ مجھ پر اتنا اعتبار کیوں کرتے ہیں؟"

"اچھا اس لیے ہوں کہ تم سے پیار کرتا ہوں' تم پہ اعتبار کرتا ہوں یہ جو تمہارا خوب صورت پیارا سا چہرہ ہے نا اس میں بلا کی معصومیت ہے' یہ خود بخود انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اس چہرے کی پاکیزگی اور معصومیت میں جو کشش ہے یہ آپ ہی آپ تمہارا اعتبار قائم کرنے لگتی ہے۔ تمہاری آنکھوں میں جب بھی دیکھتا ہوں ڈوبنے لگتا ہوں۔" علی نے اس کی آنکھوں کو چوم لیا' رانئیل کے روم روم میں آگ سی سرایت کررہی تھی۔ دل پورے بدن میں دھڑکتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔

"اف.....! آپ تو بہت رومینٹک ہیں۔ میں تو سمجھی تھی کہ آپ بہت غصے والے اور خشک مزاج' ان رومینٹک پرسن ہیں مگر آپ تو....." وہ شرماتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ کر ہنس دی وہ بھی ہنس دیا۔

"مجھ پر بھی یہ انکشاف تم سے مل کر ہی ہوا ہے کہ میرے اندر اتنا پیار بھرا ہے اور میں اتنا رومینٹک بھی ہوسکتا ہوں یہ تو مجھے خود کو بھی نہیں معلوم تھا تمہارے ساتھ ہوتا ہوں تو میں ساری دنیا کو بھول جاتا ہوں۔" وہ اس کے چہرے کو نرمی سے چھوتے ہوئے شہد آگیں لہجے میں بولا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ کچھ برا ہونے والا ہے۔" وہ ایک دم سے افسردہ ہوکر بولی۔

"برا کس کے ساتھ؟"

"شاید میرے ساتھ۔" رانئیل نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تو علی نے نفی میں سرہلاتے ہوئے اسے اپنے وجود میں سمولیا جیسے وہ اسے ہر آفت سے بچانا چاہتا ہو' ہر طوفان سے محفوظ رکھنے کی کوشش کررہا ہو شاید..... مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ جو طوفان آنا ہو آکے رہتا ہے پھر کوئی بند' کوئی آڑ' کوئی رکاوٹ اس طوفان کا راستہ نہیں روک سکتی۔



"افشین اور تیمور حسن آرہے ہیں بہتر ہے کہ علی اور رانئیل کی جو زبردستی کی پیپر میرج ہوئی تھی وہ ختم کردی جائے۔" نوشین نے وہاب احمد کو لاؤنج میں اکیلے بیٹھے دیکھ کر بات شروع کی۔ نوفل' تگین اور رانئیل لان میں بیڈمنٹن کھیل رہے تھے۔

"یہ شادی ختم نہیں ہوگی۔" وہاب احمد نے ٹی وی چینل پر نظر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ان کا اطمینان بلا کا تھا۔

"کیا مطلب' ختم نہیں ہوگی؟" وہ شادی وہ نکاح وقتی اور عارضی تھا۔ زبردستی اس رانئیل کو آپ نے علی کے سر منڈھ دیا تھا اور مجبوراً علی نے یہ نکاح کرلیا تھا آپ کی عزت کے لیے۔" نوشین نے تیز اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ اسی اطمینان سے بولے۔

"علی اور رانئیل یہ رشتہ ختم کرنا نہیں چاہتے۔ علی کو رانئیل سے علیحدگی نہیں چاہیے' میں نے دیکھا ہے وہ رانئیل کے ساتھ بہت خوش رہتا ہے۔"

"علی بے چارہ تو مروت میں مارا گیا وہ رانئیل کے

ساتھ خوش نہیں رہ سکتا وہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔"

"یہی تو! وہ رائنل کو اچھی طرح جانتا ہے اسی لیے وہ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسے نہیں چھوڑے گا؟ میری شروع سے ہی خواہش تھی کہ علی میرا داماد بنے' میری بچی اس کی دلہن بنے۔"

"علی تمہارا داماد بن گیا ہے اگر سمجھو تو رائنل بھی تمہاری ہی بیٹی ہے اور بچی کے لیے ایک دو بہت اچھے رشتے ہیں میری نظر میں اس کی تم فکر مت کرو۔"

"کیسے فکر نہ کروں؟" نوشین نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اور رائنل میری بیٹی نہیں ہے میں کیوں سمجھوں' ہاں بہو ضرور بنالوں گی علی اسے طلاق دے گا تو اپنے بیٹے ذوالنون سے بیاہ لاؤں گی اسے اور اس پر تو افشین اور تیمور کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"سنو! مام ڈیڈی رائنل کی بات کررہے ہیں۔" نوفل اندر پانی پینے آرہا تھا ان کی گفتگو سن کر رائنل اور ثمین کو بھی چپکے سے بلا لایا۔ رائنل کا تو دل گھبرا رہا تھا' یہ سوچ کر کہ اس کے بارے میں نوشین آنٹی کیا کرنے کا پلان بنارہی ہیں؟

"مگر مجھے اعتراض ہے۔" وہاب احمد نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"اور یہ وقتی اور عارضی شادی کیا ہوتی ہے؟ یہ کوئی گڑیا گڈے کا کھیل نہیں ہے کہ آج گڑیا کسی ایک آدمی کے ہاتھ میں تھمادی تو کل کسی اور کے ہاتھ میں دیدی جائے۔ شرعاً اور قانوناً رائنل اور علی آپس میں میاں بیوی ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ماشاء اللہ بہت خوش ہیں۔"

"مگر میں خوش نہیں ہوں اور مجھے یہ شادی' یہ نکاح ہر صورت ختم کرانا ہے۔" نوشین نے سپاٹ اور تیز لہجے میں کہا۔ رائنل کا دل کانپ گیا' ثمین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے حوصلہ دیا۔

"یہ نکاح تم نے ہی زبردستی کروایا تھا ایک ڈرامہ ایک تماشا کری ایٹ کرکے یاد ہے۔" وہاب احمد نے اسے یاد دلایا۔

"مجھے سب یاد ہے۔"

"تو بس یہ بات اب یہیں ختم کرو' علی رائنل کو طلاق کبھی نہیں دے گا۔" وہاب احمد نے فیصلہ سنادیا۔

"خدانخواستہ اگر ایسا ہوا بھی تو بھی تم ذوالنون سے رائنل کی شادی نہیں کرسکو گی' میں ایسا نہیں کرنے دوں گا تمہیں۔"

"مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ چڑا کر بولیں۔

"نوشین بیگم! بات میری اجازت کی نہیں ہے مذہب کی اجازت کی ہے' اور ہمارا مذہب ایک بھائی کی شادی اس کی بہن سے کردینے کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔" وہاب احمد کی زبان سے نکلنے ہوئے الفاظ نوفل' ثمین اور رائنل کے سر پہ ایٹم بم کی طرح پھٹے تھے' تینوں ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے جبکہ نوشین مزید تاؤ کھا رہی تھیں۔

"کیا..... کیا کہا آپ نے؟ رائنل اور ذوالنون بہن بھائی......"

"ہاں بہن بھائی۔" وہاب احمد نے ٹی وی ریموٹ کنٹرول سے آف کردیا۔

"وہ کزن ہیں خالہ زاد بہن بھائی ہیں' سگے بہن بھائی نہیں ہیں آپ کے دل میں تو رائنل کی محبت شروع سے ہی رہی ہے اور ہوگی بھی کیوں نہیں؟ آخر کو وہ اس افشین کی اولاد ہے جسے آپ اپنی بیوی بنانے کی خواہش پوری نہ کرسکے۔" نوشین نے بہت تلخ اور طنزیہ لہجے میں کہا تو وہاب احمد اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور نوشین کے غصے سے تپے چہرے کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں بولے۔

"نوشین بیگم! آپ میں سننے کی تاب ہو تو کچھ عرض کروں؟" جواب میں نوشین کچھ بولی نہیں بلکہ الجھن آمیز اور استفہامیہ نظروں سے ان کا چہرہ تکنے لگی' چند لمحے وہ چھت کو دیکھتے رہے جیسے خود کو کمپوز کررہے ہوں۔ وہ ماضی کی کتاب کھول کر کچھ اوراق پڑھ کر نوشین کو سنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے گہرا اور طویل سانس لبوں سے خارج کیا

اور پھر سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگے۔
"تمہیں یاد ہے تم اپنی سگی بہن اَفشین سے بے حد جیلس تھیں کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوب صورت تھی ذہین' سگھڑ' سلیقہ مند اور بااخلاق بھی' خاندان بھر میں سب اس کی تعریف کرتے تھے اور اسے اپنے گھر کی بہو بنانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔"
"ہاں اور ایسا ہی ایک خواب آپ نے بھی دیکھا تھا۔" نوشین نے طنز کا نشتر چلایا تو وہ ایمان داری سے بولے۔
"ہاں دیکھا تھا مگر میں خوابوں کی دنیا میں رہنے کا قائل نہیں ہوں' حقیقت پسند آدمی ہوں اور راضی بہ رضا رہنے کی کوشش کرتا ہوں' اسی لیے جب امی ابو نے اَفشین کی بات تیمور سے طے ہوتے دیکھی تو میرے لیے انہوں نے تمہارا رشتہ مانگ لیا تھا کیونکہ ان کے خیال میں ان کی دونوں بھانجیاں ایک جیسی تھیں' انہیں تو اپنی بہن کے گھر بیٹے کا رشتہ کرنا تھا پھر وہ لڑکی اَفشین ہوتی یا نوشین انہیں اس سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا' اور میں نے بھی ان کے اس فیصلے کو تسلیم کرلیا تھا۔ تقدیر کے لکھے کے سامنے سر جھکا دیا تھا اور تمہیں دل سے اپنی زندگی میں شامل کرلیا تھا مگر بہت جلد ہی تم نے مجھے اپنے رویے سے سمجھا دیا تھا کہ تم تیمور حسن سے شادی کرنا چاہتی تھیں بلکہ شاید تمہیں یاد ہو تم نے خود مجھے بتایا تھا کہ تمہیں اَفشین پر غصہ ہے کیونکہ اس نے تمہاری پسند اور محبت کو اپنا شریک سفر بنالیا تھا۔ حالانکہ اس میں اَفشین کا کوئی عمل دخل نہیں تھا بات بڑوں کے بیچ طے ہوئی تھی اور سب سے بڑھ کر اوپر والے نے ان دونوں کا جوڑ ابنا رکھا تھا' پھر بھلا انہیں ایک ہونے سے کون روک سکتا تھا؟"
"مگر تمہاری سمجھ میں یہ بات آج تک نہیں آئی اور تم آج تک غصے' بدلے' احساس محرومی اور انتقام وحسد کی آگ میں جل رہی ہو اور رائبل کی صورت میں تمہیں اَفشین اور تیمور کو دکھ دے کر ان سے انتقام لینے کا موقع مل گیا ہے...... ہے نا یہی بات۔" وہاب احمد نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو انہوں نے نگاہیں پھیر لیں۔ وہاب احمد نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔
"میں نے اپنی محبت اور توجہ سے تمہیں اپنا بنانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہا کیونکہ تم نے دل سے بھی مجھے شوہر کا درجہ ہی نہیں دیا تھا' شوہر کی حیثیت سے مجھے قبول ہی نہیں کیا تھا تو پھر بھلا تم مجھے محبت اور عزت کیسے دیتیں؟ تم نے اپنی توجہ گھر سے باہر مرکوز کرلی۔ مجھ پر توجہ دینے کی تمہیں کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی اور تم نے ایک شادی شدہ عورت ہونے کا' بیوی ہونے کا احساس بھی نہیں کیا اپنا فرض کبھی نہیں نبھایا' میں نے بھی صبر کرلیا تھا کہ میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں' رشتے تو دل سے نبھائے جاتے ہیں' بے دلی سے نہیں۔ یہ بھی قسمت کی مہربانی تھی کہ اس نے مجھے باپ بننے کا شرف بخشا اور یہ اولاد نہ ہوتی تو میں تو کب کا تنہائی کا زہر پیتے پیتے مر گیا ہوتا......
اَفشین کے ہاں پہلی اولاد بیٹا پیدا ہوا اور تمہیں اللہ نے نگین کی صورت میں خوب صورت سی بیٹی سے نوازا تھا' نگین نبیل سے دو ماہ چھوٹی ہے۔ اللہ نے بیٹی کی صورت میں ہمیں اپنی رحمت سے نوازا تھا اور تم نے اللہ کی اس رحمت پر خوش ہونے اور اللہ کا شکر بجا لانے کی بجائے گھر میں موت جیسا سوگ پھیلا دیا تھا۔ اپنی بچی کو ٹھیک سے دیکھا تک نہیں تھا' اسے فیڈ تک کرانے سے انکار کردیا تھا اور دوسری بار تمہیں چیک اپ اور ٹیسٹ وغیرہ کرانے پر معلوم ہوا کہ تم دوسری بار بھی بیٹی کو جنم دینے جارہی ہو تو تمہاری بے کلی اور بے بسی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور تم نے ایک گھناؤنا کھیل کھیلنے کی پلاننگ کی......"
"کیسا کھیل کہنا کیا چاہ رہے ہیں آپ؟" نوشین نے سٹپٹا کر پوچھا ادھر وہ تینوں دم سادھے کھڑے سن رہے تھے کہ یہ کیسے کیسے انکشافات ہورہے تھے آج ان پر جو انہیں گہرے دکھ اور کرب میں مبتلا کررہے تھے۔
"سنتی جاؤ آج اگر تم نے مجھے مجبور کر ہی دیا ہے تو سب کچھ سننا پڑے گا تمہیں۔ آج تمہیں آئینہ دکھانے کا وقت آگیا ہے نوشین بیگم!" وہاب احمد نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگیں' ان کے

چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک رنگ جا رہا تھا۔

"تم نے اپنے گھناؤنے کھیل کے لیے ہاسپٹل کی ایک نرس کو اعتماد میں لیا اور اسے پچاس ہزار روپے دینے کا لالچ دے کر یہ طے کیا کہ جب تمہارے ہاں بچی پیدا ہو تو وہ بڑی ہوشیاری اور راز داری سے تمہاری بچی کو کسی کے نومولود بیٹے سے بدل دے۔"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" نوشین غصے اور خوف سے چلائیں۔

"یہ بکواس نہیں ہے نوشین بیگم! یہ وہ حقیقت ہے جو پچھلے انیس سال سے میں نے سب سے چھپا رکھی تھی۔ تم اپنی بہن سے حسد میں اس حد تک چلی گئیں کہ تمہیں اس پر بھی غصہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹے سے کیوں نوازا؟ اور تم اتنی بے حس اور پتھر دل ہوگئیں کہ تمہیں یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ تم نے اپنی جنم دی ہوئی بچی جسے تم نے نو ماہ تک اپنی کوکھ میں رکھا' تکلیف جھیل کر اسے پیدا کیا' اسے تم بنا دیکھے کسی غیر کی جھولی میں ڈالنے جا رہی ہو' وہ بھی ہمیشہ کے لیے۔"

"اوہ مائی گاڈ......!" تمکین نے سر پکڑ لیا۔

"ہاؤ ویری کرول۔" نوفل نے صدمے سے کہا۔

"وہ بچی کون ہے؟" رانیل کی زبان سے پھسلا۔

"وہ تو قدرت کی مہربانی تھی کہ میں نے تمہاری باتیں سن لیں' تمہارے ارادے بھانپ گیا تھا اور میں نے اس نرس سے بھی سارا سچ اگلوا لیا تھا اور نرس کو تمہاری بات ماننے سے باز رکھا تھا پولیس کی دھمکی پر وہ ایسا کچھ نہیں کر سکی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے ذوالنون میرا بیٹا ہے اسے میں نے جنم دیا تھا۔" نوشین کو اپنی ساری پلاننگ یاد تھی اور اب یہ انکشاف اسے عجیب سی خوشی بھی دے رہا تھا کہ اس نے ہی ذوالنون کو جنم دیا ہوگا۔

"ہرگز نہیں۔" وہاب احمد نے اس کی بات کی نفی کرتے ہوئے مزید حیرت انگیز انکشافات کیا۔

"تمہاری اس بے حسی کے پیش نظر میں نے افشین اور تیمور بھائی سے مدد لی' خدا کا شکر ہوا کہ وہ دونوں ہی معاملے کی نزاکت اور سنگینی کو سمجھ گئے اور انہوں نے اپنا بیٹا جو اسی دن پیدا ہوا تھا یاد ہے نا ایک ہی دن تم دونوں بہنوں نے بچوں کو جنم دیا تھا۔ افشین نے اپنا بیٹا تمہاری جھولی میں ڈال دیا اور ہماری بچی کو انہوں نے اپنی آغوش محبت میں سمو لیا۔ وہ رانیل جسے تم نفرت سے دیکھتی ہو جسے تم ذلیل کرنے اور دکھ پہنچانے کے منصوبے بناتی ہو وہ معصوم رانیل تمہاری سگی بچی ہے اسے تم نے جنم دیا تھا۔ نوشین بیگم! تم ہو اس معصوم بچی کی سگی ماں۔"

"یہ سب جھوٹ ہے' بکواس ہے میں نہیں مانتی ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟" نوشین کے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے پیروں تلے سے زمین بھی کھسک گئی تھی۔ وہاب احمد کے اس انکشاف کو کن ترپ کی بازی ہی پر کیسے پلٹ سکتی تھی۔ یہ وہ ماننے کو تیار نہیں تھیں۔

"یہی سچ ہے تیمور اور افشین آئیں گے تو بے شک ان سے پوچھ لینا' چاہو تو رانیل کا اور اپنا ڈی این اے ٹیسٹ بھی کروا لینا اور بھی ثبوت ہیں ہمارے پاس جو اس حقیقت کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کرسکتے ہیں۔"

"نہیں...... میں اپنی ممّا کی بیٹی ہوں۔" رانیل پر تو ان انکشافات نے صدمات کے پہاڑ توڑ دیئے تھے وہ بے دم سی ہوکر گرنے لگی تھی۔ نوفل اور تمکین اسے پکڑ کر وہیں لے آئے۔ وہاب احمد انہیں دیکھ کر سمجھ گئے کہ وہ ساری باتیں سن چکے ہیں۔ انہوں نے دکھ سے رانیل کو دیکھا اور تمکین سے کہا۔

"بہن کو سنبھالو رانیل بیٹھ جاؤ۔" تمکین اور نوفل نے رانیل کو صوفے پر بٹھا دیا۔ نوفل اس کے لیے پانی لے آیا۔ رانیل نے بمشکل دو گھونٹ پیے وہ دونوں بھی اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

"نوشین بیگم! تم نے بے حسی اور بے نیازی کی انتہا کردی' تمہیں اتنے برسوں میں کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا کہ تم نے اپنی بچی کو کسی غیر کی جھولی میں ڈالنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ کتنا غلط تھا۔ یا وہ بچی جو تمہارے وجود کا حصہ تھی کہاں ہے...... کس حال میں ہے...... کبھی بھی خیال نہیں آیا

تمہیں؟ احساس کا کوئی پل نہیں گزرا تمہاری زندگی کے ان انیس برسوں میں؟ ممتا کا حس نہیں جاگا؟ کبھی اس معصوم بچی کے لیے تمہارے دل میں؟ تم نے تو کبھی یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ وہ معصوم بچی کیسی زندگی گزار رہی ہوگی؟ وہ زندہ بھی ہوگی یا...... افسوس صد افسوس! تم اچھی بیوی بن سکیں اور نہ ہی اچھی ماں ثابت ہوئیں۔ تم تو عورت کہلائے جانے کے لائق بھی نہیں ہو۔ تمہاری بے پروائی' غیر ذمہ داری اور عدم دلچسپی اور فضول ایکٹوٹیز کی وجہ سے ثمین اور نوفل بھی بگڑ گئے۔ غلط راستے پر چل نکلے' جس پر انہوں نے اپنی ماں کو چلتے دیکھا تھا۔ تم نے اپنی بہن سے حسد میں ایک معمولی سی بات کے پیچھے اپنی ہی زندگی بے سکون کرلی' اپنی ہی اولاد کو آوارہ اور گمراہ کردیا۔ اپنا ہی گھر خراب کرلیا۔ شکر ہے اللہ کا کہ اس بچی' رائنہل' کی بدولت ہی آج تمہارے گھر کی عزت بچی ہوئی ہے۔ آج تمہاری بیٹی اور بیٹا راہ راست پر آگئے ہیں۔ صحیح غلط کا فرق سمجھ گئے ہیں۔ اپنی غلطیوں پر شرمسار ہیں اور اب صحیح سمت چل پڑے ہیں اور شکر الحمدللہ کے ذوالنون تمہارے نقش قدم پر نہیں چلا شاید اس لیے کہ وہ بچپن سے ہی افشین اور تیمور کے زیر سایہ رہا۔ ان کی تربیت کا' محبت و شفقت کا اثر ہے ورنہ اگر وہ بگڑ جاتا تو میں افشین اور تیمور بھائی سے بھی نظریں نہ ملا پاتا اور یہ بھی شکر ہے کہ میں نے رائنہل کو افشین کی گود میں دے دیا تھا۔ آج ماشاء اللہ یہ ایک سلجھی ہوئی' سمجھدار اور نیک سیرت بچی کے روپ میں ڈھل کر ہمارے سامنے آئی ہے۔"

"او وہ اب سمجھی کہ آپ نے رائنہل کو اتنا سر پہ کیوں چڑھایا؟ اور یہ آپ کو ڈیڈی کیوں کہتی ہے ہمیشہ سے؟" نوشین نے حیرت' صدمے اور شرم سے چوری پکڑے جانے کے احساس و غصے سے کانپتی آواز میں کہا۔

"ہاں میں نہیں چاہتا تھا کہ میری بیٹی مجھے انکل کہے۔" وہاب احمد نے رائنہل کے سر پہ دست شفقت رکھ کر جواب دیا۔ رائنہل کا ضبط اور حوصلہ جواب دے گیا تھا۔ وہ ان سب کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی سو وہاں سے اٹھی اور تیزی سے بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف گئی۔

"رائنہل!" ثمین اور نوفل بھی اس کے پیچھے دوڑے۔

"افسوس! تمہاری بے حسی کی وجہ سے آج مجھے اپنی بیٹی کو بھی کہنا پڑا۔ اسے کتنا شاک لگا ہوگا یہ جان کر کہ اس کی سگی ماں نے اسے انتقام کا نشانہ بنایا' اس کے کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کی' میری بیٹی کے لیے یہ دکھ کم نہیں ہوگا۔ تمہاری خود غرضی اور بے حسی کی وجہ سے مجھے آج یہ سب کچھ بتانا پڑا تاکہ تم بہن بھائی کی شادی کا شوشہ چھوڑ دو' ذوالنون کے دل میں ایسا کوئی خیال ڈال کر گناہ کا ارتکاب نہ کر بیٹھو اور جس بیٹے پر تمہیں فخر ہے ناز ہے وہ تمہاری اس بہن کی اولاد ہے جسے تم حسد' نفرت اور غصے کی نگاہ سے دیکھتی ہو۔ جس کے لیے تمہارے دل میں خوامخواہ کا حسد بغض اور انتقام بھرا ہے۔ کبھی سوچا ہے تم نے کہ یہ سب کرکے تمہیں کیا ملا؟" وہاب احمد نے تاسف اور دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ وہ غصے میں ساڑھی کا پلو ہاتھ پر لپیٹ رہی تھیں۔

"بتاؤ نوشین بیگم! کون سے تمغے اور میڈل سجائے تم نے اپنے سینے پر؟ کامیابی کے کون سے جھنڈے گاڑھے ہیں تم نے؟ خود ساختہ انا' بے جا حسد اور اندھے انتقام کی اس جنگ میں کہاں فتح نصیب ہوئی ہے تمہیں...... کیسی جنگ تھی یہ تمہاری کہ جس میں دوسرے فریق کو خبر ہی نہیں ہے کہ وہ تمہارا مقابلہ کرنے کی تیاری کرے کیونکہ تم اسے اپنا حریف اور دشمن سمجھتی ہو؟ کس کے ساتھ لڑتی رہیں تم؟ اپنی ہی بہن سے وہ بہن جو تمہارے لیے اپنے دل میں محبت اور خلوص کے خزانے رکھتی ہے اور اس شخص کو نہ پانے کا غصہ نکالتی رہیں تم' ہم سب پر جو کبھی تمہارا تھا ہی نہیں' جس نے کبھی تمہاری طرف دیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ جسے چاہتا تھا' جس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا تھا' وہ تو ماشاء اللہ آج تک اس کے ساتھ خوش ہے' اس کی ہمراہی میں ایک خوش گوار اور پرسکون کامیاب ازدواجی زندگی گزار رہا ہے۔ تمہاری دشمنی تو یک طرفہ تھی نوشین بیگم! انہوں نے تو تمہیں کبھی اپنا دشمن سمجھا ہی نہیں' سوچو! جو محبت میں تمہاری

بیٹی کو اپنی بیٹی بنا کر رکھ سکتے ہیں اسے ہم سے زیادہ محبت اور اچھی تربیت دے سکتے ہیں سوچو ذرا کہ اگر وہ دشمنی نبھانے پر آجائیں گے تو کیا کریں گے؟ ماثل کے ساتھ یہاں کیا ہوا انہیں یہاں آ کر سب پتا چل جائے گا پھر ان کا ردعمل دیکھنا تم اور اپنے اعمال دیکھنا۔ تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آیا نوشین بیگم! تمہارے ہاتھ آج بھی خالی ہیں اس سارے کھیل میں تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آیا سوائے اکیلے پن اور پچھتاوے کے...... تم نے خود ہی یہ کھیل شروع کیا اور پھر خود ہی یہ کھیل تم ہار بھی گئیں اور اکیلی رہ بھی گئیں۔ اوپر والے کی پلاننگ نے تمہاری پلاننگ کو کیسا ناکام کیا ہے دیکھ لیا تم نے۔ تمہاری ناشکری اور حسد کی عادت نے ہمیں کیا دن دکھائے مجھے بزنس میں نقصان ہوا گھر بیچنا پڑ گیا اللہ نے تو تمہیں خبردار کیا تھا کہ حسد اور غرور سے باز آ جاؤ" مگر تم نہیں مانیں تمہیں سمجھ نہیں آئی جس سے دشمنی اور نفرت ہے تمہیں پچھلے ڈھائی برس سے تم اسی کے گھر میں مہارانی بن کر رہ رہی ہو یہ جو عیش ہو رہے ہیں یہ افشین اور تیمور کی محبت اور مہربانی ہے کہ انہوں نے نہ صرف ہمیں اپنا گھر رہنے کو دیا بلکہ مجھے بزنس میں بھی سہارا دیا اور ایک پیسہ بھی واپس نہیں مانگا۔ نوشین بیگم وہ تمہارے دشمن نہیں تب تمہارے محسن ہیں تم تو مر کے بھی ان کا قرض نہیں چکا سکتیں تم تو اتنی بدنصیب ماں ہو کہ اپنی بیٹیوں کو اپنے دودھ کا واسطہ بھی نہیں دے سکتیں یہ فرض بھی افشین نے ادا کروایا تھا اسی افشین نے جسے تم نے کبھی خوش دیکھنے کی تمنا نہیں کی ہوگی ایک سراب کے پیچھے تم نے اپنی ہم سب کی زندگی خراب کر دی اور اب تم عذاب جھیلو گی پچھتاوں کے عذاب پچھتاوں کے اس عذاب سے اگر تم بچنا چاہتی ہو تو اللہ سے معافی مانگ لو پہلے تو تم نے کبھی کچھ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اب تو تمہیں سمجھ آجانی چاہیے۔ اس سے پہلے کہ معافی اور توبہ کا وقت بھی گزر جائے تمہیں اپنا احتساب کر لینا چاہیے تم گزرے وقت کی کہانی اور موجود حالات کو مدنظر رکھو اپنا احتساب اور تجزیہ ایمان داری سے کرو گی تو تمہیں اپنا قصور اپنی غلطی اور بے حسی صاف نظر آجائے گی معافی مانگ لو رب سے نوشین بیگم اور یہ حقیقت مان لو کہ رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں اللہ کی مرضی بھی کوئی چیز ہے اور اللہ کی رضا اور عطا پر راضی رہنا اس کی چاہ پر اپنا سر جھکا دینا ہی ایک انسان کی اللہ سے محبت اور فرماں برداری کا تقاضا ہے۔" وہاب احمد نے بہت سنجیدہ اور تھکے تھکے لہجے میں آج آخری بار اسے سمجھایا تھا اور اذان کی پکار سن کر نماز کی ادائیگی کے لیے اٹھ گئے تھے۔

میری عمر بھر کی جو خطائیں تھیں
میرے سامنے وہی آ گئیں
قدم بقدم پہ جو سازشوں کے
میں نے جال بنے تھے وہی جال
اب......!
میرے جسم و جاں سے لپٹ گئے
میری روح کیا؟ میرا جسم کیا؟
میرے قلب و نظر میرے بال و پر
گناہ کی گرد میں اٹ گئے
میں خود پسندی کے خول میں
انا کے جھوٹے ڈول میں
بدگمانی کی راہ پر
سرکشی پہ یوں اتر گیا
کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا
میں گنوا کے اپنی محبتیں
میں لٹا کے اپنی چاہتیں
تہی داماں اب ہوں کھڑا ہوا
وہی نفرتیں وہ حسد کی ساری بدنیاں
جو میں نے اپنے ہی آسمان پہ تان دی تھیں
وہی آج مجھ پہ برس پڑیں
میں اپنی جلائی آگ میں
خود ہی جل گیا
میرے ہاتھ کچھ بھی نہ آسکا
بس ایک عمر رائیگاں کا ملال ہے
میں کس قدر خودغرض تھا بے رحم تھا

بچا ہے جواب وہ اپنی ہی پستی و کم مائیگی کا خیال ہے!

میں اپنے سارے گناہ لے کر......

کہاں پہ جاؤں؟

میں کیسے ان پچھتاؤں کے زہریلے سانپوں سے

نجات پاؤں؟

میرے خدایا......!

تیرا ہی در ہے جہاں سے
بخشش ہے سب کو ملتی
میری خطائیں، میری جفائیں
میرے عیب سارے معاف کردے
میری سازشیں، میری نفرتیں
میرے جھوٹ، جلن کے عذاب سارے
معاف کردے

تیرے در پہ آخر میں آ گیا ہوں
مجھے گناہوں سے پاک کردے
میرے آنسوؤں کو قبول کرلے
مجھ سی عاصی کو معاف کرنا

تیرے تو اختیار میں ہے
کیا مجھ پہ نظر کرم نہ ہوگی؟
تیری رحمتوں سے سوال ہے؟

ماضی کا ہر پل فلم کی طرح چل رہا تھا۔ وہ اس وقت ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ جس کے پاس ہارنے لٹانے کو مزید کچھ بھی نہیں بچا تھا' آنسو آنکھوں کے سوکھے چشموں کو سیراب کررہے تھے۔ وہ دل ہی دل میں رب کے حضور سجدہ ریز تھیں۔ رو رہی تھیں' گڑگڑا رہی تھیں' اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہی تھیں' وہ ایک اچھی ماں نہیں بن سکی تھیں' ماں کا رشتہ تو ہر رشتے کی جدائی اور دکھ بھلا دیتا ہے۔ ماں تو اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنی آغوش کی نرمی اور گرمی دے کر پروان چڑھاتی ہے' ماں تو ہر دکھ' ہر پریشانی سے موسم کے سرد گرم سے اپنے بچوں کو بچا کر اپنی ممتا کی آغوش میں رکھتی ہے...... میں خود کیسی ماں تھی؟ اپنے وجود کے حصے کو اپنے ہی خون کو خود سے الگ کردیا تھا' کسی انجان اور غیر آدمی کی گود میں ڈالنے کی منصوبہ بندی کرلی تھی اور اسے گنوا کر بھی کبھی دل میں یہ خیال نہیں ابھرا تھا کہ وہ معلوم تو کرے کہ اس کی بچی کہاں ہے...... کس کے پاس ہے...... کس حال میں ہے؟ وہ بہت بے حس اور خود پسند' خود غرض عورت تھی' جس نے اپنی انا کے لیے اپنی خود ساختہ آن کے لیے اپنی ہی بیٹی قربان کردی تھی اور قدرت کیسے اسے اسی کے گھر میں اس کے سامنے لے آئی تھی اور وہ اس پر یہ سوچ کر ظلم کرتی رہی کہ وہ اس کی بہن کی بیٹی ہے' جس نے اس کی پسند اس کا پیار' تیمور حسن اس سے چھین لیا تھا' قدرت کے فیصلے کو اس نے افشین کی چالاکی اور خود غرضی سمجھ لیا اور نہ سے اپنا دشمن نول بن الیا۔ محض افشین کو اپنی بہن کو اس کے شوہر کو دکھ پہنچانے اور پریشان کرنے کے لیے ان کی بیٹی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنائی رہی' وہ بیٹی جو درحقیقت اس کی اپنی بیٹی تھی اور آج اس انکشاف پر وہ خود ہی اپنی نظروں میں گر گئی تھی۔

وہ خود اب کسی سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھی۔ خاص طور پر رانیل سے' تو وہ خود کو بات کرنے کے قابل بھی نہیں پا رہی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ رانیل معصوم ہے اور وہ اسے اپنے انتقام کی خاطر بے کردار ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھیں' رانیل کا صبر اور حوصلہ اسے شرم سے زمین میں گاڑ رہا تھا۔

"نوشین بیگم! تم کسی رشتے کے قابل نہیں ہو' نہ اچھی بیٹی بن سکیں' نہ تم اچھی بہن ثابت ہوئیں' نہ اچھی بیوی ہونے کا حق ادا کیا اور نہ ہی تم نے ایک اچھی ماں ہونے کا فرض ادا کیا۔ وہ ماں' جس کے پیروں تلے جنت ہوتی ہے اور تم کیسی ماں ہو کہ تم اپنی ہی بیٹی کی زندگی جہنم بنا کے رکھ دینا چاہتی ہو' وہ بیٹی' جس نے تمہارے بگڑے بیٹے کو صحیح راہ دکھائی' تم تو رانیل کے احسانات تلے اتنی دبی ہوئی ہو کہ اس کی ساری زندگی بھی شکرگزار رہو' محبتیں نچھاور کرتی رہو تب بھی اس کا حق ادا نہ کر پاؤ گی۔"

نوشین کے دل و دماغ اسے ہر طرح سے آئینہ دکھا رہے تھے۔ سب کی نظروں میں رسوا ہونے اور ان کی

آنکھوں میں اپنے لیے متوقع نفرت کے خیال سے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔ نوفل نے نوشین کو اس طرح روتے دیکھا تو بہت ضبط سے بولا۔

"مام! ہم وہی بنے جو آپ نے ہمیں سکھایا' بتایا اب آپ وہ بنیں جو آپ کی ماں نے آپ کو سکھایا تھا' جس کی تربیت آپ کی ماں نے آپ کو دی تھی' وہ نہیں جو آپ بن گئیں بدل لیں خود کو مام اس سے پہلے کہ بہت دیر ہوجائے' خود کو بدل لیں...... جیسے میں نے اور نگی آپی نے اپنی غلطیوں کو مانتے ہوئے خود کو بدل لیا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ ایسا کرنے میں ہمیں ہماری اپنی بہن رانئیل نے مدد دی۔ اس نے ہمیں بے راہ روی کے اندھے کنویں اور بدنامی کے اندھیرے غار میں گرنے سے بچایا ہے۔ ہمیں اپنی بہن پر فخر ہے' ہم بہت لکی ہیں کہ رانئیل ہماری اپنی ہے۔ ہم رانئیل کے بھائی' بہن ہیں اس پر ہمیں ناز ہے۔ پتا ہے مام! گھپ اندھیرے اور شدید تاریکی میں روشنی کی ایک کرن بھی بہت ہوتی ہے جو ہمیں راستہ دکھاتی ہے اور منزل کی طرف لے جانے میں رہنما کا کام کرتی ہے۔ رانئیل بھی ہمارے لیے روشنی کی وہ کرن ہے جس نے ہمیں ہماری اصل منزل کا راستہ دکھایا اور ہمیں اندھیروں میں بھٹکنے سے بچایا ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے مام۔"

"نوفل ٹھیک کہہ رہا ہے مام۔" نگین بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی نوفل کی بات مکمل ہونے پر کہنے لگی۔

"دل تو نہیں چاہتا آپ کو مام کہنے کو کیونکہ آپ ماں کبھی بنی ہی نہیں' بس آپ تو ہمیں جنم دینے کی خطاوار ہیں' شرم آرہی ہے ہمیں یہ سوچ کر کہ ہم آپ کی اولاد ہیں۔ آپ نے ایسا کیسے کرلیا مام؟ کیسا دل تھا آپ کے سینے میں کہ اپنی معصوم بچی تک کو بیچ دیا۔ خدا کا کرنا دیکھ لیا نا پھر آپ نے۔ رانئیل نے ہی ہمیں معاف کرنا' صبر اور درگزر کرنا سکھایا ہے اس لیے مزید کچھ نہیں کہنا آپ سے ہاں اگر آج کے بعد رانئیل کو کوئی نقصان پہنچا اور اس کی وجہ آپ ہوئیں تو آپ اپنی اس بیٹی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔ ہم آپ کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔" نگین نوشین پر ایک

شعور کی دنیا

ابھی تو مجھے شعور کی دنیا میں آنا ہے
ابھی تو مجھے دنیا کو آزمانا ہے
ایک سنگ تراش کو ڈھونڈنا ہے جو میرے اندر کے
ولولے و حب الوطنی کو صحیح سمت لے آئے
ابھی تو منزلیں طے کرنی ہیں
ابھی کسی بندھن میں نہیں بندھنا
طائر لاہوتی کی طرح آزاد فضاؤں میں رہنا ہے
اپنے ملک سے وابستہ ہر برائی کو جڑ سے اکھاڑنا ہے
ابھی تو علم کے دریا سے پیاس بجھانی ہے
اساتذہ سے مل کر قائد کا پاکستان بنانا ہے
ہاں قائد کا پاکستان بنانا ہے
ابھی تو بہت دور جانا ہے بہت دور......

انیلہ ارشد...... جہلم

تاسف بھری نگاہ ڈال کر چلی گئی اور نوشین دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔



علی بہت مسرور تھا' اس خیال سے کہ وہ رانئیل کو بہت جلد اپنی دلہن کے روپ میں اپنے گلشن علی میں دیکھے گا اس کے ساتھ رہے گا' آج وہ مارکیٹ گیا تھا خاص طور پر رانئیل کے لیے کچھ تحائف خریدنے' لیڈیز شاپنگ کا کوئی تجربہ نہیں تھا پھر بھی اس نے رانئیل کے لیے کافی چیزیں خریدی تھیں۔ جن میں ایک ڈائمنڈ رنگ' گولڈ کا ایک لاکٹ سیٹ' پرفیوم' دو ریڈی میڈ ڈریسز اور میچنگ چوڑیاں' ایک لیڈیز پرس اور شولڈر بیگ بھی خریدا اور جب گھر آکر اس نے ساری شاپنگ دیکھی تو اپنی بے خودی اور محبت پر خود ہی ہنس پڑا۔ اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ رانئیل کو ابھی اپنے پاس لے آئے۔

علی کا سیل فون بجا تو وہ رانئیل کے خیالوں سے باہر آیا اور کال اٹینڈ کی۔ ساحرنکا فون تھا۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں بیٹا تم سیٹ ہوگئے اپنے

گھر میں۔"

"جی امی! ہو گیا سیٹ' ایک خانساماں رکھ لیا ہے ملازم ہے جو گھر کے اندر باہر کے کام کر لیتا ہے۔ بس ایک خاتون خانہ کی کمی ہے۔" علی نے مسکراتے ہوئے بتایا تو وہ کہنے لگیں۔

"خاتون خانہ بھی آجائے گی' میں نے بہت اچھی' بہت ہی پیاری لڑکی پسند کی ہے تمہارے لیے۔"

"میرے لیے لڑکی' امی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں رانیل ہی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں' وہ بہت اچھی اور نیک سیرت لڑکی ہے' ممانی نے آپ کو اس کے بارے میں جو بھی بتایا ہے سب غلط ہے' جھوٹ ہے' ممانی کو تو اس سے خدا واسطے کا بیر ہے ناحق اس کی کردار کشی پر اتری ہوئی ہیں۔ وہ بہت اچھی نیچر کی مالک ہے امی۔" علی نے سنجیدگی سے کہا تو وہ ناراض لہجے میں بولیں۔

"پتا نہیں کیا جادو کر دیا ہے اس جادوگرنی نے تم پر' لیکن میں کہے دے رہی ہوں علی' میں اس کے جادو میں آنے والی نہیں ہوں۔"

"امی! آپ ایک بار اس سے مل تو لیں آپ خود بخود اس کی اسیر ہو جائیں گی' وہ ہے ہی اتنی پیاری۔"

"خاک پیاری ہے' جس نے تم جیسے مرد کو الو بنا لیا وہ بہت شاطر اور چالاک لڑکی ہی ہو سکتی ہے۔" امینہ نے غصے سے کہا تو علی کو ان کا رانیل کے لیے شاطر اور چالاک جیسے لفظ استعمال کرنا بہت برا محسوس ہوا۔

"امی پلیز رانیل کے لیے ایسے الفاظ استعمال مت کریں' کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ آپ بھی ممانی کی ہی زبان بولنے لگیں' خدا کا واسطہ ہے رحم کریں اس معصوم لڑکی پر وہ کیا سوچتی ہو گی کہ برسوں بعد اپنوں میں لوٹی تو اپنوں نے غیروں سے بھی بدتر سلوک کیا اس کے ساتھ۔" علی نے تڑپ کر کہا۔

"وہ اسی سلوک کی مستحق ہے' اسی برتاؤ کے قابل ہے اور تم کان کھول کر سن لو علی! تمہیں رانیل سے رشتہ ختم کرنا ہو گا' میں ایسی بے باک اور بدکردار لڑکی کو اپنی بہو ہرگز نہیں بناؤں گی۔" علی نے بے بسی سے موبائل کو دیکھا۔

"یا اللہ! میری ماں اور ممانی کو نیکی کی ہدایت دے۔" علی نے بآواز دعا مانگی' امینہ کی باتیں اسے پریشانی میں مبتلا کر رہی تھیں۔ اس نے وہاب احمد سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔



رانیل اس جاں گسل انکشاف پر صدمے سے ڈھے سی گئی تھی۔ رو رو کر بھی تھک چکی تھی۔ نگین اور نوفل بھی اسے چپ کراتے ہوئے روتے رہے تھے۔ انہیں کتنا شاک لگا تھا اپنی ماں کی حقیقت جان کر' کتنی بھیانک تصویر سامنے آئی تھی ان کی' اس پر ان کی ماں کا رانیل پر ظلم وستم وہ تو شرمندہ اور بے بس محسوس کر رہے تھے خود کو۔ رانیل کے دکھ کا انہیں بخوبی احساس تھا تب سے رانیل نے کچھ نہیں کھایا تھا' بوا جی کو نوشین کے مزاج کا تو علم تھا' رانیل پر زیادتیوں سے بھی بخوبی واقف تھیں مگر اس نئے انکشاف پر تو وہ بھی اندر سے ہل کے رہ گئی تھیں۔

"میں نوشین آنٹی کی بیٹی نہیں ہوں' میں اپنے مما پاپا کی بیٹی ہوں۔ نبیل بھائی کی بہن ہوں' مجھے یہاں نہیں رہنا' مجھے واپس جانا ہے' ڈیڈی سے کہیں' میری ٹکٹ بک کرا دیں۔ مجھے لندن واپس جانا ہے۔" بہت دیر بعد رانیل بولی تو یہ سن کر نگین' نوفل اور بوا جی پریشانی سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

"میری بیٹی کہیں نہیں جائے گی' اپنے ڈیڈی کے پاس رہے گی۔" وہاب احمد کی آواز سن کر چاروں نے دروازے کی سمت دیکھا۔ وہ نجانے کب آ گئے تھے' رانیل کی بات سن کر نرمی سے کہا۔

"مجھے لندن جانا ہے مما پاپا کے ساتھ رہنا ہے۔" رانیل نے دل گیر لہجے میں کہا تو وہاب احمد اس کے پاس بیٹھ گئے۔

"میں بھی تو آپ کا ڈیڈی ہوں بیٹی' آپ اپنے ڈیڈی کے ساتھ نہیں رہو گی۔ میں جانتا ہوں آپ کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ ہے آپ کو بہت دکھ پہنچا ہے لیکن بیٹی میں

نے تو آپ کو کبھی بھی دکھ نہیں دیا۔ کیونکہ میں اپنی گڑیا کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ بچانا چاہتا تھا اچھا ماحول اور تربیت دینا چاہتا تھا اسی لیے افشین اور تیمور کی گود میں دے دیا تھا آپ کو.....ورنہ تمہیں جنم دینے والی عورت سے تو ایسی کوئی توقع نہیں تھی مجھے کہ وہ تمہیں محبت اور ممتا کی آغوش دے گی۔ میں نے ہمیشہ آپ سے پیار کیا ہے بیٹا اس لیے کہ آپ میری بیٹی ہو میرے وجود کا حصہ ہو میں آپ کو کیسے کسی غیر کی جھولی میں ڈال دیتا اگر آپ یہاں رہتیں تو آپ کو ماں کی ممتا اور محبت سے محروم ہونا پڑتا میں نے تو آپ کی بہتری کی خاطر آپ کو افشین اور تیمور کی سرپرستی میں دے دیا تھا اور میرا یہ فیصلہ غلط نہیں تھا بیٹی۔ انہوں نے آپ کو ہم سے زیادہ پیار دیا۔ بہت اعلیٰ تربیت دی ہے۔ مجھے افسوس ہے بیٹی کہ میں تمہیں تمہاری جنم دینے والی ماں کے ظلم سے نہیں بچا سکا میری بیٹی پہلی بار اپنے ڈیڈی کے گھر رہنے آئی اور..... مجھے معاف کردو بیٹی۔"

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے ڈیڈی! پلیز آپ معافی مت مانگیں۔ بس مجھے واپس جانا ہے مجھے واپس بھیج دیں۔" رابیل نے ان کی باتیں سننے کے بعد پُرنم لہجے میں دھیمی آواز میں کہا۔

"نہیں سسٹر اب آپ ہمارے گھر رہو گی، ہم آپ کو بہت محبت سے رکھیں گے۔" نوفل نے بے کل ہو کر کہا۔

"ہاں! رابیل ہم تمہیں کبھی دکھ نہیں دیں گے، پرامس تم تو ہماری گڑیا ہو ہم تمہارے بغیر اداس ہو جائیں گے پلیز مت جانا۔" ثمین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوص دل سے کہا۔

"مما پاپا اور نبیل بھائی بھی تو میرے بغیر اداس ہو جائیں گے میں نے ان کی بیٹی کی حیثیت سے ان کے ساتھ اتنی عمر گزاری ہے اور اب ایک دم سے انہیں چھوڑ دوں، ہرگز نہیں، میں انہیں دکھی نہیں کرسکتی وہ مجھ پر جان چھڑکتے ہیں، میرے ماں باپ ہیں وہ..... میں کیسے ان سے الگ رہ سکتی ہوں۔" رابیل نے بھیگتے لہجے میں کہا تو وہاب احمد نے خوشی سے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا اور محبت سے اپنے سینے سے لگالیا۔ اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

سنو..... !ناراض ہیں تم سے

سنو! ناراض ہیں تم سے
بہت ناراض ہیں تم سے
کہ تم یوں چھوڑ گئے ہو
یہ دل جو توڑ گئے ہو
اسے ہم کیسے سمجھائیں
کہ جو رستوں پر ملتے ہیں
وہ اکثر چھوڑ جاتے ہیں
کہ جو ملتے ہیں رستوں پر
انہیں جانا بھی ہوتا ہے
سنو! اے جانے والو تم
ہمیں اتنا تو بتلا دو
کہ واپس کس طرف جائیں
ہمارے سارے رستے تو تمہارے ساتھ جڑتے ہیں
ہماری سانس بھی اب تو تمہارا نام جپتی ہے
یہ دل جو پاس ہے میرے تمہارے خواب بنتا ہے
اسے تم خود ہی سمجھا دو
کہ جو رستوں پر ملتے ہیں
وہ اکثر چھوڑ جاتے ہیں

کنول شاہ..... گوجرانوالہ

"جیتی رہو بیٹی اللہ تم جیسی بیٹی ہر ماں باپ کو دے۔ تم نے دل خوش کردیا" یہ بات کہہ کر کہ یہ افشین اور تیمور کی محبتوں کا اثر ہے کہ تم انہیں اپنا ماں باپ سمجھتی ہو انہیں دکھی نہیں دیکھ سکتیں، اچھی اولاد ماں باپ کا فخر ہوتی ہے۔ آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی چائلڈ۔" وہاب احمد نے مسکراتے ہوئے بھیگتے لہجے میں کہا تو خوشی سے اس کی آنکھیں ایک بار پھر اشک بار ہوگئیں۔

علی نے کئی بار رابیل کا نمبر ٹرائی کیا تھا مگر ہر بار اس کا سیل آف مل رہا تھا، وہ نوفل یا ثمین سے بھی فون کرکے اس کی خیریت معلوم نہیں کرسکتا تھا کیونکہ وہ رابیل کے لیے اپنی بے قراری و بے تابی ان پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اور دوسرا وہ ریزرو طبیعت کا مالک تھا، یہاں سب کو معلوم تھا اور

وہ اپنا امپریس قائم رکھنا چاہتا تھا۔

نوشین نے تو خود کو کمرے میں بند کرلیا تھا' تکین اور نوفل نے آج کالج اور یونیورسٹی سے چھٹی کرلی تھی' ان کی حالت بھی ایسی نہیں تھی کہ وہ پڑھائی پر دھیان دے سکتے' ذہنی اور قلبی طور پر وہ دونوں بھی بہت ہرٹ ہوئے تھے۔ بہت ڈسٹرب تھے۔ وہاب احمد بھی آج فیکٹری نہیں گئے تھے۔ رابیل نے صبح بمشکل ناشتہ کیا تھا۔ نوفل اور تکین کے اصرار پر اور اب شاور لے کر نکلی تھی۔

"رابیل! جلدی سے تیار ہوکر باہر آجاؤ ہم تینوں آج آؤٹنگ پر جارہے ہیں خوب مزا کریں گے۔" تکین نے اس کے کمرے میں آکر کہا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"سوری تکی آپی! میرا دل نہیں چاہ رہا کہیں جانے کو۔"

"لو یہ کیا بات ہوئی؟ ہم نے تو آپ کی وجہ سے آج کالج بنک کیا ہے' چلیں ناں اس ٹینشن سے تو باہر نکلیں' کچھ دل بہل جائے گا' دھیان بٹ جائے گا۔" نوفل بھی آن ٹپکا تو وہ دھیرے سے مسکرادی۔

"اور کیوں نہ علی بھائی کو بھی بلالیں۔" تکین نے شوخ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا سیاہ ٹراؤزر دوپٹے اور مہرون کامدار شرٹ میں وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔

"علی کو کیوں؟" رابیل نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

"لو اور سنو! ادھر وہ جان دینے کو تیار بیٹھے ہیں' ادھر کسی کو خبر ہی نہیں۔" نوفل نے معنی خیز جملہ کہا' رابیل کا ذہن اس وقت۔ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا کیونکہ نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ روتے' سوچتے دماغ اور دل دونوں ہی تھک چکے تھے' ہلکان ہو چکے تھے۔ اس کے اندر خوشی کی ہلکی سی بھی رمق باقی نہیں رہی تھی۔ صرف دکھ اور درد بھرا تھا اس وقت۔

"وہ کیوں اپنا کام چھوڑ کر آنے لگے؟"

"ہم کہیں گی تو آ بھی جائیں گے۔"

"مگر میں کیوں کہوں گی؟"

"اف! یار یہ گلے میں پہنی ہوئی زنجیر بھی تمہیں ان کے دل سے نہیں باندھ سکی کیا؟" تکین نے اپنا سر پیٹ کر کہا اس کا اشارہ علی کے لاکٹ کی طرف تھا۔ جواب رابیل کی گردن میں چمک رہا تھا۔

"اچھا! یہ......" رابیل نے گلے میں پہنی زنجیر کو پکڑ کر دیکھا اور ہنس دی۔

"ہنسی اور پھنسی۔" نوفل شوخی سے بولا۔

"یہ تو انہوں نے ویسے ہی پہنادی تھی۔"

"اوہو...... پہنادی تھی' یعنی اپنے مبارک ہاتھوں سے پہنائی تھی تو پھر ویسے ہی تو نہ ہوئی نا۔ پیار سے پہنائی ہوگی۔ علی بھائی بھی چھپے رستم ہیں آخر کو ان کی چوری پکڑی گئی نا۔" تکین نے شوخ وشریر لہجے میں کہا تو وہ ہنس پڑی اور وہ دونوں تو اسے ہنستے دیکھ کر ہی خوش ہوگئے۔

"تو کیا خیال ہے فون کروں علی بھائی کو؟" نوفل نے پوچھا۔

"ہاں فون کرو مگر علی کو نہیں خرم بھائی کو کیونکہ وہ بھی ہماری تکی آپی کو پیار سے انگوٹھی پہنانا چاہتے ہیں۔" رابیل نے بھی توپوں کا رخ تکین کی طرف کرتے ہوئے کہا' تو وہ بوکھلا گئی۔

"تمہیں کیسے پتا؟" تکین نے اسے گھورا۔

"بس پتا ہے میری اپنی سی آئی ڈی ہے اور پتا ہے ڈیڈی کو بھی خرم بھائی پسند ہیں' بس نوشین آنٹی سے بات کرنا باقی ہے آنٹی مان جائیں گی نا ان کے تو بھائی......" رابیل بولتے بولتے ایک دم سے چپ ہوگئی وہ دونوں اسی کو دیکھ رہے تھے وہ نوشین کو اب بھی آنٹی کہہ رہی تھی اور اس بات کا احساس خود رابیل کو بھی ہوگیا تھا' جبھی دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی اور وہ خاموش ہوگئی تھی۔

"تو اب چلیں۔" نوفل نے دھیان بٹایا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)




محبت دل کا سجدہ ہے
سباس گل

حصہ چہارم

دیکھے ہوئے کسی کو بہت دن گزر گئے
اس دل کی بے بسی کو بہت دن گزر گئے
ہر شب چھتوں پہ چاند اترتا تو ہے مگر
اس گھر میں چاندنی کو بہت دن گزر گئے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

ذوالنون گھر سے دور تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ اپنا مستقبل بنانے گیا تھا اس لیے وہ نہیں چاہتا کہ کرن یا اس کے والدین کو ان کی طرف سے کوئی الٹی سیدھی خبر ملے۔ ذوالنون کو جذبات سے زیادہ حالات اور دوسروں کے خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھانے کی عادت تھی۔ نکاح کے بعد علی اپنے گھر عید منانے آتا ہے مگر اب اس کا یہاں دل نہیں لگتا اور پھر امینہ (علی کی والدہ) نے بھی علی کو رائیل کے حوالے سے بہت کچھ سنا کر رائیل کو طلاق دینے کو کہہ دیا ہے جبکہ عثمان عزیز (علی کے والد) نے اس کے حق میں فیصلہ سنایا ہے لیکن علی پھر بھی پریشان ہوتا ہے کیونکہ رائیل اب صرف اس کی منکوحہ ہی نہیں بلکہ اس کی محبت بھی تھی۔ مسز ہمدانی رائیل کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔ نوشین بیگم نے انہیں رائیل اور علی کے نکاح کے بارے میں نہیں بتایا ہے۔ مسز ہمدانی رائیل کو اپنے گھر آنے کی دعوت دیتی ہیں تاکہ اسے اپنے بیٹے سے ملوا سکیں۔ جاوید کو پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے یہ خبر نگین کو اخبار کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے تو ایک بار پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے کہ وہ کیوں اس بے ایمان آدمی کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئی تھی وہ دل میں رائیل کی مشکور ہوتی ہے کیونکہ اس نے نگین کو جاوید جیسے فراڈیے شخص سے بچایا تھا۔ نوشین بیگم امینہ کو فون پر رائیل کے خلاف بھڑکاتی ہیں وہ علی سے نگین کی شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن جب وہ نگین سے اس حوالے سے بات کرتی ہیں تو نگین ان کو سمجھاتی ہے کہ وہ غلط حرکتوں سے توبہ کرلیں اور رائیل اور علی کو خوش رہنے دیں۔ جس پر نوشین بیگم پیچ و تاب کھا کر رہ جاتی ہیں۔ ذوالنون کو بھی نوفل کی زبانی گھر کے تمام حالات کی خبر ہوجاتی ہے اور نوشین بیگم کی زیادتیوں پر وہ بہت شرمندہ ہوتا ہے اور نگین کی بے وقوفی نے بھی اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کو اس بات کی بھی خوشی ہے کہ رائیل کا نکاح علی جیسے نفیس انسان سے ہوا ہے اب ذوالنون چاہتا ہے کہ نگین کی شادی بھی جلد از جلد ہوجائے ادھر علی اپنے نئے بنگلے میں شفٹ ہوجاتا ہے وہ رائیل کو ساتھ چلنے کی بات کرتا ہے اور اپنے گھر آنے کو کہتا ہے۔ نگین خرم کو علی کے گھر پر دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے خرم مسز ہمدانی کا بیٹا ہے اور نگین سے محبت کرتا ہے وہ ہیں خرم نگین کو پرپوز کرتا ہے نگین مشرقی لڑکیوں کی طرح نظریں جھکا لیتی ہے۔ افشین اور تیمور حسن کے آنے سے پہلے نوشین بیگم علی اور رائیل کا نکاح ختم کرنا چاہتی ہیں اس حوالے سے وہ وہاب احمد سے بھی بات کرتی ہیں۔ وہاب احمد انہیں رائیل اور علی کی محبت کا بتا کر ایک نیا انکشاف کرتے ہیں کہ رائیل ان کی اپنی سگی بیٹی ہے۔ جس کو انہوں نے افشین اور تیمور حسن سے بدل لیا تھا اور ذوالنون افشین اور تیمور حسن کا بیٹا ہے۔ جبکہ رائیل یہ حقیقت جان کر سکتے میں آ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

.....☆☆☆.....

وہ تینوں باہر آئے تو گیٹ سے امینہ اور عثمان عزیز کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ نوفل اور نگین نے فکرمندی اور حیرت

سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
"یہ اچانک کیوں آ گئیں؟" تکین بولی تو وہ کہنے لگا۔
"ضرور ہماری والدہ ماجدہ نے ہی ان کے سر پہ کوئی بم پھوڑا ہوگا ورنہ یہ اتنی جلدی اور بنا اطلاع کے تو کبھی نہیں آ تیں۔"
"کون ہیں وہ خاتون؟" رابیل نے بھی امینہ کو دیکھتے ہوئے ان دونوں کے تبصرے سن کر سوال کیا۔
"آپ کی ساسو ماں' علی بھائی کی والدہ اور ہماری پھپھو جان امینہ بیگم۔" نوفل نے ان کا تعارف کرایا۔
"او واچھا!"
"السلام علیکم پھپھو۔" تکین اور نوفل نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی انہیں سلام کیا۔
"وعلیکم السلام جیتے رہو کیسے ہو تم دونوں؟" وہ ان دونوں کو ساتھ لگا کر پیار کرتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔
"بالکل ٹھیک۔" دونوں نے جواب دیا۔
"السلام علیکم۔" رابیل نے بھی مسکراتے ہوئے سلام کیا۔
"وعلیکم السلام!" امینہ نے رابیل کو بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔
"پھپھو آپ اچانک بغیر اطلاع کے کیسے آ گئیں' خیریت ہے نا؟" نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"خیریت ہوتی تو یوں پہلی فلائٹ سے تھوڑی چلی آتی۔ جب اچانک شادی بیاہ ہونے لگیں اور ماں باپ کو کانوں کان خبر نہ ہو تو بھاگنا تو پڑتا ہے' خیریت کیسے ہوگی ایسے میں۔" امینہ بولتی چلی گئیں' نواجی ان کے لیے پانی لے آ ئیں۔ انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کی ماں نوشین بیگم نے امینہ پھپھو کو رابیل کے حوالے سے کچھ الٹا سیدھا کہا ہے' نکاح کا بتادیا تھا جبھی تو وہ یوں غصے میں دوڑی چلی آئی۔
رابیل پریشان سی اجنبی بنی ان کے سامنے کھڑی تھی۔
"یہ لڑکی کون ہے' تمہاری سہیلی ہے کیا؟" امینہ بیگم نے پانی پی کر گلاس میز پر رکھتے ہوئے تکین کو دیکھتے ہوئے رابیل کے بارے میں پوچھا۔ تکین نے ڈرتے' جھجکتے ہوئے بتایا۔
"نہیں پھپھو' یہ رابیل ہے میری چھوٹی بہن۔"
"او اچھا تو یہ ہے رابیل' جس نے ہم سب کو ذلیل کر رکھا ہے۔" امینہ نے بہت تلخ لہجے میں کہا اور اٹھ کر اس کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔
"پھپھو آپ سے کسی نے غلط کہا ہے رابیل تو......"
"تم خاموش رہو۔" امینہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے سختی سے کہا تو رابیل کا دل سوکھے پتے کی طرح لرز گیا۔
"جو غلط ہو اس کے بارے میں غلط ہی کہا جاتا ہے' اس کی شان میں قصیدے نہیں پڑھے جاتے اور اس کی غلط کاریوں کے قصے تو دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ چار دن کے لیے یہاں آئی تھیں' تم سے چند دن کے لیے بھی شرافت کا مظاہرہ نہیں ہوسکا' یہاں آتے ہی اپنی اوقات دکھا دی اور میرے معصوم بیٹے کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا لیا۔" امینہ زہر اگل رہی تھیں اور رابیل کا ذہن تاریک ہوتا جارہا تھا۔ اتنی ذلت' اتنی ناقدری' اور اس قدر تہمتیں سہنے کی اس میں سکت نہیں رہی تھی۔
"آنٹی' میں نے...... کچھ نہیں کیا۔" رابیل نے بمشکل یہ الفاظ ادا کیے' جواب میں امینہ کا زوردار تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ لڑکھڑا گئی اگر صوفہ نہ پکڑتی تو نیچے جا گرتی۔ اسے تو کبھی کسی نے پھولوں کی چھڑی سے بھی نہ مارا تھا کہ اب اس قدر نفرت سے اس کا گال جھلسا دیا گیا تھا۔
"اتنی بے حیائی کر کے بھی کہتی ہو غلط نہیں کیا۔"
"پھپھو آپ نے رابیل کو تھپڑ کیوں مارا؟" تکین چیخی۔
"یہ تھپڑ اگر اسے پہلے دن ہی مار دیا جاتا تو اس کی اتنی ہمت نہ ہوتی کہ میرے بیٹے سے نکاح کر کے بیٹھ جاتی۔" امینہ نے غصے اور تنفر بھرے لہجے میں کہا۔
"آپا! آپ کیا کر رہی ہیں' میں آپ کو ساری بات سمجھادوں گا آپ......"
"مجھے سب پتا ہے وہاب۔" امینہ نے وہاب احمد کی بات کاٹ کر تیزی سے کہا وہ جوان کا ہاتھ اٹھا دیکھ کر دل تھام کے رہ گئے تھے۔ اب اپنی غلطی پر پچھتا رہے تھے کہ انہیں

پہلے کیوں نہیں اعتماد میں لے کر سب کچھ بتادیا۔ انہیں اندازہ تھا کہ نوشین نے انہیں بھی رانیل سے بدگمان کردیا ہوگا۔ جبھی وہ اس قدر غصہ اور نفرت کا اظہار کررہی ہیں۔

"میں تمہاری مجبوری بھی سمجھ سکتی ہوں وہاب کہ تم نے اپنی عزت کی خاطر خاموشی سے اس آوارہ کا نکاح میرے بیٹے سے کروادیا۔ لیکن میں آج ہی یہ نکاح ختم کرواؤں گی' جو بیٹی اپنے ماں باپ کی نہ ہوئی وہ بے چارے اس کی آوارگیوں سے تنگ تو با اور دعا کرنے حج پہ چلے گئے تاکہ یہ سدھر جائے مگر اسے پھر بھی احساس نہیں ہوا۔ یہاں آکے بھی یہ پھن ہیں تو وہاں کیا گل کھلاتی ہوگی۔" امینہ نے تیزی سے کہا اسی وقت نوشین کمرے سے باہر نکلیں۔ ان کے کانوں میں امینہ کی آواز آرہی تھی' جب الفاظ پر غور کیا تو ہوش اڑ گئے۔ سمجھ گئیں کہ ان کی لگائی ہوئی آگ ابھی اور بھڑکے گی اتنی جلدی سرد ہونے والی آگ نہیں تھی۔

"آپا! بیٹھ جائیں خدا کا واسطہ ہے رانیل کو کچھ مت کہیں۔"

"ارے کیوں نہ کہوں تم سب اس کے سامنے بے بس اور لاچار ہو کے بیٹھے ہو جبھی یہ تمہارے سر پہ ناچ رہی ہے۔" امینہ کے یہ الفاظ رانیل کی ہمت ختم کرگئے وہ ایک دم سے زمین بوس ہوئی تھی۔

"رانیل......!" تمکین' نوفل' وہاب احمد اور بواجی نے چیخ کر ایک ساتھ اسے پکارا تھا۔

"لو ہوگیا ڈرامہ شروع اس لڑکی کا۔" امینہ بیگم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بس پھپھو۔" نوفل نے غصے سے کہا...... امینہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"ممو! رانیل بے ہوش ہوگئی ہے۔" تمکین نے نوشین کو اجاڑ حلیے میں دیکھ کر چیخ کر کہا تو نوشین دوڑتی ہوئی آئیں۔

"رانیل' رانیل میری بچی آنکھیں کھولو مجھے معاف کردو میری بچی۔" نوشین رانیل کے چہرے کو ہاتھوں میں لیے روتے ہوئے بولیں امینہ نے حیرت سے یہ منظر دیکھا۔

"نوفل گاڑی نکالو تم بھی ڈاکٹر مجاہد کو فون کرو ہم رانیل کو ہاسپٹل لے کر آرہے ہیں۔"

"جی ڈیڈی۔" تمکین اور نوفل نے فوراً ان کے حکم کی تعمیل کی تھی اور وہاب احمد اپنی پھولوں جیسی بیٹی کو اپنی بانہوں میں اٹھا کر باہر بھاگے تھے۔ امینہ کی حیرت' نوشین کی لاچارگی اور بواجی کی بے بسی دیدنی تھی۔

"آپا! میری رانیل بے قصور ہے' معصوم ہے' میں نے رانیل کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا' میری بچی پاک کردار اور نیک سیرت ہے۔ میں نے اسے بدنام کیا' اس پر ظلم کیا۔" امینہ نے نوشین کی زبان سے یہ سب سنا تو ششدر رہ گئیں اور بواجی سے کہنے لگیں۔

"بواجی' یہ سب کیا تماشا ہے؟ سچ کیا ہے کوئی بتائے گا مجھے؟" بواجی نے ساری حقیقت ان کو کہہ سنائی اب تو امینہ بھی سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ انہیں اب اپنے رویے کی بدصورتی کا بہت شدت سے احساس ہورہا تھا۔

"تم نے تو مجھے بھی اس معصوم بچی سے نظر ملانے کے لائق نہیں چھوڑا۔ کیسے سامنا کروں گی میں رانیل کا' اپنے بھائی کا اور علی کا' اف یہ کیا گناہ سرزد ہوگیا مجھ سے میری عقل پر تالے پڑ گئے تھے جو میں نے تمہاری باتوں کا اعتبار کیا اور اپنے بھائی کی بات نہ سنی۔"

"مجھے معاف کردیں آپا۔" نوشین نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑے۔

"ارے مجھ سے کیا معافی مانگ رہی ہو دعا کرو کہ رانیل ہمیں معاف کردے۔ ہمارے بچے ہمیں معاف کردیں' شہواب تیار ہوجاؤ' ہاسپٹل نہیں جانا کیا؟" امینہ نے غصے اور پریشان لہجے میں کہا تو نوشین فوراً تیار ہونے چل دیں۔

......☆☆☆......

علی ابھی میٹنگ سے فارغ ہوکر اپنے آفس آیا تھا کہ اس کا موبائل بجا علی نے سیل فون کی اسکرین پر نوفل کا نام جگمگاتے دیکھا۔

"ہاں نوفل! خیریت سے ہو؟" علی نے سیل آن کرکے کان سے لگایا۔

"خیریت نہیں ہے علی بھائی۔" نوفل رو رہا تھا' علی

گھبرا گیا۔

"کیا بات ہے نوفل؟"

"ہم سب ہاسپٹل میں ہیں۔"

"ہاسپٹل میں! ماموں جان تو ٹھیک ہیں ناں اور رائیل؟"

"رائیل ایمرجنسی میں ہے۔" نوفل نے بتایا۔

"واٹ.....؟" علی کو جیسے ہزار والٹ کا کرنٹ لگا وہ ایک دم جھٹکے سے اپنی کرسی سے اٹھا اس کا دل ڈوبنے لگا تھا نوفل تو اور بھی نجانے کیا کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ سن ہی کہاں رہا تھا وہ تو صرف ہاسپٹل کا نام سنتے ہی تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

تگین' نوفل اور وہاب احمد ایمرجنسی کے باہر پریشان کھڑے تھے اور دل ہی دل میں رائیل کی صحت وسلامتی کی دعا مانگ رہے تھے۔ ڈاکٹر مجاہد ایمرجنسی سے باہر نکلے تو ان تینوں نے خوف سے دھڑکتے دل کے ساتھ ان کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ہم رائیل کو آئی سی یو میں شفٹ کررہے ہیں اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔" ڈاکٹر مجاہد نے بہت سنجیدہ اور متفکر لہجے میں بتایا تو ان تینوں کے اعصاب پر بجلی سی گری۔ وہاب احمد دل تھام کر رہ گئے۔

"یا اللہ میری بچی کی زندگی بچانا اسے کچھ نہ ہو۔" وہاب احمد نے گہرے دکھ اور کرب سے ٹوٹے لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر مجاہد! خطرے کی بات تو نہیں ہے نا۔" وہاب احمد نے انہیں دیکھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

"آئندہ چوبیس گھنٹے رائیل کی زندگی کے لیے بہت اہم ہیں آپ لوگ دعا کریں کہ اسے جلد ہوش آجائے۔ ہم پوری کوشش کررہے ہیں آپ ہمت رکھیں۔" ڈاکٹر مجاہد نے وہاب احمد کو دیکھتے ہوئے ان کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر سنجیدگی سے کہا اور نرس کو ہدایت دیتے آگے بڑھ گئے۔ علی نے ڈاکٹر مجاہد کا کہا سن لیا تھا۔ وہ شاک زدہ کھڑا رہ گیا۔ اس کی رائیل کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہوگیا اور اس کی وجہ اس کی اپنی ماں اور ممانی تھیں۔ تگین کی زبانی اسے سب کچھ معلوم ہوگیا تھا۔ وہاب احمد کی حالت تو غیر ہورہی تھی' نوفل نے انہیں پانی لاکے پلایا' ویٹنگ روم میں بٹھایا۔

"ذوالنون بھیا کو فون کردوں۔" نوفل نے تگین سے پوچھا۔

"ہاں کردو لیکن....؟" تگین کہنا چاہ رہی تھی کہ اسے نہ بتائے کہ وہ اشمین آنٹی اور تیمور انکل کا بیٹا ہے۔

"آپی تو میں سمجھتا ہوں کیا بات کرنی ہے۔" نوفل نے اس کی بات کے ادھورے پن میں چھپا پورا مفہوم سمجھ لیا تھا جبھی اس کی بات کاٹ کر دھیمی آواز میں کہا۔

......☆☆☆......

بریک ٹائم میں ذوالنون اپنے دوست فیصل اور شبیر کے ساتھ بیٹھا اسائنمنٹ دیکھ رہا تھا۔ کرن اپنی دوست مہوش کے ساتھ وہیں چلی آئی۔ تو فیصل نے شبیر کو کہنی مار کر ہنستے ہوئے ذوالنون سے کہا۔

"لو بھئی رومیو تمہاری جیولیٹ آگئی تم دونوں باتیں کرو ہم ذرا کینٹین سے کچھ پیٹ پوجا کر آئیں۔"

"تم دونوں کو کوئی اور کام بھی آتا ہے کھانے کے علاوہ؟" ذوالنون نے انہیں گھورتے ہوئے کہا تو دونوں ہنسنے لگے۔

"بھائی میری سب سے اچھی عادت ہے پیٹ پوجا۔" فیصل نے شوخی سے کہا تو سب کو ہنسی آگئی۔

"تم اپنی پوجا کرواؤ ہم آتے ہیں۔" شبیر نے ذوالنون اور کرن کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا تو ذوالنون نے اسے آنکھیں دکھائیں' کرن بلش ہوگئی۔ مہوش بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"رکو میں بھی تم دونوں کے ساتھ چلتی ہوں۔"

"واہ دوست ہو تو ایسی! کباب بنا ہڈی کے ہی اچھا لگتا ہے۔" فیصل نے مہوش کو دیکھتے ہوئے معنی خیز بات کہی۔

"لیکن مجھے چیونٹیوں بھرا کباب پسند ہے میں کہیں نہیں جانے کا کبھی تم مجھے بھی کسی بہانے سے باہر کرنے کی سوچو۔" شبیر نے مسکراتے ہوئے جلدی سے کہا اسے فیصل اور مہوش کی بڑھتی ہوئی دوستی کی وجہ سے یہ خیال آیا تھا کہ فیصل اسے بھی بہانے سے کہیں بھیج نہ دے مگر اس کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور مہوش نے دونوں کو گھورا۔

"سب کو خبر ہوگئی ہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ بتا نہیں کیسے؟" کرن نے ذوالنون کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"کھانسی اور محبت جب ہوتی ہے تو سب کو خبر ہو ہی جاتی ہے یہ دونوں چیزیں چھپائے نہیں چھپتیں۔" ذوالنون نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اسی وقت اس کا موبائل بجا اس نے سیل فون نکال کر دیکھا نوفل کا نام اسکرین پر روشن تھا۔
ذوالنون کو حیرت ہوئی نوفل کا نام دیکھ کر کیونکہ وہ اسے کالج ٹائم میں کبھی فون نہیں کرتا تھا۔
"السلام علیکم کیسے ہو نوفل؟"
"وعلیکم السلام بھائی میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"
"الحمدللہ بالکل خیریت سے ہوں' تم سناؤ آج اس وقت کیسے فون کیا۔ گھر میں سب خیریت ہے نا؟"
"نہیں بھائی بس آپ چھٹی لے کر گھر آجائیں۔" نوفل کی آواز بھرا گئی۔
"نوفل' کیا ہوا ہے' موم ڈیڈ سب ٹھیک ہیں ناں؟"
"یہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے بھائی' بس..... آپ جلدی سے گھر آجائیں۔" نوفل بولتے بولتے رو پڑا۔
"نوفل' تو رو رہا ہے کیا ہوا ہے بتا مجھے میرا دل گھبرا رہا ہے؟" ذوالنون نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔
"بھائی' رانیل کا نروس بریک ڈاؤن ہوگیا ہے اور آپ کو پتا ہے وہ ہماری بہن ہے۔"
"بہن تو وہ ہے ہی مگر یہ سب کیسے ہوا؟ موم نے کچھ کہا ہے؟"
"جی....." نوفل نے بس اتنا ہی کہا اور ذوالنون کے دل میں ٹیس سی اٹھی تھی۔
"اوہ....." ذوالنون کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔ وہاب احمد نے اسے چند روز پہلے ہی بتایا تھا کہ رانیل اس کی رضاعی بہن ہے مگر ساری حقیقت نہیں بتائی تھی۔
"تم خود کو سنبھالو گے اور ڈیڈی کو حوصلہ دو ان شاء اللہ رانیل صحت یاب ہوجائے گی کچھ نہیں ہوگا اسے۔"
"کیا ہوا ذونی؟"
"رانیل بہت تکلیف میں ہے۔" وہ کاغذ پر نظریں جھکائے قلم چلاتے ہوئے دکھ سے بولا تو کرن کو جانے کیوں جیلسی ہونے لگی رانیل کے لیے اسے اتنا پریشان دیکھ کر سپاٹ لہجے میں بولی۔
"اور اس کی تکلیف تمہیں بہت تکلیف دے رہی ہے...... ہے نا۔"
"ہاں..... میں چھٹی لے کر گھر جا رہا ہوں۔"
"رانیل کے لیے جا رہے ہو؟"
"ہاں۔"
"بہت عزیز ہے وہ تمہیں۔"
"ہاں۔" وہ جواب دیتا اپنی بکس اٹھا کر کھڑا ہوگیا۔
"یہ کیا تم نے ہاں..... ہاں..... ہاں کی رٹ لگا رکھی ہے میں کوئی تمہارا نکاح پڑھوا رہی ہوں رانیل سے۔" کرن نے زچ آکر غصے سے کہا تو وہ ایک دم بھڑک اٹھا۔
"شٹ اپ' جسٹ شٹ اپ کرن' شی از مائی سسٹر بہن ہے وہ میری' رضاعی بہن..... بہن کا مطلب سمجھتی ہو تم' میں گھر جا رہا ہوں' رانیل کے لیے اپنی بہن کے لیے..... اسے میری اپنے بھائی کی ضرورت ہے اس وقت..... شی از ان ہاسپٹل ان آئی سی یو۔" ذوالنون اپنی بات مکمل کرتے ہی چلا گیا۔
"ذوالنون....." کرن شرمندہ اور حیران و پریشان سی کھڑی رہ گئی۔ وہ جو کچھ رانیل کے حوالے سے کہہ گیا تھا رانیل سے جو اپنا رشتہ بتا گیا تھا اس نے کرن کو حیران ہی نہیں کیا تھا بلکہ بہت پشیمان بھی کردیا تھا۔ وہ اپنی سوچ و خیال پر بے حد نادم تھی۔ ذوالنون سے معافی مانگنا چاہتی تھی مگر اس وقت وہ بہت پریشان تھا اور اس کی بات کی وجہ سے شدید غصے میں بھی۔ لہٰذا اس وقت اس کے سامنے جانا مناسب نہیں تھا' وہ خود کو کوستی ہوئی کلاس روم کی طرف بڑھ گئی۔ مگر دل ڈوب سا گیا تھا اپنی اس حرکت پر۔

......☆☆☆......

"نوفل یہ سب کیسے ہوا؟"
"پھوپھو جان یعنی آپ کی امی اچانک گھر پہنچ گئیں' انہوں نے رانیل کو بدکردار کہا' آوارہ کہا اس پر ہاتھ اٹھایا۔"

نوفل نے ساری داستان حرف بہ حرف کہہ سنائی۔ علی کا دل دکھ کے ساتھ ساتھ شرمندگی سے بھی بھر گیا۔ یہ خیال اسے اندر ہی اندر کچل رہا تھا کہ اس کی ماں اس کی محبت اس کی منکوحہ اس کی رانیل کو اس حال میں پہنچانے کا باعث بنی ہیں۔ نوشین ممانی نے جو کیا سو کیا لیکن اس کی اپنی ماں نے تو اس تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی۔

"او گاڈ! میں رانیل کا سامنا کیسے کروں گا؟ اس کے مما پاپا کو ماموں جان کو کیسے فیس کروں گا؟" علی نے بے بسی سے سوچا۔

"یا اللہ! رانیل کو جلد شفا عطا فرما دے رانیل کو ایک صحت مند زندگی عطا فرما خوشیوں اور محبتوں بھری زندگی آمین۔" علی نے دل سے رب کے حضور دعا مانگی۔

بعض اوقات پریشانیاں ایک ساتھ ہی آتی ہیں ایک کے بعد ایک مسئلہ آتا چلا جاتا ہے۔ وہاب لاج میں بھی ایک دم سے بہت سے مسائل اور پریشانیوں نے ڈیرا جما لیا تھا۔

افشین اور تیمور پاکستان پہنچ گئے تھے۔ "وہاب لاج" اطلاع دیے بغیر آئے تھے تاکہ سب کو سرپرائز دے سکیں لیکن وہاں ان کے لیے شاکنگ سرپرائز موجود تھا اس سے وہ قطعی بے خبر تھے۔ انہیں یوں اچانک دیکھ کر بوا جی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ وہ تو آتے ہی رانیل کا پوچھ رہے تھے اور بوا جی کو یہ مناسب نہیں لگا کہ وہ جو اتنا لمبا سفر کر کے گھر پہنچے ہیں تھکے ہوئے بھی ہیں ان کو ایک دم سے ان کی بیٹی کے حوالے سے بری خبر سنا کر پریشان کر دیا جائے لہٰذا بوا جی نے بہانہ بنا دیا۔

"رانیل تو تکی اور نوفل کے ساتھ یونیورسٹی گئی ہے وہاب میاں اپنے دفتر میں ہوں گے اور نوشین بیگم کسی تقریب میں گئی ہیں۔ آپ نہا دھولیں کچھ دیر آرام کریں تب تک وہ سب بھی آ جائیں گے۔"

"ارے نہیں بوا جی! ہم رانیل کو دیکھ لیں گے تو آرام خود ہی مل جائے گا۔" افشین نے مسکرا کر جواب دیا۔

"پھر بھی آپ دونوں فریش ہو جائیں میں چائے بناتی ہوں۔" بوا جی نے بمشکل مسکرا کر کہا اگرچہ پریشانی ان کے چہرے سے ظاہر تھی۔

"بوا جی! کوئی پریشانی ہے کیا؟ کس کے فون کا انتظار ہے؟" تیمور حسن نے ان کی پریشانی کو بھانپتے ہوئے پوچھا تو وہ ہڑبڑا گئیں۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ بوا جی نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو بوا جی میں بول رہا ہوں نوفل۔"

"نوفل بیٹا کیسی ہے میری بچی ڈاکٹر نے کیا کہا؟" بوا جی نے بے تابی سے پوچھا تو تیمور حسن اور افشین نے حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا وہ کس بچی کی بات کر رہی تھیں؟

"بوا جی اس کی حالت خطرے میں ہے آپ دعا کریں میری بہن کو جلد ہوش آ جائے اسے صحت اور زندگی مل جائے۔" نوفل نے دکھ اور آنسوؤں بھرے لہجے میں کہا تو بوا جی کہنے لگیں۔

"آمین ان شاء اللہ! بیٹا رانیل بیٹی کے والدین یہاں پہنچ گئے ہیں تیمور میاں اور افشین میرے سامنے ہی بیٹھے ہیں۔"

"تو... اچھا بوا جی آپ نے انہیں کچھ بتایا تو نہیں۔"

"نہیں لیکن یہ دونوں اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں گھر آ رہا ہوں انہیں لینے بائے۔" نوفل نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔

نوفل نے نگین کو تیمور حسن اور افشین کے آنے کا بتایا تو علی نے بھی سن لیا۔ وہ جانے لگا تو ان دونوں کی نظر کوریڈور کے آخری سرے سے اپنی جانب آتی نوشین اور امینہ پر پڑی۔

"یہ وہ مائیں ہیں جنہوں نے ایک بیٹی کو موت کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔" نوفل نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے علی سے کہا اور تیزی سے گھر جانے کے لیے بڑھ گیا ان دونوں کو بنا کچھ کہے ان کے پاس سے گزر گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ شرمندہ سی ہو گئیں۔ علی نے بھی اپنی ماں کو دیکھتے ہی رخ پھیر لیا تھا۔ امینہ تڑپ اٹھی تھیں۔ نوشین اور امینہ ان تینوں کے قریب پہنچیں تو تینوں نے ہی ناراضگی اور غصے سے انہیں دیکھ کر نگاہیں پھیر لی تھیں۔

''کیسی ہے میری رانیل؟'' نوشین نے بھیگی آواز میں پوچھا۔

''مر رہی ہے آپ خوش ہوجائیں۔ جشن منائیں اپنی فتح کا آپ کے بدلے اور حسد کی آگ میں جل کر مر رہی ہے آپ کی اپنی بیٹی۔'' تمکین نے غصے سے جواب دیا۔

''ایسا مت کہو کچھ نہیں ہوگا۔''

''علی بیٹے' کیا کہا ڈاکٹر نے؟'' امینہ نے علی سے پوچھا۔

''نروس بریک ڈاؤن ہوگیا ہے اس معصوم لڑکی کا آئندہ چوبیس گھنٹے تک اگر اسے ہوش نہ آیا تو..... فاتحہ پڑھ لیجیے گا۔'' علی نے کٹتے ہوئے دل کے ساتھ تلخی سے کہا۔

''نہیں نہیں اللہ نہ کرے اسے میری بھی عمر لگ جائے۔'' امینہ نے تڑپ کر کہا تو وہ سر جھٹک کر خاموش ہوگیا۔ اس کا رواں رواں رانیل کی صحت یابی اور درازی عمر کی دعا مانگ رہا تھا اسے اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔

''اب یہاں کون سا ڈرامہ کرنے آئی ہیں آپ' رانیل کو موت کی دہلیز پر آپ نے پہنچایا ہے اب کیا اسے تڑپتے ہوئے دیکھنے آئی ہیں۔ شرم آرہی ہے مجھے اپنے آپ پر کہ میں آپ جیسی عورت کی بیٹی ہوں' ایسی عورت جو صرف اپنا فائدہ اور سکون دیکھتی ہے' جو ہمیشہ اپنے لیے جیتی رہی' جسے کسی رشتے سے کوئی غرض نہیں' کسی رشتے کا کوئی احساس نہیں۔'' تمکین نے بہت ضبط سے مگر غصیلے لہجے میں دھیمی آواز میں کہا' نوشین کے پاس اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں تھا' سوائے اشک ندامت کے۔

''رانیل کے ماں باپ کچھ ہی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے' ان کا سامنا کیسے کریں گی آپ دونوں؟'' علی نے تلخی سے کہا اور دانت پیستا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

''بواجی آپ کیا چھپا رہی ہیں ہم سے؟'' تیمور حسن نے گھبرا کر انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کس بچی کی بات کررہی تھیں فون پر..... ہماری رانیل تو خیریت سے ہے نا؟'' افشین بھی پریشانی میں اٹھ کر ان کے پاس آگئیں۔

''نہیں.....'' بواجی کا ضبط بھی جواب دے گیا تھا' انہوں نے انہیں الف سے ی تک ساری بات بتادی۔ رانیل کے اس گھر میں آنے سے لے کر اس کے ہوسپٹل جانے تک کی کہانی حرف بہ حرف کہہ سنائی۔ تیمور حسن اور افشین تو دل تھام کر رہ گئے۔

''ہمیں کسی نے کیوں کچھ نہیں بتایا؟ ہماری بیٹی کوئی لاوارث یا یتیم نہیں تھی کہ اس گھر کے علاوہ اسے کہیں پناہ نہ ملتی۔ ہم اسے وہیں رہنے دیتے' وہ اپنے بھائی کے پاس آرام سے رہتی۔ بہت ظلم کیا ہے نوشین نے ہماری بیٹی پر' خدا ہماری بیٹی کو سلامت رکھے۔ کتنے پیار سے پال پوس کر بڑا کیا ہے ہم نے اسے اور اس گھر میں اسے اتنا آزار پہنچایا گیا' بہت بڑی بھول ہوگئی ہم سے کہ ہم نے رانیل کو وہاب احمد کے اصرار اور بھروسے پر یہاں بھیج دیا۔'' تیمور حسن نے دلگیر لہجے میں کہا' اسی وقت نوفل وہاں پہنچ گیا۔

''السلام علیکم انکل۔'' نوفل سلام کرتا ہوا آگے آیا تو تیمور حسن نے اسے گلے سے لگالیا۔

''کیسی ہے میری بیٹی؟''

''انکل شی از ناٹ فائن۔'' نوفل نے بمشکل بتایا۔

''کیا ہوا ہے رانیل کو؟'' افشین نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

''نن..... نروس بریک ڈاؤن۔''

''واٹ.....؟'' تیمور حسن کا دل دہل گیا اور افشین تو سنتے ہی صدمے سے بے ہوش ہوگئیں۔

''اشی! ہوش میں آؤ' کچھ نہیں ہوگا ہماری بیٹی کو۔'' تیمور حسن نے افشین کو سنبھالتے ہوئے بے قراری اور اضطراری کیفیت میں کہا' نوفل پانی لانے کے لیے دوڑا تھا۔

......☆☆☆......

ہسپتال میں سب ہی موجود تھے۔ افشین مسلسل رو رہی تھیں' تیمور حسن نے وہاب احمد کو گلے لگایا تو وہاب احمد رو پڑے اور بھیگتے لہجے میں کہنے لگے۔

''میں اپنی بیٹی کو کوئی خوشی نہیں دے سکا تیمور بھائی' میں اپنی بیٹی کو اپنی بیوی کے قہر سے نہیں بچا سکا۔ اگر

خدانخواستہ رائنل کو کچھ ہوگیا...... تو میں خود کو کبھی
معاف نہیں کرسکوں گا۔"

"حوصلہ رکھو وہاب، ہماری بیٹی کو کچھ نہیں ہوگا، ہم سب کی
دعائیں اسے بچالیں گی۔ اپنی عمر سے بڑے دکھ جھیل رہی
ہے وہ...... اور مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ اسے سکھ بھی
ہماری امیدوں سے زیادہ ملیں گے۔" تیمور حسن نے ان کی
پیٹھ تھپکتے ہوئے بڑے حوصلے اور یقین سے کہا تو انہوں نے
ان شاء اللہ کہا اور اپنے آنسو پونچھے۔

تیمور حسن کے دل میں بہت سے شکوے تھے غصہ تھا
وہاب احمد کو کھری کھری سنانے کا دل چاہا تھا مگر سارے قصے
میں ان کا کوئی قصور نہ پاکر اور ان کی ابتر حالت دیکھ کر وہ اپنا
سارا غصہ اور گلہ بھول گئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ رائنل کے
باپ کی حیثیت سے وہ اس وقت کس کرب سے دوچار ہیں۔
ان کا درد مشترک تھا لہٰذا انہیں حوصلہ دینا ہی مناسب تھا۔
رات کا آخری پہر تھا نوفل، تمینہ اور افشین گھر چلی گئیں
تھیں۔ ذوالنون بھی گھر سے سیدھا ہاسپٹل پہنچ گیا تھا۔

افشین اور تیمور حسن نے ہمیشہ کی طرح اسے ایسے گلے
سے لگا کر پیار کیا تھا جیسے وہ ان کا بیٹا ہو اور یہ سچ بھی تھا،
اگرچہ ذوالنون ابھی تک اس حقیقت سے بے خبر ہی تھا۔

علی آئی سی یو کے باہر کھڑا تھا گلاس ونڈو سے رائنل کو
بھیگی آنکھوں سے تک رہا تھا۔ جو بیڈ پر مشینوں میں جکڑی
ہوئی بے سدھ لیٹی تھی۔ اس نے کب سوچا تھا کہ اس کی
زندگی میں کبھی کوئی اس طرح کا پل بھی آئے گا کہ وہ رائنل
کو اس حالت میں دیکھے گا۔ اس رائنل کو جسے دنیا میں سب
سے زیادہ پیار کرنے لگا تھا۔ وہ رائنل جس کے معصوم انداز
وبیان، لب ولہجے اور حرکات پر وہ جان و دل سے فریفتہ تھا وہ
رائنل..... اس وقت زندگی اور موت کے درمیان کھڑی تھی۔

یہ سب علی کی برداشت سے باہر ہورہا تھا۔ اسے اپنی
ماں اور ممانی پر غصہ آرہا تھا جن کی وجہ سے اس کی محبت
موت کے سرہانے کھڑی تھی مگر وہ بے بس تھا، کچھ نہیں کر
پارہا تھا اس کے لیے، اسے دکھ تو اس بات کا تھا کہ اس کے
اپنوں نے رائنل کو اس حال کو پہنچایا تھا۔ اس کے ماں باپ
کو دکھ سے دوچار کیا تھا۔

"میری بہن بہت بہادر ہے اور بہادر لوگوں کے لیے
اللہ اپنا پیار سنبھال کے رکھتا ہے انہیں ایسی کسی کڑے وقت
میں دینے کے لیے ان شاء اللہ ہماری رائنل بھی اللہ کے
فضل و کرم سے بالکل تندرست ہوجائے گی۔ دعا میں بہت
طاقت ہے آپ دعا کریں دل سے مانگی گئی دعائیں کبھی رد
نہیں ہوتیں۔" ذوالنون نے سنجیدہ اور پریقین لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" علی نے گہرا سانس لے کر کہا اور وضو
کرنے چلا گیا۔ وضو کرکے دو رکعت نماز حاجت ادا کی،
رائنل کی صحت و سلامتی کی گڑگڑا کر دعا مانگی۔

سورج نے شب کی چادر کو چیرتے ہوئے آنکھ کھولی تو
رائنل کے وجود میں بھی زندگی نے انگڑائی لی اور اس نے بھی
آنکھیں کھول دیں۔ خالی خالی آنکھوں اور خالی ذہن کے
ساتھ وہ آئی سی یو میں نگاہ دوڑا رہی تھی۔

"شکر ہے آپ کو ہوش آگیا میں ڈاکٹر صاحب کو بلاتی
ہوں۔" نرس نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے
نرم لہجے میں کہا تو اس کے حواس بیدار ہونا شروع ہوگئے۔
اس نے آنکھیں پھر سے بند کرلیں اور ذہن پر زور ڈالا تو
اسے یاد آنے لگا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ اور اس کے
یہاں ہاسپٹل میں ہونے کا سبب کیا ہے؟ نرس نے سب کو
رائنل کے ہوش میں آنے کی خبر کردی تھی۔

سبھی اللہ کا شکر ادا کرنے لگے اور اس سے ملنے اور بات
کرنے کے لیے مچلنے لگے۔ ڈاکٹر مجاہد نے رائنل کا
معائنہ کیا ماشاء اللہ اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہے
مگر ابھی انہیں زیادہ بات کرنے کی اجازت نہیں۔ ڈاکٹر
مجاہد نے اس وقت تیمور حسن اور افشین کو رائنل کے سامنے
جانے سے روک دیا تھا، ان کا کہنا تھا کہ رائنل انہیں دیکھ کر
اٹھنے کی کوشش کرے گی روئے گی اور اس کی حالت پھر سے
بگڑ جانے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ یہ بات وہ دونوں بھی سمجھ
رہے تھے۔ سو دل پر پتھر رکھ کر ویٹنگ روم میں ہی بیٹھے
رہے۔ سب سے پہلے وہاب احمد رائنل سے ملنے گئے، اس
کی پیشانی پر بوسہ دیا، دعا دی اور واپس آگئے۔ پھر ذوالنون

اس سے ملنے آیا۔

"ڈیس از ناٹ فیئر سسٹر خود تو مزے سے بیڈ پہ آرام فرما رہی ہو اور ہم باہر کھڑے سوکھ رہے ہیں۔" ذوالنون نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چوم کر اپنے مخصوص انداز میں کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا دی۔

"کیسا محسوس کر رہی ہو؟" ذوالنون نے سوال کیا۔

"بہت..... اکیلا۔" وہ بمشکل بول پائی۔

"ارے..... میں ہوں نا تمہارا بھائی' ہم سب یہاں موجود ہیں تمہارے لیے..... وہ تو ڈاکٹر نے سب کو تم سے ملنے کی اجازت نہیں دی ورنہ سب یہاں ہوتے اس وقت' یار جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ' ہم سب بہت پریشان ہیں تمہارے لیے۔" ذوالنون نے دوستانہ انداز میں کہا۔

ذوالنون بھی چلا گیا پھر علی آیا تو رائیل کا زخم تازہ ہو گیا۔ علی کو دیکھ کر اس کی تکلیف ایک دم سے ہی بڑھ گئی تھی۔ اس کی امی کا سلوک یاد کر کے اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ علی اس کے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگا لیا۔ رائیل کو اپنا ہاتھ گیلا ہوتا محسوس ہوا تو اس نے بغور دیکھا۔ علی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"آپ کیوں..... رو رہے ہیں؟"

"تمہاری جدائی کے ڈر سے۔" علی نے اس کا ہاتھ چوم کر جواب دیا۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" رائیل نے آہستہ سے کہا اور آنکھیں موند لیں۔ علی نے بے قراری سے اسے دیکھا اور اپنے آنسو صاف کر کے باہر چلا آیا۔

......☆☆☆......

کرن بہت شرمندہ اور پریشان تھی۔ ذوالنون کو ناراض کر کے اس پہ شک کر کے جب سے وہ گیا تھا کئی بار اسے "سوری" کے میسج کر چکی تھی مگر ذوالنون کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ وہ لاکھ کوشش کرتی خود کو اس کے راستے سے الگ کرنے کی بھول جانے کی لیکن دل کو بھی جیسے ضد سی ہو گئی تھی کہ ذوالنون نہیں تو کوئی نہیں۔ وہ نہیں تو زندگی نہیں۔

کرنل ابرار اور این جی او کی صدر بیگم عالیہ ابرار کی اکلوتی بیٹی کرن جو دو بھائیوں کی چھوٹی اور لاڈلی ہونے کی وجہ سے ہر چیز اپنی سوچ اور خواہش کے مطابق حاصل کرنے کی عادی تھی' دل کے معاملے میں ایسی پھنسی کہ اس کی ساری من مانی اور خود سری دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ اسے سمجھ آ گئی تھی کہ دل کے سودے میں نفع اسی صورت میں ہوتا ہے جب دوسرا بھی اس سودے پہ دل سے راضی ہو' یک طرفہ دل دینے سے دل لگی میں سراسر گھاٹا ہے۔ ہم آپ زبردستی کسی کو خود سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اب تو کرن نے خود کو بہت حد تک بدل لیا تھا۔ کوکنگ بھی سیکھنے کی کوشش کر رہی تھی' خود کو ذوالنون کی پسند کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہی تھی' وہ اسے اس کے اظہار محبت پر کبھی بھی اس کی مرضی کا جواب نہیں دیتا تھا اور اسے یقین تھا کہ ذوالنون دل ہی دل میں اس سے محبت کرتا ہے بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ کرن ابرار جیسی حسین و جمیل اور ویل آف لڑکی کو کوئی ناپسند کرے یا اسے رد کر دے۔ اسے اپنے حسن و جمال پر اور اپنے پاپا کے شاندار اسٹیٹس پر بہت ناز اور اعتماد تھا۔ بلکہ شروع میں تو ذوالنون اسے گھمنڈی لڑکی کہا کرتا تھا اور اس کی کلاس فیلوز کرن کو مغرور حسینہ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ وہ تو ذوالنون سے محبت نے کرن کا سارا غرور اور گھمنڈ خاک میں ملا دیا تھا۔ جو کسی کو لفٹ نہیں کراتی تھی۔

"ڈونٹ ڈسٹرب می۔" ذوالنون نے تنگ آ کر کرن کو جواب دیا۔

"شکر ہے جواب تو آیا' تم بہت ظالم ہو ذوالنون۔" کرن نے بھیگی آنکھوں سے اس کا جواب پڑھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی' تمہاری بدتمیزی بھولا نہیں ہوں' یاد ہے سب۔" ذوالنون نے غصے سے جواب ٹائپ کر کے سینڈ کیا۔

......☆☆☆......

رائیل کی طبیعت اب کافی بہتر تھی۔ ڈاکٹر نے اسے ریکوری روم میں شفٹ کر دیا تھا۔ نرس اسے تکیے کے سہارے بیڈ سے ٹیک لگا کر بٹھا رہی تھی جب تیمور حسن اور افشین کمرے میں داخل ہوئے' رائیل نے انہیں دیکھا تو

تیسا ایک دم سے اس کے اندر بجلی سی دوڑ گئی۔

"مما...... پاپا۔" اس کے لب ہلے۔

"رائیل میری بچی...... میری گڑیا۔" افشین تیزی سے آگے بڑھیں اور رائیل کو اپنی ممتا بھری آغوش میں سمولیا۔ تیمور حسن کی آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں۔ وہ اس کے قریب آ بیٹھے اور اس کے سر پر دست شفقت رکھا تو وہ تڑپ کر افشین کی بانہوں کے حصار سے نکلی اور انہیں دیکھتے ہوئے روتے ہوئے بولی۔

"پا...... پا...... میں آپ...... کی بیٹی ہوں ناں۔"

"ہاں پاپا کی جان! آپ میری بیٹی ہو اپنی مما کی بیٹی ہو۔" تیمور حسن نے بھیگتی کانپتی آواز میں پیار سے کہا۔

"وہ جھوٹ...... بول رہی ہیں نا...... میں تو آپ دونوں کی بیٹی ہوں...... نوشین آنٹی...... میری مما نہیں ہیں...... وہ...... میری کچھ نہیں لگتیں...... میں تو آپ کی بیٹی ہوں۔" رائیل ان کے سینے سے لپٹی روتے ہوئے اٹک اٹک کر بول رہی تھی اور وہ دونوں بھی اس کے ساتھ اشک بار تھے۔ علی دروازے سے اندر آتے آتے وہیں رک گیا تھا۔ رائیل کے آنسو اس کے دل پر گر رہے تھے وہ بہت بے کل و بے قرار ہو رہا تھا اس کی اس حالت پر اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے سارے آنسو اپنے اندر سمولے۔

"پپا' مما یہاں سے...... چلیں...... واپس لندن...... اپنے گھر چلیں...... مجھے یہاں نہیں رہنا...... بھائی کے پاس چلیں۔" رائیل نے روتے ہوئے کہا تو علی کا دل اس کے جانے کے خیال سے ہی تڑپ کر چیخ اٹھا۔

"وہ چلی گئی تو وہ کیسے جیے گا؟"

"ہاں میری جان ہم واپس جائیں گے۔ آپ جلدی سے صحت یاب ہوجاؤ ہم سب واپس لندن جائیں گے نبیل کے پاس۔ وہ بھی ہمارا انتظار کررہا ہوگا نا۔ بس آپ پریشان مت ہوؤ نہیں۔ ہم ہیں ناں اپنی بیٹی کے پاس اب کوئی ہماری بیٹی کو کچھ نہیں کہے گا۔" تیمور حسن رائیل کے سر اور ماتھے پر بوسہ دے کر اسے پیار سے جواب دے رہے تھے۔ علی کو خود پر زندگی کی راستے بند ہوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ تیزی سے واپس پلٹ گیا۔ وہاں مزید کھڑے رہنا اس کے لیے محال ہوگیا تھا۔

"علی بھائی...... علی بھائی۔" وہ تیزی سے اپنی ہی سوچوں میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ جبکہ ذوالنون اسے آواز دیتا رہ گیا۔

"علی بھائی کو کیا ہوا؟" ذوالنون نے حیرت سے زیر لب کہا اور رائیل کے کمرے میں آ گیا۔

"رائیل تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ' مجھے کسی کو تم سے ملوانا ہے۔"

"کس سے؟" رائیل نے آہستگی سے پوچھا وہ دونوں بھی ذوالنون کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ فوجی کٹ بالوں میں اونچا لمبا گورا چٹا کسرتی بدن دل کش نین نقش والا ذوالنون بہت ہی اسمارٹ اور ہینڈسم لگ رہا تھا انہوں نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری اور اس کی لمبی اور نیک عمر کی دعا مانگی۔

"تمہاری ہونے والی بھابی سے۔" ذوالنون نے بے ساختہ جواب دیا۔

"ہیں......!" رائیل نے حیرت سے بھنویں اچکا کے دیکھا۔

"ہاں......" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تو تینوں کو ہنسی آ گئی۔

"ذوالنون آپ مجھے مما کہہ کر مخاطب کیا کرو۔" افشین نے اس کے دائیں رخسار پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے ممتا بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو اس کے دل میں کچھ ہونے لگا۔

اسے کسی نے اب تک یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ نوشین کا نہیں افشین کا بیٹا ہے افشین اور تیمور حسن اس کے اصل ماں باپ ہیں۔ باقی کہانی تو وہ سن چکا تھا اور اسے رائیل کے دکھ کا پورا پورا احساس تھا۔

"ہاں کیونکہ تم میرے بیٹے ہو۔ تمہیں میں نے جنم دیا تھا مگر......" افشین نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر اسے دیکھتے ہوئے پرنم آواز میں کہا تو جیسے اس کے سر پر آسمان ٹوٹ کے گرا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے انہیں تک رہا تھا۔ اسی وقت وہاب احمد آگئے......! اور پھر جو

تلخ حقیقت ذوالنون پہ آشکار ہوئی اس نے اس کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ وہ گم صم بیٹھا تھا۔ رانیل کو بہت دکھ ہورہا تھا۔ وہ اس کی کیفیت کو سمجھ سکتی تھی۔ محسوس کرسکتی تھی کیونکہ وہ خود بھی اسی کربناک احساس سے گزر رہی تھی۔ ذوالنون سمجھدار تھا حالات کی نوعیت و نزاکت کو سمجھ رہا تھا۔ وہ تو کسی سے بھی گلہ کرنے کے قابل نہیں رہا تھا خود کو کیونکہ آفشین اور تیمور حسن نے اسے ہمیشہ ماں باپ کی طرح پیار کیا ہمیشہ اپنا بیٹا ہی سمجھا اور وہاب احمد نے بھی اسے کبھی باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ اسے بے حد محبت و اپنائیت' خلوص شفقت بھرے دوستانہ انداز میں پروان چڑھایا۔ نوشین نے بھی کبھی اس کے ساتھ برا رویہ نہیں رکھا تھا۔ کیونکہ اسے اپنا بیٹا سمجھتی تھیں۔ ذوالنون کو تو وہاب احمد نوفل' تگین' رانیل' نبیل' تیمور حسن اور آفشین سے ہمیشہ محبت اور اپنائیت ہی ملی تھی۔ دکھ تو رانیل کے حصے میں آئے تھے۔

"بھائی کیا سوچ رہے ہیں آپ؟" رانیل نے ذوالنون کو خاموش سوچوں میں گم دیکھ کر پوچھا تو ذوالنون نے اس کی طرف دیکھا نفی میں سر ہلایا جیسے کہہ رہا ہو کہ کچھ نہیں اور اٹھ کر اس کے سر پر دست شفقت رکھا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ سب اس کی کیفیت سمجھ رہے تھے اسی لیے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

"یہ کیسی زندگی ہم کو ملی ہے؟
قدم قدم پہ آزردگی ہے
جسے سمجھے تھے اپنا غیر نکلا!
سزا الفت کی یہ کتنی کڑی ہے
رہی نہ خون کے رشتوں میں باقی......
وفا کی دھجیاں بکھری پڑی ہے
حسد ہو خود پرستی یا انا ہو
محبت اس جگہ پہ کب رہی ہے؟
چلو تم بھی سنبھالو اپنے دل کو
اگرچہ یہ قیامت کی گھڑی ہے
زندگی ہے اسی کا نام پیارے!
یہ جو ہنستے ہنستے رو پڑی ہے!

ذوالنون کی سماعتوں میں کرن کی دلکش آواز میں سنائی گئی یہ غزل تازہ ہورہی تھی جو اس نے سب دوستوں کے بیچ بیٹھ کر سنائی تھی اور خوب داد پائی تھی اور آج ذوالنون کو محسوس ہورہا تھا جیسے یہ غزل اس کے لیے لکھی گئی ہو۔

علی گھر آگیا تھا۔ اس کا دماغ ماؤف ہورہا تھا۔ وہ دو دن اور دو راتوں سے مسلسل جاگ رہا تھا۔ رانیل کی وجہ سے کتنا پریشان رہا تھا یہ وہی جانتا تھا اس کی حالت سنبھل رہی تھی یہ بات سب کے لیے خوش آئین تھی علی کے لیے بھی۔

لیکن رانیل کا واپس لندن جانے کا خیال واصرار علی کے دل کا قرار لوٹ کرلے گیا تھا۔ وہ کیسے رہے گا اس کے بنا؟ کیسے روکے گا اسے؟

رانیل کا واپس لندن جانے کا اصرار کچھ غلط تو نہیں تھا۔ جو کچھ اس کے ساتھ یہاں ہوا وہ سب کسی کو بھی بددل اور متنفر کرنے کے لیے کافی تھا اس کی جگہ اگر وہ بھی ہوتا تو ایسا ہی کہتا..... مگر یہاں وہ اس کی کیفیت و حالت کو سمجھنے کے باوجود اپنی کیفیت اور حالت پہ قابو نہیں کر پارہا تھا۔ وہ رانیل سے دور جانے کے تصور سے ہی ہراساں اور دکھی ہونے لگتا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ کیسے روکے رانیل کو؟ یہی سوچتے خود سے لڑتے' الجھتے سوال جواب کرتے وہ تھک کر نیند کی وادی میں پہنچ گیا۔

چار گھنٹے کی نیند کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو وال کلاک پر وقت دیکھا۔ دوپہر کے ڈھائی بج رہے تھے۔ اس نے نوفل کے سیل فون پر کال کرکے اس سے رانیل کی موجودہ کنڈیشن کے بارے میں معلوم کیا جو کہ اب تسلی بخش تھی۔ یہ جان کر علی کو بھی تسلی ہوئی۔ وہ کچھ دیر یونہی لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر وارڈ روب سے اپنے کپڑے نکالے اور واش روم میں گھس گیا۔ کافی دیر نہانے کے بعد تازہ دم ہوکر باہر آگیا۔ امینہ نے کھانا لگوادیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھانے لگا۔ امینہ نے اسے دیکھتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔

"علی بیٹا ناراض ہو تم مجھ سے۔"

"نہیں۔" وہ نوالہ چباتے ہوئے انہیں دیکھنے سے قطعی گریز برت رہا تھا۔

...سے معافی مانگنی ہوگی مجھ سے۔"

"میں کون ہوتا ہوں آپ کو معاف کرنے والا‘ جس کو آپ کی غلطی نے موت کے دہانے پر پہنچا دیا تھا‘ معافی اس سے مانگیں۔" علی نے اپنی بات مکمل کی کھانا ختم کیا اور اٹھ کر چلا گیا۔

شرمندگی کے احساس نے امینہ کے پورے وجود کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ اپنے بھائی وہاب احمد کے زبانی انہیں ساری حقیقت معلوم ہوئی تھی اور انہیں رائنل سے دلی ہمدردی اور انسیت محسوس ہورہی تھی۔ انہیں اب رائنل کو اپنی بہو بنانے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ ان کے بیٹے کی خوشی بھی رائنل تھی اور بھائی کی بیٹی بھی...... اب وہ رائنل کو پورے شان شوکت سے بیاہ کر اپنے گھر لانے کا سوچ رہی تھیں‘ لیکن اس سے پہلے کے مراحل انہیں کافی مشکل لگ رہے تھے کیونکہ تیمور حسن اور افشین واپس لندن جانے کا فیصلہ کرچکے تھے انہیں بس رائنل کی صحت یابی کا انتظار تھا۔

"ٹھیک ہی تو تھا ان کا فیصلہ ایسے بے رحم اور سازشی جھوٹے اور مکار رشتے داروں میں رہنے سے تو بہتر ہے کہ انسان غیروں کے دیس میں جا کے سکون سے رہے۔" امینہ فکرمندی سے حالات کا جائزہ لے رہی تھیں۔ تھک کر انہوں نے اپنے شوہر عثمان عزیز کو فون ملایا۔

نوشین نے تو خود کو کمرے میں بند کرلیا تھا‘ اس میں کسی کا بھی سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی خاص طور پر رائنل‘ افشین اور تیمور حسن سے تو وہ نگاہ ملانے کی بھی تاب نہیں پارہی تھی خود میں۔ سب رائنل کی دیکھ بھال کررہے تھے۔ اس سے محبت اور اپنائیت برت رہے تھے اور وہ اپنے ممّا پاپا کو پا کر پھر سے جی اٹھی تھی۔ وہ بہت بہادر لڑکی تھی‘ مضبوط اعصاب کی مالک تھی‘ جب ہی اتنا کچھ برداشت کرکے پھر سے خود کو زندگی کی طرف لے آئی تھی۔ ہسپتال سے ڈسچارج ہوتے ہی وہ "ماجد ہاؤس" آ گئی تھی۔ افشین اور تیمور حسن نے ان حالات میں "وہاب لاج" میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا۔ زاہد اور عابد ماموں‘ ممانیاں اور ان کے بچے سب ان کے آنے سے بہت خوش تھے اور نگین بھی وہیں آ گئی تھی۔

"تم نے بتایا ہی نہیں اتنا کچھ ہوگیا اور تم اکیلی اس ٹینشن کو جھیلتی رہیں۔" خرم نے موقع ملتے ہی نگین سے شکوہ کیا وہ رائنل کے لیے سوپ بنارہی تھی۔

"نہیں تو سب ساتھ تھے ڈیڈی‘ نوفل‘ نزوا‘ لنون‘ علی بھائی اور ویسے بھی ہر انسان کو اپنے حصے کی ٹینشن خود ہی جھیلنا ہوتی ہے۔" نگین نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

......☆☆☆......

"خود کو کب تک کمرے میں قید رکھوگی نوشین بیگم! جو آگ تم نے لگائی تھی اس میں جو کچھ جلنا تھا وہ بھی جل گیا اور جو نہیں جلنا تھا وہ بھی خاکستر ہوگیا۔ اب تو صرف دھواں اٹھ رہا ہے ہم راکھ کے ڈھیر پہ بیٹھے ہیں۔ تم ان لوگوں میں سے ہو نوشین بیگم! جو اپنے ہی گھر کو آگ لگا کر ہاتھ تاپتے ہیں۔" نوشین کے کمرے میں آ کر وہاب احمد نے بہت تلخ اور سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ شرم سے نظریں جھکا گئیں۔

"میں نے یہ سب نہیں چاہا تھا وہاب۔"

"تم نے جو چاہا تھا وہ بھی تو نہیں ہوا نا۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہوتا وہی ہے جو اللہ پاک چاہتا ہے تم نے اپنی غلطی سے اپنی ہی نہیں اپنی ذات سے وابستہ لوگوں کی رشتوں کی بھی زندگی اجیرن بنادی‘ دکھ بھر دیئے ہم سب کی زندگیوں میں۔"

"وہاب پلیز مجھے...... معاف...... کردیں...... میں نے واقعی بہت خسارے کا سودا کیا۔ آج میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ سوائے اشک ندامت اور پچھتاووں کے...... پلیز آپ مجھے معاف کردیں۔ بچوں سے بھی کہیں کہ وہ بھی مجھے معاف کردیں۔" نوشین نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا‘ وہاب احمد کو اس عورت پر بہت ترس آیا۔ اس وقت وہ اجڑی ہوئی بوسیدہ عمارت کا نقشہ پیش کررہی تھی۔ کسی بیوہ کی طرح بے آسرا دکھائی دے رہی تھی۔ وہ نوشین جو ہر وقت قیمتی ساڑھی اور زیورات میں میک اپ سے بھی سنوری رہتی تھی اب گزشتہ کئی روز سے وہ ابتر حلیے میں تھی۔ اپنی تمام ایکٹویٹیز اس نے ترک کردی تھیں۔ اپنے رویے سے عمل سے اپنی منفی سوچ سے وہ سب سے الگ ہوگئی

تھی۔ وہ خود کو بہت تنہا محسوس کررہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے سب لوگ اس پر ہنس رہے ہوں اُسے لعن طعن کررہے ہوں اسے نفرت سے دیکھ رہے ہوں اُسے سنگسار کرنے کے لیے تیار کھڑے ہوں اور اس کے پاس کوئی جائے فرار نہ ہو۔

"نوشین بیگم! رشتے محبت سے بنتے ہیں' مگر خلوص وپیار سے پلتے ہیں' اصل چیز محبت ہے دوسروں کے لیے اپنی خوشی' اپنی مرضی' اپنی چاہ کو قربان کردینا لینا تو بہت آسان ہے دینا اور دے کر خوش ہونا ہی اصل محبت ہے' کبھی کسی کو محبت دے کر دیکھو جواب میں کتنی محبت ملتی ہے' بدلے میں کتنی خوشیاں ملتی ہیں تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ ایک بات اب اپنے پلے سے باندھ لو نوشین اور وہ یہ کہ تکبر سے پاک گفتگو مفاد سے پاک محبت' لالچ سے پاک' خدمت اور خود غرضی سے پاک دعا ہی سچے رشتے کی وکیل ہوتی ہے' دل کو ہر طرح کے بغض سے پاک کرکے صرف محبت کو اس میں بسا کے دیکھو۔ اس سے پہلے کہ وقت باقی نہ رہے' اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہوجائے۔ اس سے پہلے کہ معاف کرنے والے چلے جائیں۔" وہاب احمد نے اسے دیکھتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا اور کمرے سے باہر آگئے جہاں تیمور حسن ان کے منتظر تھے۔

"آپ کب آئے؟" وہاب احمد نے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ڈشنگ اور گریس فل تیمور حسن بہت سنجیدہ اور دھیمے لہجے میں بولے۔

"بس ابھی چند منٹ پہلے' کیسے ہیں آپ اور نوشین؟ جب سے آئے ہیں ایک بار بھی ملنے نہیں آئیں۔"

"دراصل وہ اپنے کیے پر بہت نادم ہے تب سے خود کو کمرے میں بند کررکھا ہے نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پہننے اوڑھنے کا پچھتاوؤں کی آگ' شرمندگی کے آتش فشاں میں سلگ رہی ہے' معافی مانگنا چاہتی ہے آپ سب سے لیکن......! سامنے آنے کی جرأت نہیں اس میں۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"چلیں یہ بھی غنیمت ہے کہ انہیں اپنی زیادتیوں اور غلطیوں کا احساس تو ہوا آپ کا حوصلہ اور ظرف بھی کمال کا ہے وہاب میاں۔"

"میری بیٹی اب کیسی ہے؟"

"ماشاء اللہ! اب تو بالکل ٹھیک ہے' بس کمزوری ہے ان شاء اللہ وہ بھی جلد دور ہوجائے گی۔ ہم سب اگلے ہفتے واپس جارہے ہیں سوچا آپ کو بتادوں۔" تیمور حسن نے سنجیدگی سے کہا تو وہ فکرمندی سے بولے۔

"اور رائمل۔"

"رائمل کے بغیر ہم کیسے جاسکتے ہیں' وہ بیٹی ہے ہماری' اور وہ بھی اب مزید یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتی۔ آپ لوگوں کی مہمان نوازی اسے ہی نہیں ہمیں بھی ہمیشہ یاد رہے گی۔" تیمور حسن کے یہ الفاظ ان کے دل پر خنجر کی طرح لگے تھے۔ علی' امینہ اور عثمان عزیز اسی وقت ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تھے ان کی بات سن کر ایک دوسرے کو الجھن آمیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

"میں بہت شرمندہ ہوں تیمور بھائی۔"

"میں آپ کو شرمندہ کرنے نہیں آیا۔" تیمور حسن نے کہا۔

"السلام علیکم!" عثمان عزیز نے با آواز بلند سلام کرکے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔ تو دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے بغل گیر ہوئے۔

"وعلیکم السلام! عثمان بھائی آپ کب آئے؟" وہاب احمد نے پوچھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں رات پہنچا تھا' آپ کی آپا جان کا حکم تھا سو تعمیل ضروری تھی اور تیمور میاں' ہم آپ کو ایسے تو نہیں جانے دیں گے ہماری بھابی آپ ہمارے حوالے کرکے ہی جاسکتے ہیں یہاں سے۔" عثمان عزیز نے تیمور حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور دونوں ایک ساتھ صوفے پر بیٹھ گئے۔

"بھائی جان! آپ ساری حقیقت سے باخبر تو ہوگئے ہیں۔ میں اپنی بیٹی کو اس کی مرضی کے بغیر رخصت نہیں کروں گا۔ وہ اس رشتے کو قائم رکھنا بھی چاہتی ہے کہ نہیں...... یہ مجھے اس سے پوچھنا ہوگا...... اور اگر وہ یہ رشتہ

قائم رکھنا چاہتی ہے تو بھی میں اتنی جلدی رائبل کی رخصتی نہیں کروں گا ابھی وہ کم عمر ہے انیس برس کی ہے میری بیٹی اور اپنی عمر سے زیادہ بڑے دکھ اٹھائے ہیں اس نے یہاں آ کر میں جلد بازی میں اس کے مستقبل کا اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکتا..... کم از کم تین سال تک میں رائبل کی شادی کے حق میں نہیں ہوں۔" تیمور حسن نے نہایت مودب اور سنجیدہ لہجے میں کہا تو علی نے بے کل ہو کر کہا۔

"انکل میں رائبل کے سوا کسی اور لڑکی سے شادی کے حق میں نہیں ہوں۔ میں دل سے اس نکاح کو قائم رکھنا چاہتا ہوں اسے بھی کوئی دکھ نہیں پہنچنے دوں گا۔ بہت خوش رکھوں گا میں آپ کی بیٹی کو۔"

"جیتے رہو بیٹے! آپ پر تو مجھے پہلے بھی اعتبار تھا لیکن......" تیمور حسن نے امینہ کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئے۔

"تیمور! تم میرے لیے وہاب جیسے ہی ہو دیکھو بڑوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں میں مانتی ہوں اپنی غلطی کی معافی مانگتی ہوں تم سے اور رائبل سے بھی بس اس رشتے کو ختم مت کرنا۔ ورنہ میرا بیٹا ختم ہو جائے گا۔"

"ہوں ٹھیک ہے سوچتے ہیں اس بارے میں، میں اپنی بیوی اور بیٹی سے بھی مشورہ کر لوں اور اپنے بزرگوں سے بھی رائے لے لوں اس کے بعد فیصلہ کریں گے ان شاء اللہ! وہی ہوگا جو ہمارے حق میں ہمارے بچوں کے حق میں بہتر ہوگا۔" تیمور حسن نے مسکرا کر کہا۔

......☆☆☆......

"ذوالنون نے تھک کر بستر پر خود کو گرا لیا نا چاہتے ہوئے بھی اسے بار بار یہ احساس ستانے لگتا کہ جو نام اس کے والدین کے خانے میں درج ہے وہ شخص اس کا حقیقی باپ نہیں ہے دکھ تو اسے بھی ہوا تھا اپنی حقیقت جان کر لیکن وہاب احمد اور تیمور حسن اور آشمین کی محبتیں اتنی زیادہ اور بے پایاں تھیں کہ اسے ان سے شکوہ کرنے کا جواز ہی نہ مل پاتا وہ خود کو خوش قسمت سمجھنے لگتا کہ اس کے دو والدین ہیں جن کی محبت اسے ملی دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ وہ اللہ کے اس عجیب انتظام پر مسکرایا۔ سیل فون پر میسج ٹیون بجی اور ذوالنون کو کرن ہی کا خیال آیا تھا کیونکہ وہ ہی اسے سب سے زیادہ میسج کرتی تھی اور جب سے وہ چھٹی لے کر گھر آیا تھا وہ پہلے سے زیادہ میسج کر رہی تھی اسے کیونکہ وہ اس سے ناراض ہو کر جو آیا تھا۔ اس نے سیل فون اٹھا کر چیک کیا کرن ہی کا میسج تھا وہ نظم پڑھنے لگا۔

"تم خفا کیوں ہو؟
تمہیں مجھ سے گلہ کیا ہے؟
اچانک بے رخی اتنی
بتاؤ تو ہوا کیا ہے؟
مناؤں کس طرح تم کو؟
مجھے اتنا تو بتلا دو
اگر اب ہو سکے تم سے
تو یہ احسان فرما دو
میری منزل محبت ہے
مجھے منزل پہ پہنچا دو
تمہاری آنکھ میں آنسو
مجھے اچھے نہیں لگتے
تمہارے لب پہ اب مجھ کو
گلے اچھے نہیں لگتے
تمہارے مسکرانے سے
میرا دل مسکراتا ہے
تمہارے روٹھ جانے سے
میرا دل ٹوٹ جاتا ہے"

ذوالنون کو جانے کیا ہوا؟ اس نے کرن کو کال ملائی کرن اس کی کال پر حواس باختہ ہو گئی بھلا وہ کب اسے کال کرتا تھا۔ ضرور اس کی شامت آئی تھی اس کے ہاتھوں۔ اس نے ڈرتے ڈرتے کال اٹینڈ کی۔

"کیسے ہو؟"

"تم سے تو بہت اچھا ہوں تم جو چوٹ لگا کر پوچھتی ہو درد تو نہیں ہوا؟ زخم دے کر کہتی ہو خفا کیوں ہو؟ ہوا کیا ہے؟ اتنی بھولی اور نا سمجھ تو تم نہیں ہو کرن ابرار جب اپنے محبوب کو

اپنی فیلنگز کے اظہار کے لیے شاعری بھیج سکتی ہو تو یہ بھی سمجھ سکتی ہو کہ اسے ہوا کیا ہے..... اور وہ خفا کیوں ہے؟“ ذوالنون تو ایک دم سے ہی سپاٹ لہجے میں شروع ہوگیا وہ بے دم ہوتی چلی گئی۔ اس کا غصہ اتنا زیادہ تھا یہ تو اسے اب اندازہ ہو رہا تھا۔

”آئی ایم سوری ذوالنون! میں نے اس روز جو بھی کہا نہیں کہنا چاہیے تھا‘ مجھے تم پر اس طرح شک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آئی ایم رئیلی سوری۔“ کرن نے شرمندگی سے کہا تو وہ اسی لہجے میں بولا۔

”سوری کہنے سے سب ٹھیک ہو جاتا ہے کیا؟“

”ہاں زندگی میں بہترین رشتہ وہی ہوتا ہے جہاں معمولی سی سوری اور ہلکی سی مسکان کے بعد زندگی پھر سے پہلے کی طرح ہو جاتی ہے۔“ کرن نے جواب دیا۔

”میں شک سے شدید نفرت کرتا ہوں اور تم نے اتنی بڑی بات کہہ دی مجھے۔“ وہ غصے سے بولا۔

”تم نے کب دیکھا مجھے لڑکیوں کے پیچھے پاگل ہوتے ہوئے؟ تم جو ہزار بار مجھ سے اپنی محبت کا اظہار و اقرار کر چکی ہو میں نے کب تمہاری پذیرائی کی یا تمہیں خوش فہمی میں مبتلا کیا؟ میں تمہاری نظر میں ایسا لڑکا ہوں جو کسی بھی لڑکی سے فلرٹ کرسکتا ہے اور وہ بھی اپنی کزن کم بہن کے ساتھ.....

کرن بی بی! محبت زبانی کلامی دعوے اور وعدے کرنے سے نہیں سجتی۔ بڑی بڑی باتیں کرنے سے ثابت نہیں ہوتی‘ محبت عمل سے رویے سے ثابت ہوتی ہے۔ قربانی دینے سے امر ہوتی ہے‘ مگر تم کیا جانو؟ تمہیں تو ہر چیز ڈش میں رکھی ہوئی ملتی رہی ہے نا ہمیشہ تو محنت کر کے کھانے اور پانے کی لذت تم کیا جانو؟ تمہیں تو ہر وقت اپنی پڑی رہتی ہے۔ میں تم سے بات نہیں کر رہا تو کیوں نہیں کر رہا میں رابیل کے لیے پریشان ہوں تو کیوں؟ کبھی اپنے آپ سے ہٹ کر بھی سوچا ہے تم نے؟ میں کیوں پریشان ہوں؟ میری کیا پرابلم ہیں‘ کبھی جاننے کی کوشش کی تم نے..... نہیں ناں؟ کیونکہ تمہیں صرف اپنی پروا ہے۔ صرف اپنا خیال ہے۔“ ذوالنون نجانے کہاں کہاں کا غصہ اس پر نکال رہا تھا۔ کرن بے آواز رو رہی تھی۔ اس کے دل کو گہری چوٹ لگی تھی۔ ذوالنون کے لفظوں اور لہجے میں جو کاٹ تھی اس نے کرن کا دل چیر کے رکھ دیا تھا۔

”ذوالنون! آئی ایم سوری فار ایوری تھنگ‘ تم نے مجھے احساس دلا دیا ہے کہ چوٹ کیسے لگتی ہے؟ دل کیسے ٹوٹتا ہے‘ لفظوں اور لہجے کے نشتر روح کو کیسے گھائل کرتے ہیں..... تم نے مجھے اس وقت یہ سب محسوس کروا دیا ہے۔ آئی ایم سوری اگین‘ میں دعا کروں گی کہ تمہاری تمام پرابلمز ختم ہو جائیں‘ رابیل تندرست ہو جائے اور تم اپنی فیملی کے ساتھ بہت خوش رہو ہمیشہ تھینکس اینڈ سوری فار ایوری تھنگ گڈ بائے۔“ کرن نے ہمت کر کے خود کو مضبوط بنا کر پرنم آواز میں کہا اور سیل آف کر دیا۔

ذوالنون کو اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی بے چین کرنے لگی۔ اس نے اپنے لفظوں اور لہجے پر غور کیا تو اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔

”او گاڈ! میں کچھ زیادہ ہی روڈ ہو گیا تھا۔ وہ یقیناً رو رہی ہوگی اس وقت۔“ ذوالنون نے دوبارہ اس کا نمبر ملایا مگر کرن نے کال ریسیو نہیں کی۔

......☆☆☆......

جب سے رابیل ماجد ہاؤس گئی تھی علی تو اس کی صورت دیکھنے کو ترس گیا تھا۔ اس کا موبائل نمبر بھی علی کے پاس نہیں تھا‘ وہ اسے کال بھی نہیں کرسکتا تھا۔ مجبوراً اس نے نوفل کا نمبر ملایا۔

”السلام علیکم بھائی! کیسے ہیں آپ؟“ نوفل نے مہذب لہجے میں پوچھا۔

”وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں‘ رابیل کیسی ہے یا اس کا موبائل نمبر تو مجھے سینڈ کر دو‘ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں‘ ملنا چاہتا ہوں۔“ علی نے جلدی سے اپنا مدعا بیان کیا بےقراری اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

”اوکے‘ ڈونٹ وری میں آپ کو نمبر سینڈ کر دیتا ہوں اور ملاقات بھی کروا دوں گا آپ نانا ابو کے گھر کیوں نہیں آ جاتے؟“

”میں رابیل سے ان سب کے سامنے نہیں ملنا چاہتا‘

مناسب نہیں لگے گا اور ویسے بھی اس سے ضروری بات کرنی ہے۔" علی نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں نمبر سینڈ کرتا ہوں۔" رائیل کے سیل فون پر علی کا میسج آیا تھا۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں رائیل! مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں...... علی۔" رائیل نے میسج کے آخر میں علی کا نام دیکھا تو دل کی دھڑکنیں یک دم سے آپ ہی آپ تیز ہونے لگیں، چہرہ گرم ہوگیا۔ علی کا وجیہہ سراپا اس کی نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس نے بہت دکھ کے ساتھ آنکھیں موند کر سر بیڈ کے بیک کراؤن سے ٹکا دیا۔

"رائیل بیٹا! کیا بات ہے اتنی اداس اور چپ چپ کیوں ہیں آپ؟" تیمور حسن نے اس کے پاس آ کر اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا تو اس نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا وہ شفقت سے مسکرا دیے۔

"پاپا......"

"جی پاپا کی جان! پاپا کی گڑیا...... کیا بات ہے؟"

"پاپا! علی کا میسج آیا ہے وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں، کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔" وہ ان سے کچھ نہیں چھپاتی تھی دوستانہ رشتہ تھا اس کا اور تیمور حسن کا آپس میں۔ اس نے سب سچ سچ بتا دیا۔

"تو سویٹ ہارٹ! اس میں اداس ہونے والی کون سی بات ہے آپ ان سے مل لو ویسے بھی وہ آپ کو بہت چاہتے ہیں اور آپ کے لیے بہت فکر مند ہیں۔" انہیں علی ہمیشہ سے ہی پسند تھا لیکن کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ ان کا داماد بن جائے گا اور اب علی سے مل کر اس کی رائیل کے لیے محبت دیکھ کر وہ مطمئن تھے کہ یہ نکاح خواہ جیسے بھی حالات میں کیا گیا لیکن ان کی بیٹی کو ایک سلجھے ہوئے اور مہذب انسان سے منسوب کیا گیا۔ امینہ نے بھی رائیل کے ساتھ اپنے رویے پر معذرت کر لی تھی اور وہ سب رائیل کو یاد سے اپنے گھر لے جانے کی بات کر رہے تھے۔ تیمور حسن اور افشین کے لیے اب بھی رائیل کی رائے اس کی مرضی سب سے زیادہ اہم تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے؟ وہ اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہاب احمد بھی دل سے چاہتے تھے کہ رائیل اور علی کی جوڑی بنی رہے اور توشین کو جب سے یہ پتا چلا تھا کہ رائیل اس کی سگی بیٹی ہے تب سے وہ رائیل اور علی کے رشتے کے بنے رہنے کی دعا کر رہی تھیں۔

"پاپا! مخلص لوگ ہی زخم دیتے ہیں پھر اپنے ظلم کا مداوا کرنے کے لیے اس زخم پر مرہم لگانے کی کوشش کرتے ہیں ایسا کرنے سے زخم تو نہیں بھر پاتے، تکلیف تو کم نہیں ہو پاتی...... پاپا! اپنے ایسے ہوتے ہیں کیا جو اپنوں کا ہی دل دکھاتے ہیں؟" رائیل نے آزردگی سے کہا علی کی والدہ امینہ عزیز کا حسن سلوک ان کا تھپڑ وہ بھولی نہیں تھی اب تک، وہ تھپڑ تو انہوں نے اس کے پاکیزہ کردار پر مارا تھا۔ اس کے وقار کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ اسے اپنی ہی نظروں میں چور بنا دیا تھا۔ وہ کیسے بھول سکتی تھی یہ اذیت اور اہانت آمیز سلوک، وہ نفرت و ذلت تو اس کے پورے وجود میں موت بن کر سرایت کر گئی تھی۔

"میرا دل نہیں چاہتا اب توشین آنٹی یا امینہ آنٹی سے ملنے کو۔" رائیل نے کہا۔

"معاف تو کر دیا نا آپ نے انہیں۔"

"جی...... وہ تو کب کا کر دیا۔"

"شاباش! مجھے اپنی بیٹی سے ایسی ہی اعلیٰ ظرفی اور کشادہ دلی کی توقع تھی۔ بیٹا...... دکھ، سکھ زندگی کا حصہ ہیں۔ زندگی میں نہ تو ہمیشہ غم رہتے ہیں اور نہ ہی خوشیاں سدا ساتھ رہتی ہیں اگر ایسا ہونے لگے تو غم ہمیں زندگی سے بدظن کر دیں اور مسلسل خوشیاں ہمیں زندگی کی اور خوشیوں کی قدر سے محروم کر دیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں توازن رکھا ہے اور ہمیں زندگی میں بھی توازن، میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے مائی چائلڈ۔"

"ٹھیک ہے پاپا! میں علی سے ملاقات کروں گی نوفل سے کہیے گا وہ مجھے ملوا دے۔" رائیل نے ان کی باتوں کے معنی و مطالب کو سمجھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو انہوں نے خوش ہو کر اس کی پیشانی چوم لی۔

نوفل اسے اسی ہوٹل میں لے آیا جہاں وہ پہلی بار اسے ڈنر کروانے لایا تھا۔ رابیل کی نظر فرنٹ ڈور سے اندر داخل ہوتے علی پر پڑی تو اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں نوفل کو اشارہ کیا نوفل نے بھی مڑ کر علی کو دیکھ لیا اور ہاتھ ہلا کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ علی بھی ان دونوں کو دیکھ چکا تھا۔ اس نے بھی ہاتھ ہلایا اور تیزی سے ان کے قریب آ گیا۔

"میں آدھے گھنٹے بعد آپ کو یہاں سے پک کرلوں گا' تب تک آپ علی بھائی کے ساتھ ڈنر کرلیں۔" نوفل نے رابیل کو دیکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"ہاں تاکہ پھر سے ہاسپٹل پہنچ جاؤں۔" رابیل نے فٹ سے جواب دیا تو وہ ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ علی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود عین سامنے کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا اور اس سے دیر سے آنے پر معذرت کی۔

"ایکچولی باہر سے ایک ٹیم آئی ہوئی ہے اس کے ساتھ میٹنگ میں دیر ہوگئی اور پھر ٹریفک میں پھنس گیا۔" علی نے اس کے دلکش سراپے کو نگاہوں میں سموتے ہوئے کہا۔

رابیل سیاہ شلوار قمیص پر سرخ مفلر گلے میں ڈالے بے حد دلکش اور دلربا لگ رہی تھی' کتنی ہی نظریں اس پر اٹھ رہی تھیں' مگر وہ سب سے بے نیاز تھی۔ اپنے قیامت خیز حسن سے بھی جو علی کی آنکھوں کو خیرہ کررہا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں تم سے کیا کہوں؟ امی کے رویے کی معافی بھی مانگنی ہے تم سے اور......"

"میں نے سب کو معاف کردیا ہے اس لیے کسی کو بھی مجھ سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں۔" رابیل نے اس کی بات کاٹ کر نرمی سے کہا۔

"رابیل! یاد ہے تم نے کہا تھا کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔" علی نے اسے یاد دلایا تو اس نے بہت ضبط سے جواب دیا۔

"اگر آپ مجھ سے سچی محبت کرتے ہیں تو میں ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گی' میں کہیں بھی چلی جاؤں آپ مجھے اپنے پاس ہی پائیں گے۔ دوریاں' دلوں میں ہوتی ہیں' زمین و مکاں کے فاصلوں میں نہیں' اگر دل میں قریب ہوں تو زمینی فاصلوں سے کیا فرق پڑتا ہے؟" رابیل کا سکون' اطمینان اور سنجیدگی علی کا سکون درہم برہم کررہا تھا۔ وہ اسے کیسے چھوڑ کر جاسکتی ہے؟ اس کی محبت اتنی کمزور کیسے ہوسکتی ہے کہ وہ رابیل کے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکے؟

وہ اتنی آسانی سے اسے اپنی زندگی سے منفی کیسے کرسکتی ہے؟ وہ میری ماں کی زیادتی کی سزا مجھے کیسے دے سکتی ہے؟ علی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ رابیل کو اٹھا کر کہیں روپوش ہوجائے۔

"مانا کہ تم بہت بہادر ہو مگر میں نہیں ہوں تم میرے بغیر رہ سکتی ہو لیکن میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا' محبت اگر آزمائش ہے تو آزما لو مجھے...... میں ہار کر بھی تمہاری خواہش نہیں چھوڑوں گا تم نے بھی تو مجھ سے محبت کا دعویٰ کیا تھا نا' کیا ہوا وہ دعویٰ وہ وعدہ؟ بھول گئیں سب؟ صرف ایک شک پر اپنی محبت مشکوک بنادی۔ صرف ایک الزام پر اپنا وعدہ بھلا دیا۔ صرف ایک تھپڑ نے تمہارا دل خالی کردیا میری محبت سے' تم فقط اپنی انا کے لیے مجھے فنا کرنے پر تلی ہو۔ تم ان سب کی زیادتیوں کا بدلہ مجھے چھوڑ کر مجھ سے لینا چاہتی ہو' ہاں! یہ بہت اچھی سزا ہوگی' میری ماں کے لیے جو اپنے بیٹے کو ہر پل تڑپتے' بلکتے' دیکھے گی تو اس کا دل بھی ڈوب ڈوب جائے گا۔ اسے بھی ہر وقت' ہر گھڑی احساس جرم اور احساس ندامت سے دوچار ہونا پڑے گا اور تم سے زیادتی کی سزا وہ بھگتتی رہے گی' ہے نا...... یہی چاہتی ہو نا تم...... یہی ہے تمہاری محبت تمہارا پیار۔" علی نان اسٹاپ بولتا چلا گیا' غصہ' طنز' تضحیک' تنفر' بے بسی' دکھ' نارسائی کا احساس' جدائی کا ڈر۔ کیا نہیں تھا اس کے لہجے میں جوں جوں وہ بولتا گیا' رابیل کا ردعمل آندھیوں کی زد میں آتا چلا گیا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو جواب دو نا کیا ہے محبت تمہارے لیے؟" علی نے اسی لہجے میں اسے پھر سے کہا یہ دیکھے بنا کہ وہ کتنی ہرٹ ہورہی ہے اور آس پاس کی میزوں پر بیٹھے لوگ کیسے اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ایک تماشا گھر میں لگا تھا اور دوسرا تماشا وہ گھر سے باہر اس ہوٹل میں سیکڑوں لوگوں کی موجودگی میں لگا رہا تھا۔ رابیل نے یہ سب بہت بہادری سے برداشت کرتے ہوئے کہا۔

"محبت کو بس راز ہی رہنے دو
اس کی وضاحت موت ہوتی ہے"
"تم کیا جانو! محبت کی میم کا مطلب
اگر مل جائے تو معجزہ اور نہ ملے تو موت!"

علی نے طنزیہ لہجے میں اس کے شعر کا جواب شعر میں دیا۔
"اچھا! تو پھر آپ اس معجزے کا انتظار کریں مسٹر علی۔"
رانیل یہ کہتے ہوئے کھڑی ہوگئی اور اس پر الوداعی نگاہ ڈال کر بیرونی دروازے کی طرف تیزی سے بڑھ گئی۔ علی نے غصے سے میز پر مکہ مارا میز پر رکھا گلاس اچھل کر نیچے فرش پر گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

رانیل نے نوفل کو فون کردیا تھا اور خود پیدل تیز تیز قدم اٹھاتی واپس جارہی تھی نوفل نے اسے دور سے ہی دیکھ لیا تھا اسے یوں آتے دیکھ کر وہ گھبرا گیا اس کے قریب گاڑی روکتے ہوئے اس نے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول دیا وہ فوراً بیٹھ گئی اور دروازہ بند کردیا۔
"کیا ہوا اتنی جلدی کیوں بلالیا؟" نوفل نے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا اس کے چہرے پر غصہ دکھ اور ضبط کے آثار نمایاں تھے۔ نوفل کو الجھن ہونے لگی۔
"جلدی گھر چلو نوفل۔"
"ہاں مگر ہوا کیا؟" نوفل نے گاڑی آگے بڑھائی۔
"مجھے علی سے ملنے نہیں آنا چاہیے تھا کم از کم اس رشتے کا بھرم تو رہ جاتا۔ پاپا ٹھیک کہتے ہیں انسان کی شخصیت اور کردار کے بارے میں اس وقت تک کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہیے جب تک اسے غصے میں نہ دیکھ لو اور مشکل میں پرکھ نہ لو۔" رانیل نے دل گیر لہجے میں کہا اس کا دل اندر سے خالی ہوگیا تھا کچھ بچا تھا تو صرف دکھ ٹوٹے ہوئے دل کی کرچیوں کا ڈھیر جن سے اعتبار اور پیار لہو بن کر رس رہا تھا۔
"تو کیا علی بھائی نے بھی آپ کو دکھ دیا ہے؟"
"جس کے پاس جو ہوگا وہی دے گا نا۔" رانیل نے روتے ہوئے علی کی زبان سے برستے شعلوں سے اسے آگاہ کیا تو نوفل کو بھی بہت صدمہ ہوا اسے علی سے ایسے رویے کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ علی اس طرح سے بھی اپنی سوچ کا اظہار کرسکتا ہے اسے حیرت ہورہی تھی اور بہت دکھ بھی کہ اس کی بہن رانیل کو پھر سے اس کے خاندان نے چوٹ پہنچائی تھی آخر اس معصوم لڑکی کا قصور کیا تھا۔ جو ہر کوئی اس کو دکھ پہنچانے پر کمربستہ تھا نوفل نے بہت پیار سے رانیل کا سر اپنے شانے پر رکھا اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا رہا اس کے ساتھ وہ خود بھی آبدیدہ ہوگیا تھا۔
"مجھے اب علی کی شرمندگی یا ان کی زندگی سے کوئی غرض نہیں ہے آج کے بعد میں اس شخص سے کبھی بھی ملنا نہیں چاہوں گی۔" رانیل نے سنجیدگی سے کہا وہ ماجد ہاؤس پہنچے تو سب ہی ان کے منتظر تھے۔
"ہم واپس لندن کب جارہے ہیں پاپا؟" اس نے آتے ہی سوال کیا۔
"بہت جلد ان شاء اللہ۔" تیمور حسن نے بہت مشکل سے کہا۔
رانیل کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ افشین نے اسے اپنی گود میں لٹا لیا اور اس کے ماتھے پہ اپنی ممتا کی مہر ثبت کردی آنکھوں سے آنسو کا ایک موتی نکلا اور رانیل کے رخسار کو بھگو گیا۔ اس نے ہاتھ سے آنسو کو جذب کیا اور افشین کو دیکھتے ہوئے بولی۔
"مما! تمہیں رونا نہیں ہے یہ آنسو تو بہت قیمتی ہیں انہیں سنبھال کے چھپا کے رکھیں۔"
"میری بیٹی دکھی ہے تو میں کیسے چھپالوں یہ آنسو۔" افشین نے بھیگی آواز میں کہا تو وہ لرزتی آواز میں بولی۔
"مما! زندگی میں شاید ایسا ہی ہوتا ہے جو لوگ بہت خاص ہوتے ہیں ہمارے لیے وہ ہمیں خون کے آنسو رلاتے ہیں اور جن لوگوں کو ہم عام سمجھتے ہیں وہ ہمیں ہنساتے ہیں۔ غلطی ہماری ہے کیونکہ جب ہم کسی انسان پر اعتبار کرتے ہیں تو ہم سوچتے ہیں کہ وہ ہمارے دکھ پریشانیاں شیئر کرنے کے لیے ہمارے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔"
"میں آتا ہوں ابھی آپ دونوں بھی اب سو جائیں رات بہت ہوگئی ہے۔" تیمور حسن نے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

"نوفل بیٹے میرے ساتھ آنا ذرا۔" نوفل تیمور حسن کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دراصل تیمور حسن اس سے رائنل اور علی کی ملاقات کے متعلق کچھ جاننا چاہ رہے تھے یوں تو کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن یہ نکاح کا معاملہ تھا۔ اتنا جوڑ رشتہ جوڑنا اور پھر توڑنا کھیل تو نہیں تھا۔ وہ رائنل کے باپ تھے سگے نہ سہی مگر انہوں نے اسے ہمیشہ اپنی سگی بیٹی کی طرح پالا تھا۔ پیار کیا تھا ایک باپ ہونے کے ناطے وہ اس معاملے کو بہت باریکی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھے جو ان کی بیٹی کے لیے کسی مشکل یا پریشانی کا باعث بن جائے۔ انہیں رائنل اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز تھی۔

علی گھر آ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اسے رائنل سے کہے ہوئے اپنے لفظوں کی سنگینی اور شدت کا احساس بے پناہ قصور وار بنا رہا تھا۔ وہ تو اسے اپنے پیار کا احساس دلا کر اپنی محبت کا واسطہ دے کر روکنا چاہتا تھا اپنی ماں کے رویے کی معافی مانگنے گیا تھا اور سب کچھ ختم کر کے آ گیا تھا۔ اسے خود یہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ رائنل سے وہ اتنی تلخی سے وہ سب کہہ کر آیا ہے۔ کیا ہو گیا تھا اسے شیطان نے بہکا دیا تھا یا وہ بھی اوروں جیسا ہی تھا؟ سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

"علی بیٹے...... کیا ہوا؟" امینہ اس کے کمرے میں آئیں تو اسے اس طرح روتے تڑپتے دیکھ کر ہراساں و پریشان ہو کر پوچھا۔

"میں نے بھی آج آپ کا...... بیٹا ہونے کا ثبوت دے دیا۔ میں نے رائنل کو وہ کچھ کہہ دیا جو میں نہیں کہنا چاہتا تھا۔ اب کیسے روکوں گا میں اسے جانے سے.....؟ میں نے تو خود ہی اپنی باتوں کی نفرت بھری باڑ حائل کر دی اس کے اور اپنے بیچ...... اور راستہ بند کر دیا...... یہ کیسے ہو گیا امی؟" علی نے شرمندگی کے احساس میں ڈوبے بے بس اور بے قرار لہجے میں اٹک اٹک کر کہا تو امینہ دل تھام کر بیٹھ گئیں۔ وہ کچھ اور ہی سمجھ رہی تھیں۔

"علی...... کیا تم نے اسے طلاق دے دی۔" امینہ کا خدشہ زبان پر آیا۔

"بس زبان سے یہ منحوس الفاظ ادا کرنا رہ گیا تھا۔ باقی تو میں نے...... کوئی کسر نہیں چھوڑی اسے خود سے جدا کرنے میں۔ میں نے اس کا مان، اعتبار اور یقین توڑ دیا۔ میں نے اسے خود سے ہر طرح سے متنفر اور بدظن کر دیا۔ یہ رشتہ تو یوں بھی بہت راز داری سے ایک سازش کے نتیجے میں جڑا تھا نا...... تو شاید اس کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔" علی نے اپنے آنسوؤں کو دونوں ہاتھوں سے بے دردی سے رگڑتے ہوئے کہا تو امینہ نے اشک بار آنکھوں سے اسے دیکھا اور بھیگی آواز میں بولیں۔

"بیٹا قسمت میں شاید یہی لکھا تھا صبر کرو بھول جاؤ رائنل کو۔"

"یہ اس زندگی میں تو ناممکن ہے امی۔"

"علی...... بیٹا تمہیں خود احساس ہے کہ تم نے سب کچھ ختم کر دیا ہے تو اس کو دل سے تسلیم بھی کر لو۔"

"زندگی کو شادی کو کھیل مت بنائیں ہم سب رائنل کے گناہ گار ہیں۔ ہم اس لائق نہیں ہیں کہ وہ بچی ہمارے ساتھ، ہمارے گھر میں، ہمارے پاس رہے، افشین اور تیمور اب برداشت نہیں کریں گے پہلے ہی ان کی بیٹی موت کی دہلیز سے واپس آئی ہے اوپر سے تم نے اسے دکھی کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ رائنل سے تمہارا رشتہ واقعی زبردستی و مجبوری کا تھا تمہارا اس سے دل لگاؤ نہیں تھا تو بیٹا ایسے رشتے کو کس بنیاد پر قائم رکھا جا سکتا ہے۔ دلوں میں فرق آ جائے تو رشتوں کو نبھانا نہیں گھسیٹنا پڑتا ہے۔ تم چاہو گے کہ رائنل بھی اس رشتے کو گھسیٹنے پر مجبور ہو جائے؟" امینہ نے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا۔

"اچھا! تو پھر آپ اس معجزے کا انتظار کریں مسٹر علی۔" رائنل کی سپاٹ لہجے میں کہی گئی بات علی کی سماعتوں میں گونجی۔

"میں انتظار کروں گا اس معجزے کا۔" علی نے خود سے کہا۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)



محبت دل کا سجدہ ہے

سباس گل

حصہ 5

خطا کسی کی ہو لیکن سزا کسی کو ملے
یہ بات جبر نے چھوڑی ہے ہر صدی کے لیے
وہ مجھ کو چھوڑ گیا تو مجھے یقین آیا
کوئی بھی شخص ضروری نہیں کسی کے لیے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

امینہ اور عثمان عزیز (علی کے والدین) کی اچانک آمد سب کے لیے حیرت کا باعث ہوتی ہے... امینہ علی اور رابیل کے نکاح پر اس قدر اشتعال میں ہوتے ہیں کہ وہ کسی کی بات سنے بغیر رابیل کو اپنے عتاب کا نشانہ بناتی اسے بہت کچھ سنا کر ساتھ تھپڑ بھی رسید کردیتی ہیں۔ امینہ کو بہکانے میں نوشین بیگم کا ہاتھ ہوتا ہے اس وقت نوشین بیگم بھی انہیں سمجھانے اور سچائی بتانے کی کوشش کرتی ہیں مگر وہ کسی کی بات سننے کو تیار ہی نہیں ہوتیں۔ رابیل ان الزامات پر بے ہوش ہوجاتی ہے اسے فوراً اسپتال لیجایا جاتے ہیں جہاں ڈاکٹر رابیل کے کومے میں جانے کی اطلاع دے کر سب کو پریشان کردیتے ہیں رابیل کو آئی سی یو میں شفٹ کردیا جاتا ہے۔ نوفل علی کو فون پر ساری صورت حال سے آگاہ کرتا ہے۔ علی پریشان ہوکر اسپتال پہنچتا ہے اس کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ اب وہ رابیل کا سامنا کیسے کرے۔ افشین اور تیمور بغیر اطلاع کے پاکستان پہنچ جاتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہ سب کو سرپرائز دیں گے لیکن رابیل کا سن کر وہ خود ششدر رہ جاتے ہیں۔ ذوالنون اپنے دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے جب اچانک نوفل کی کال آتی ہے جس پر ذوالنون پریشان ہوکر گھر کے ہر فرد کی خیریت دریافت کرتا ہے جس پر نوفل اسے رابیل کی طبیعت کا بتا کر پریشان کردیتا ہے۔ کرن بھی ذوالنون کے منہ سے بار بار رابیل کا ذکر سن کر کچھ شک میں مبتلا ہوجاتی ہے وہ اپنی باتوں سے ذوالنون پر شک ظاہر کرتی ہے جس پر ذوالنون غصہ میں آکر کرن کو اپنے اور رابیل کے درمیان موجود رشتے کا بتا کر شرمندہ کردیتا ہے۔ رابیل کو ہوش آجاتا ہے علی رابیل سے بات کرنے کی غرض سے اس کے پاس جاتا ہے مگر وہ سونے کا کہہ کر آنکھیں بند کرلیتی ہے۔ علی مایوس ہوکر واپس چلا جاتا ہے۔ نوشین بھی امینہ کو سچائی بتا کر حیران کردیتی ہے نوشین خود بھی رابیل کا سامنا کرنے سے کتراتی ہیں اور وہ خود کو اس تمام واقعے کا قصور وار مانتے ہوئے گھر کے ہر فرد سے معافی مانگتی ہے۔ رابیل اسپتال سے افشین اور تیمور کے ساتھ ماجد ہاؤس آجاتی ہے علی رابیل سے بات کرنا چاہتا تھا تاکہ تمام معاملات کی معافی مانگ سکے علی نوفل کے ذریعے رابیل کو ہوٹل میں بلاتا ہے اور اپنے لہجے سے رابیل کو ہرٹ کردیتا ہے۔ رابیل دل میں علی سے دوبارہ نہ ملنے کا عہد کرتی نوفل کے ساتھ گھر آجاتی ہے۔ ذوالنون پر بھی یہ سچائی واضح ہوگئی ہے کہ وہ افشین اور تیمور حسن کا بیٹا ہے اسے دکھ ہوتا ہے کہ یہ بات اس سے اب تک کیوں چھپائی گئی مگر نوفل اور نگین جیسی بہن و بھائی کا سوچ کر وہ مطمئن وخوش بھی ہے ساتھ ہی کرن کی محبت بھی دل میں سجدہ ریز ہورہی ہے جس سے اب بھی وہ نظر نہیں ملا رہا تھا۔

(اب آگے پڑھیے)

❁❁......❁......❁❁

رابیل' افشین' تیمور حسن' وہاب لاج میں ان سب سے الوداعی ملاقات کرنے آئے تھے۔ یہ ان کا ظرف اور بڑا پن تھا کہ وہ اس گھر میں ہونے والی رابیل کے زیادتیوں کے باوجود اسے وہاں لے آئے تھے۔ نگین نے بھیگتی آنکھوں کے ساتھ رابیل کا سامان پیک کیا جو یہاں رہ گیا تھا۔ نوشین تو بے بسی سے جلے پیر کی بلی کی طرح ڈرائنگ روم میں گھوم رہی تھیں۔ رابیل اسے اپنی ماں تسلیم کیے بغیر واپس جارہی تھی اور وہ تب سے رابیل کا سامنا بھی نہیں کرسکی تھی اور اپنے رویے' سلوک اور زیادتیوں کی معافی بھی نہیں مانگ سکی تھیں۔ وہ ایسے کیسے جاسکتی تھی اسے احساس جرم' احساس گناہ کے کٹہرے میں کھڑا کرکے' ضمیر کی عدالت میں کچوکے لگتے رہنے کے لیے اسے چھوڑ کے کیسے جاسکتی تھی وہ؟

''نوشین' اب یہ بے چینی کس لیے ہے تم یہی چاہتی تھیں ناکہ رابیل یہاں سے چلی جائے تو خوش ہوجاؤ اب وہ یہاں سے جارہی ہے۔ تم نے اس کے راستے میں نفرتوں اور سازشوں کے اتنے کانٹے بچھادیے کہ وہ ان پر چلتے چلتے لہولہان ہوگئی مگر پھر بھی اس نے اف تک نہیں کی' ہمیں کچھ نہیں بتایا' ہم سے گلہ تک نہیں کیا' شاید وہ ہمیں شرمندہ نہیں دیکھ سکتی اور تم سے بھی پیار کرتی ہے کیونکہ تم میری بہن ہو' بدقسمتی سے اور میری بیٹی کو دل بڑا کرکے رشتے نبھانا آتا ہے۔'' افشین نے نوشین کو تاسف زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم میری بیٹی کو اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتیں۔'' نوشین نے افشین کو ہذیانی انداز میں کہا تو وہ آرام سے بولی۔

''ہم تمہاری بیٹی کو نہیں اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لے جارہے ہیں۔''

''میری بہت خواہش تھی کہ رابیل اب ہمارے ساتھ اس گھر میں رہے لیکن اس گھر میں اسے صرف دکھ ہی ملے ہیں اور میں اپنی پھول سی بچی کو مزید دکھی نہیں کرنا چاہتا اس لیے اسے یہاں رکنے کے لیے بھی نہیں کہوں گا۔ ویسے بھی وہ آپ دونوں کی بیٹی ہے آپ نے ہم سے بڑھ کر پیار دیا ہے رابیل کو اور وہ بھی آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔ میری دعائیں ہمیشہ میری بیٹی کے ساتھ رہیں گی۔'' وہاب احمد نے پرنم لہجے میں کہا وہ تیمور حسن اور افشین سے نظریں نہیں ملا پارہے تھے۔

''وہاب' بیٹیوں کو دعاؤں ہی کی ضرورت ہوتی ہے' خدا تمہیں اپنی بیٹیوں کا سکھ دیکھنا نصیب کرے...... آمین'' تیمور حسن نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دل سے دعا دی۔

''آمین۔'' افشین اور وہاب احمد نے ایک ساتھ کہا۔ بوا جی چائے اور کھانے کے لوازمات ٹرالی میں سجا کر لے آئیں۔ ذوالنون بھی وہاں آگیا اور سلام کرکے وہیں بیٹھ گیا۔

''تم لوگ ذوالنون کو اپنے ساتھ لے جاؤ گے' یہ تو میرا بیٹا ہے...... میں نے پالا ہے اسے۔ تم میری ساری اولاد کو مجھ سے چھین کر لے جانا چاہتے ہو' افشین اور تیمور حسن تم' مجھے اکیلا کرنا چاہتے ہو' میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی...... میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔'' نوشین نے بہت جارحانہ اور ہذیانی انداز میں کہا تو وہ سب اسے رحم بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگے' ذوالنون نے اٹھ کر نوشین کو شانوں سے تھاما۔

''موم میں کہیں نہیں جارہا' میں ادھر ہی ہوں آپ کے پاس' پلیز ریلیکس موم۔''

''تم نہیں جاؤ گے نا؟'' وہ اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے بولی۔

''نہیں موم میں نہیں جاؤں گا۔''

''تو تم یہاں کیوں آئے...... تم اسلام آباد جاؤ' پڑھو جاکے یہاں سے چلے جاؤ ورنہ یہ لوگ رابیل کے ساتھ تمہیں بھی لے جائیں گے۔'' نوشین نے اس کے چہرے کو خوف زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بے چینی سے کہا تو اس نے انہیں اپنے ساتھ لگالیا۔

''موم پلیز...... سنبھالیں خود کو میں آپ کا بیٹا ہوں' آپ کے پاس رہوں گا۔'' ذوالنون نے نرمی سے کہا۔

''سنا تم نے افشین' تیمور حسن' ذوالنون میرا بیٹا ہے' یہ میرے پاس رہے گا' مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔'' نوشین نے ان دونوں کو فاتحانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو

افشین کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

ذوالنون، نوشین کی حالت کی وجہ سے ایسا کچھ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس سے اس کی ذہنی و قلبی حالت مزید بگڑ جائے اسی لیے بہت ضبط و تحمل کا مظاہرہ کررہا تھا۔

افشین اور تیمور حسن، وہاب احمد، نگین بوا جی سب ہی کو اس کی معاملہ فہمی اور حوصلے پر فخر محسوس ہورہا تھا۔ اس نے انہیں شرمندہ نہیں ہونے دیا تھا ایک دوسرے کے سامنے۔

"نوشین بیگم! آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کا بیٹا آپ کے پاس ہے آپ کی اولاد آپ کو معاف کرچکی ہے اور یہ سب محبت کی وجہ سے ہے اللہ پہ یقین کی وجہ سے ہے اور اچھی تربیت کی وجہ سے ہے وہ تربیت جو افشین اور تیمور نے انہیں دی۔ رانیل نے اس گھر کے بگڑوں کو سدھار دیا، صبر، حوصلے اور سچائی سے، محبت سے آپ کسی کو نیچا دکھا کر، دکھ پہنچا کر کبھی کامیاب اور خوش نہیں رہ سکتیں۔ اللہ نے دکھا دیا اور سمجھا بھی دیا ہے کہ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے، اس نے آپ کو آپ ہی کی اولاد کے ذریعے آئینہ دکھا دیا۔" وہاب احمد نے نوشین کو دیکھتے ہوئے کہا، وہ شرمندہ تھیں ان کی ذہنی حالت نہایت ابتر تھی اس وقت اور افشین کو اس پر رحم آرہا تھا۔

"نگی آپی! یہ تمام گفٹس علی نے مجھے دیئے، یہ انہیں لوٹا دیجیے گا اور یہ چین بھی۔" رانیل نے علی کے دیئے ہوئے تمام تحائف اس کے وھیٹ گولڈ کے لاکٹ سمیت نگین کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"ذوالنون آپ کا بیٹا ہے لیکن یہ میرا بہت ہی اچھا بیٹا ہے اب جبکہ یہ حقیقت سب پر آشکار ہوہی گئی ہے تو آپ دونوں چاہیں تو اسے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔" وہاب احمد نے بمشکل اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"مگر بدلے میں رانیل کو مت مانگنا ہم سے وہ تو ہماری جان ہے ہمارے گھر کی بلبل ہے۔" تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے کہا تو افشین کہنے لگیں۔

"اور ذوالنون ہم سے زیادہ آپ کا بیٹا ہے اس پر آپ کا حق ہے، ہم اسے کہیں نہیں لے جائیں گے ہاں اسے ہائر ایجوکیشن کے لیے اسپلائزیشن کے لیے ضرور لندن آنا چاہیے وہاں، تب یہ ہمارے ساتھ رہے گا۔"

"ان شاء اللہ۔" وہاب احمد نے مسکرا کر کہا۔

"اور ڈیڈی جی آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں آپ کو چھوڑ کے چلا جاؤں گا، اتنے سویٹ ڈیڈی کو بھلا کون چھوڑ کر جاسکتا ہے، میں تو بہت لکی ہوں کہ میرے دو بھائی، دو بہنیں، دو مائیں اور پاپا بھی ڈیڈی بھی...... ہاؤ لکی آئی ایم۔" ذوالنون نے وہاب احمد کے گلے میں بانہیں ڈال کر مسکراتے ہوئے کہا تو سب اس کے حوصلے اور زندہ دلی وسعت قلبی پر خوشی سے ہنس پڑے۔ وہاب احمد نے اس کا ماتھا چوم لیا۔

"جیتے رہو، بہت کامیابی پاؤ خوش رہو...... آمین" وہاب احمد نے اس کے چہرے پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بیٹا علی سے نہیں ملو گی؟" وہاب احمد نے رانیل کو رخصت کرتے ہوئے پوچھا۔

"کبھی نہیں، میں علی سے اب نہیں ملوں گی۔" رانیل نے بھیگتے لہجے میں جواب دیا۔ انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگا کر پیار کیا، وہ اشک بار و دکھی تھے، اس کے یوں زخم زخم ہوکر جانے سے۔

"مجھے معاف کردینا بیٹی، میں آپ کو کوئی خوشی نہیں دے سکا۔ نوشین بہت نادم ہے اپنے رویے پر، اس کے پاس کچھ نہیں بچا سوائے پچھتاوؤں کے۔"

"ڈیڈی، آپ انہیں اس کیفیت سے نکال سکتے ہیں، آپ بہت اچھے ہیں ڈیڈی آپ انہیں پھر سے زندگی کی صحیح راہ دکھا سکتے ہیں، انہیں اکیلا مت چھوڑیے گا، ان کو معاف کردیں اور ان کا بہت خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ!" رانیل نے پرنم آواز میں کہا پھر نوشین کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

نوشین کمبل اوڑھے بیڈ پر نیم دراز تھیں۔ میک اپ سے بے نیاز چہرہ، روکھی پھیکی روئی روئی آنکھیں، بکھرے الجھے بال، شکن آلود لباس، رانیل کو وہ کوئی اور ہی نوشین دکھائی دے رہی تھی، اسے ان کی حالت پر بہت دکھ ہورہا تھا۔ یہ عورت وہ تھی جس نے اسے جنم دیتے ہی خود سے الگ کردیا تھا۔ ایک نظر دیکھا تک نہیں تھا، اس پر تہمت دھری، الزام لگائے کیا کیا نہ ستم کیے تھے اس کی نازک جان پر، رانیل کے زخم پھر سے ہرے ہوگئے۔ نوشین اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران تھیں۔ انہیں توقع تھی کہ وہ اسے لعن طعن کرے گی، شرمسار کرے گی، مگر وہ تو کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔

"میں آپ کو خدا حافظ کہنے آئی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے لیے تکلیف کا باعث بنی رہی، آپ نہیں چاہتی تھیں نا کہ میں یہاں رہوں تو اب مطمئن ہوجایئے میں، اپنے مما پاپا کے ساتھ واپس لندن جارہی ہوں، میں نے آپ کو معاف کردیا ہے، آپ بھی مجھے معاف کردیجیے گا۔ اوکے آنٹی اپنا خیال رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔" رانیل اپنی بات مکمل کرکے کمرے سے جاچکی تھی، اور وہ چپ سادھے، خاموش، گنگ سی بیٹھی اس کے آخری جملے کی بازگشت سن رہی تھیں۔

"اوکے آنٹی، اپنا خیال رکھیے گا، اللہ حافظ۔" نوشین کے دل میں ہوک سی اٹھی، وہ چلی گئی تھی، رانیل اس کی اپنی بیٹی چلی گئی تھی، اسے "آنٹی" ہی سمجھتی تھی وہ اب بھی، وہ رانیل جسے اس نے جنم دیا تھا وہی اسے "ماں" کہے بغیر چلی گئی تھی۔ یہ جاننے کے بعد بھی کہ وہ اس کی حقیقی ماں ہے، وہ اسے ماں تسلیم کیے بغیر یہاں سے چلی گئی تھی۔

"کیوں......؟ کیوں نہیں کہا اس نے مجھے ماں؟" نوشین نے پاگلوں کی طرح چیختے ہوئے خود کلامی کی، کمبل اتار کر دور پھینک دیا۔

"کیسے کہتی وہ تمہیں ماں؟ اس کے ضمیر نے ملامت کی۔ تم نے کب ماں بن کر اس پر ممتا اور محبت نچھاور کی؟ تم نے تو اس کو اپنی گود کی گرمی تک نہ پہنچائی، اپنے دودھ کا ایک قطرہ تک نہیں پلایا، پھر کس برتے پر ماں ہونے کا حق جتا رہی ہو؟ تم نے تو اسے چند روپوں کے عوض بیچ دیا تھا کسی بھی اجنبی کی جھولی میں ڈال دینے کی پلاننگ کرلی تھی، غیر کے ہاتھوں میں اپنی کوکھ کی اولاد سونپ کر مطمئن تھیں، کبھی خیال بھی نہ آیا اس کا کہ وہ کس حال میں ہے؟ تم نے اس کے ساتھ سوتیلوں کا سا سلوک کیا، دشمنوں کا سا برتاؤ کیا پھر وہ کیوں کہے تمہیں ماں؟ اس کے دکھ کا اندازہ ہے تمہیں، جب اسے یہ پتہ چلا کہ تم ہی اس کو جنم دینے والی ماں ہو تو کیا گزری ہوگی اس معصوم کے دل پر، وہ تمہاری وجہ سے موت کے منہ تک پہنچ گئی تھی۔ تمہارے دیئے ہوئے دکھوں نے اس نازک سی کم سن لڑکی کے اعصاب شل کردیئے، برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور وہ معصوم لڑکی صبر، ضبط اور برداشت کرتی رہی، اندر ہی اندر کڑھتی، مرتی رہی، زبان سے ایک لفظ تک نہیں کہا اور آخر ڈھے گئی۔ نروس بریک ڈاؤن ہوگیا اس کا، تمہاری وجہ سے اینہ آپا اور پھر علی نے بھی اسے ہرٹ کیا، علی سے ختم ہوجائے گا اس کا رشتہ کس مقام پر لا کھڑا کیا ہے تم نے رانیل کو، کتنے کانٹے بچھائے اس کی راہ میں اور وہ ان کانٹوں پر چلتے چلتے لہولہان ہوگئی، اس کے پاؤں زخمی ہوگئے لیکن اس نے اپنے لہو سے ان کانٹوں کو پھولوں میں بدل دیا۔ تمہاری بگڑی اولاد کو سدھار دیا، تمہیں آئینہ دکھا دیا تم جو اپنے آپ کو ہی ہمیشہ درست سمجھتی تھیں، حقیقت یہ ہے کہ تم ہی ہمیشہ غلط تھیں اور اب ثابت بھی ہوگیا، ہمیشہ تم نے آئینہ کی گرد صاف کی، آئینہ صاف کیا اور اپنے چہروں کو مصنوعی رنگ و روغن سے مزین کرکے اپنے چہرے کی بدصورتی چھپاتی رہیں۔ میک اپ کے رنگوں میں تمہیں اپنے من کی سیاہی اپنی روح پر جمی کائی اور اپنے افکار و عمل سے چھلکتی کالک کبھی دکھائی ہی نہیں دی، اب دیکھو کیسا سب کچھ سامنے آیا ہے، اب تو تم اس عام آئینے کے مقابل کھڑے ہونے کے قابل بھی نہیں رہیں۔ ضمیر کے آئینے میں تو اپنا بھیانک چہرہ دیکھ رہی ہو تا اب مصنوعی آرائش آئینے میں اپنا چہرہ بھی دیکھ لو۔ دیکھو کتنا بدنما اور بدشکل لگ رہا ہے تمہارا چہرہ۔ تمہارے چہرے کے خدوخال ایک دوسرے سے نگاہ چرا رہے ہیں، تمہاری آنکھیں اپنائیت، محبت اور حمیت کے پانی سے خالی ہیں۔ تمہاری یہ ناک جو بہت عزیز تھی تمہیں...... تم نے اپنی ہی حرکتوں کی وجہ سے کٹوائی ہے...... تمہارے یہ عنابی ہونٹ جو جب ہلتے تھے تو زہر

اگلتے تھے آج ان پر چپ کے بڑے بڑے تالے پڑے ہیں۔ تمہارا دماغ جو جو بہت سازشیں بنتا تھا آج اس کو زنگ لگ گیا ہے۔ شکست وریخت نے اس میں جالے بن دیئے ہیں۔ یہ ہو تم نوشین بیگم! کیا تم ماں کہلائے جانے کے لائق ہو؟ نوشین بیگم! تم اب اپنے شوہر اور بچوں سے نگاہیں نہیں ملا پا رہیں۔ تم اپنے خالق حقیقی سے کیسے نظریں ملاؤ گی...... کیا منہ دکھاؤ گی اپنے رب کو؟ کیسے سامنا کرو گی اللہ پاک کا؟ کیا جواب دو گی اپنی غلط کاریوں کا؟ کوئی راہ نجات نہیں ملے گی تمہیں یوم حشر بجز معافی اور توبہ کے...... سب سے معافی مانگ لو باری باری دل سے بوجھ بھی اتر جائے گا اور اللہ کے روبرو معافی مانگنے میں بھی آسانی ہوگی کیونکہ اگر بندوں نے معاف نہ کیا تو اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔ کوئی راہ فرار نہیں ہے تمہارے پاس۔ سوال دونوں جہان میں ہوں گے۔ سامنا تو ہر صورت کرنا ہوگا' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی...... دنیا میں مخلوق کا اور آخرت میں خالق کا۔ دل سے معافی مانگ لو گی تو پل پل مرنے سے بچ جاؤ گی۔"

نوشین کا ضمیر اسے سوال جواب کر کے جھنجوڑ رہا تھا۔ راہ دکھا رہا تھا مگر وہ کسی کے سامنے جانا ہی نہیں چاہتی تھی' یہاں سب سے معافی کا پیغام مجازی خدا کے ہاتھ بھیج دیا تھا اور وہاں خدا سے براہ راست معافی مانگ لی تھی مگر بے کلی' بے سکونی' بدستور برقرار تھی۔

"میں اب جینا نہیں چاہتی' کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہتی مجھے میرے اعمال کی سیاہی کچھ دیکھنے نہیں دے گی' میرے کرموں کا پھل مجھے ملنا ہی چاہیے۔ میں نے سب کی زندگی کو اجیرن بنا دیا' خوشی سے محروم کر دیا' مجھے بھی اب مرحوم ہو جانا چاہیے' ان کی زندگی سے دور چلے جانا چاہیے۔ دور بہت دور جہاں سے واپسی کی کوئی امید نہ ہو' ہاں مجھے مر ہی جانا چاہیے۔ مجھ جیسی بے حس' خود پسند' خود غرض اور مغرور عورت کو مر ہی جانا چاہیے' میری ذات سے آج تک کسی کو کوئی خوشی نہیں مل سکی۔ میں نے اپنی زندگی فضول کاموں میں گزار دی۔ ضائع کر دیا ایسی زندگی کو تو اب بس ختم ہی ہو جانا چاہیے' جس سے ہر کسی کو صرف دکھ ہی ملا ہو۔ ہاں ختم کر دوں گی میں آج اس زندگی کو۔" نوشین نے بے چینی سے کمرے میں ٹہلتے ہوئے خود کلامی کی اور تیزی سے دوڑ کر بیڈ کے قریب آئی اور سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر کچھ ڈھونڈنے لگی' ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری دراز میں سے اسے خواب آور گولیوں کی شیشی مل گئی۔ نوشین نے ڈھکن کھول کر ساری گولیاں اپنی ہتھیلی پر انڈیل دیں' ہاتھ کی اوک گولیوں سے بھر گئی تھی۔ نوشین اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ اس نے پانی سے بھرا گلاس سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا اور بیڈ کے کنارے بیٹھ کر دو دو کر کے ساری گولیاں اپنے حلق سے نیچے اتار لیں اور خالی شیشی کو اٹھا کر دیکھتے ہوئے بولی۔

"بس اب میں ہمیشہ کے لیے سو جاؤں گی۔"

"نوشین! یہ کیا کر رہی ہو؟" اسی وقت وہاب احمد کمرے میں داخل ہوئے' اس کی بات ان کے کانوں میں پڑی اور اس کے ہاتھ میں خالی شیشی دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف آتے ہوئے چیخے۔

"سو رہی ہوں...... ابدی نیند...... دیکھو وہاب احمد! میں نے ساری گولیاں کھا لیں' اب میں بہت گہری نیند سو جاؤں گی۔"

"واٹ؟ او مائی گاڈ! یہ کیا کیا تم نے؟" وہاب احمد اس کی بات سن کر شاکڈ رہ گئے' بدن میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ نوشین کی اجڑی اجڑی حالت نے انہیں ڈرا دیا تھا۔ انہوں نے نگین' نوفل اور ذوالنون کو اونچی آواز میں پکارا وہ تینوں پریشان سے دوڑے چلے آئے۔

"کیا ہوا ڈیڈی؟" تینوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

"تمہاری ماں نے سلیپنگ پلز کی پوری شیشی نگل لی ہے۔"

"ذوالنون بیٹا' گاڑی نکالو' ہمیں انہیں ہاسپٹل لے جانا ہے۔" وہاب احمد نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور نوشین کو پکڑ کر اٹھانا چاہا تو اس نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"مجھے...... نہیں...... نہیں جانا...... ہاسپٹل تو...... بالکل نہیں جانا۔" وہ ٹوٹے ٹوٹے لہجے میں بولیں۔

"موم ہمیشہ غلط کرتی ہیں آپ' کبھی کچھ صحیح بھی کر لیا کریں' ہمارا تو سوچ لیا ہوتا ایسا کرنے سے پہلے۔" نوفل نے بھیگی آواز میں کہا۔

نگین پریشانی اور خوف کے مارے رونے لگی ساتھ ہی اللہ سے موم کی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگی۔

بروقت ہاسپٹل پہنچنے اور سب کی دعاؤں سے نوشین کو ہوش آ گیا تھا۔ ان کا معدہ صاف کر دیا گیا تھا۔ اب وہ گم صم چپ چپ سی اپنے شوہر اور بچوں کو دیکھ رہی تھیں۔ شرمندگی کے آنسو آپ ہی آپ آنکھوں سے بہہ نکلے اور بالوں میں جذب ہو گئے۔

"دیکھا نوشین بیگم! جو آپ نے چاہا وہ نہیں ہوا' ہوا وہی جو رب کی مرضی تھی۔ اللہ سے بڑا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے آپ کو اس نے اپنی غلطیوں کا احساس دلایا' یہ اس کی مہربانی تھی مگر آپ نے سمجھا ہی نہیں اور اس کی عطا کو ٹھکرانے چل دیں۔ اس کی نعمت جو زندگی کی صورت میں اس نے آپ کو عنایت کی تھی آپ اس نعمت کی ناشکری اور ناقدری کرنے چلی تھیں۔ وہ تو آپ کو سنبھلنے کا موقع دے رہا تھا اور آپ......"

"آپ سب بہت اچھے ہیں...... اور میں خود کو آپ کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں سمجھتی۔"

"لیکن ہم نے تو آپ کو معاف کر دیا۔" وہاب احمد نے نوشین کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا' اس شخص کے لیے نوشین کے دل میں پہلی بار محبت پھوٹی تھی جو اس کی تمام تر زیادتیوں کے باوجود اسے محبت اور اپنائیت کا احساس دے رہا تھا۔

❀ ✿ ...... ❀ ...... ❀ ✿

نگین شکرانے کے نفل ادا کر کے لاؤنج میں آئی تو بوا جی کسی سے فون پر بات کر رہی تھیں۔ وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کس کا فون تھا بوا جی؟" بوا جی نے جیسے ہی ریسیور کریڈل پر رکھا نگین نے پوچھا۔

"زاہد میاں کا فون تھا' نوشین اور وہاب میاں سے بات کرنا چاہ رہے تھے۔" بوا جی نے اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بتایا تو اس نے استفہامیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"تو آپ نے کیا جواب دیا؟"

"بیٹا' میں نے کہہ دیا کہ نوشین کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی' وہاب میاں انہیں چیک کرانے لے گئے ہیں ابھی آئیں گے تو انہیں بتا دوں گی۔"

"ہوں' بوا جی انہیں پتا نہیں چلنا چاہیے کہ موم نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ پہلے ہی سب ان سے خفا ہیں' رانیل کے ساتھ کیے گئے سلوک کی وجہ سے۔" نگین نے سنجیدگی سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر بولیں۔

"ہاں بیٹی' میں سمجھتی ہوں' بس اللہ کرے اب سب ٹھیک ہو جائے' میرا خیال ہے زاہد میاں اپنے گھر والوں کے ہمراہ یہاں آنا چاہتے ہیں تمہارے اور خرم کے رشتے کے سلسلے میں۔"

"جی بوا جی' خرم نے سرسری سا ذکر کیا تھا مجھ سے۔"

زاہد ماموں نے ڈاکٹر مجاہد کے آفس فون کیا وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہوتے تھے اور شام کو اپنے کلینک پر' وہ ان سب کے فیملی ڈاکٹر بھی تھے' جبھی زاہد ماموں کو ان کا خیال آیا اور انہوں نے نوشین کی طبیعت کا احوال معلوم کرنے کے لیے انہیں فون کر لیا۔ وہ اپنے کمرے میں نہیں تھے نرس نے فون ریسیو کیا تھا۔

"سر ڈاکٹر صاحب تو راؤنڈ پر نکلے ہیں۔"

"اچھا! یہاں ایک مریضہ آئی ہوں گی مسز نوشین وہاب احسان کی کیسی طبیعت ہے؟"

"جی ہم ایسے ہر کسی کو اپنے پیشنٹ کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے۔" نرس نے پیشہ ورانہ سنجیدگی سے جواب دیا تو زاہد ماموں کہنے لگے۔

"جی بہت اچھی بات ہے لیکن میں نوشین کا بڑا بھائی ہوں اور ڈاکٹر مجاہد ہمارے فرینڈ اور فیملی ڈاکٹر ہیں' اسی لیے میں نے انہیں کال کی تھی مگر وہ بقول آپ کے راؤنڈ پر ہیں تو مجبوراً آپ سے اپنی بہن کی کنڈیشن کا پوچھ لیا۔"

"اوہ سوری سر' مسز نوشین ان شاء اللہ کل ڈسچارج

ہوجائیں گی‘ وہاب صاحب انہیں بروقت ہاسپٹل لے آئے تھے اس لیے ان کی جان بچ گئی‘ فوراً ان کا معدہ واش کردیا گیا۔“ نرس نے پوری تفصیل سے بتایا تو زاہد ماموں کے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ان کی بہن نے خودکشی کی کوشش کی تھی یہ سن کرانہیں شاک لگا تھا۔

”اوکے تھینک یو سسٹر‘ اللہ حافظ۔“ زاہد ماموں نے یہ کہہ کر ریسیور کریڈل پرڈال دیا۔

”کیا بات ہے آپ پریشان لگ رہے ہیں؟“ ثمینہ زاہد نے چائے کا کپ ان کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے ان کے چہرے پر پھیلی پریشانی کے آثار دیکھ کر کہا۔

”نوشین نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔“

”اف میرے خدایا! ساری زندگی پریشان ہی کیا ہے نوشین نے سب کو۔ اب اگر اپنی غلطیوں کا احساس ہو ہی گیا تھا تو اللہ سے توبہ کرتی سب سے پیار محبت سے ملتی رہتی...... مگر وہ تو ایک اور غلطی‘ ایک اور حماقت کر بیٹھی‘ بچوں تک کا نہیں سوچا کہ ان کا کیا بنے گا؟ ان پر کیا اثر پڑے گا؟ اور خود اگر مر جاتی تو سیدھی جہنم رسید ہوتی۔“

”افوہ...... ثمینہ تم بھی جب بولتی ہو تو بس بولتی ہی چلی جاتی ہو۔ تمہارا تو کوئی نقصان نہیں کیا میری بہن نے جو اس طرح بول رہی ہو۔“ زاہد ماموں نے جھلا کر کہا۔

”کل تیار رہنا نوشین کی خیریت معلوم کرنے جائیں گے۔“

”ٹھیک ہے لیکن میں اب نگین کا رشتہ نہیں مانگوں گی خرم کے لیے۔“ ثمینہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”کیوں اب ایسا کیا ہوگیا؟ تم تو بہت بے تاب ہورہی تھیں نگین کو اپنی بہو بنانے کے لیے۔“ زاہد ماموں نے انہیں حیرانگی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں مگر تب نوشین کی اس تازہ حماقت کا علم نہیں تھا‘ اگر ماں ایسی ہے تو بیٹی بھی ماں کے نقش قدم پر ہی چل رہی ہوگی۔“ ثمینہ نے بے دردی سے کہا۔

”بہت افسوس ہورہا ہے مجھے تمہاری سوچ پر تم ماں کے کیے کی سزا بیٹی کو دینا چاہتی ہو یہ جانتے ہوئے بھی کہ خرم نگین کو پسند کرتا ہے‘ تم اس کو بھی ناخوش کرو گی اور عابد اپنے بیٹے وسیم کے لیے نگی کا رشتہ مانگ لے گا پھر وہی ہوگا جو نوشین اور رابیل کے ساتھ وہاب احمد کے ساتھ ہوا ہے کتنی زندگیاں ایک غلط فیصلے نے خراب ہوجائیں گی اور میں...... اپنی بھانجی کو دکھ دینے کا باعث نہیں بن سکتا۔ اگر تم سمجھتی ہو کہ تم نگی کے لیے اچھی ساس ثابت نہیں ہوسکتیں اسے دل سے‘ چاہ سے قبول نہیں کرسکتیں تو اس بات کو گھر سے باہر نکالنے کی ضرورت نہیں ہے‘ وہاب احمد سے سرسری سا ذکر کیا تھا میں نے خرم اور نگی کے رشتے کے لیے‘ میں مزید بات نہیں کروں گا مجھے اپنی بہن‘ بہنوئی کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا۔ لہٰذا تم ماں بیٹا آپس میں صلح مشورہ کرلو پھر مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کردینا۔“ زاہد ماموں نے نہایت سنجیدہ اور تاسف زدہ لہجے میں کہا اور بنا چائے پیے وہاں سے اٹھ گئے۔

”ارے چائے تو پی لیتے۔“ ثمینہ نے بے چینی سے کہا وہ جاچکے تھے۔ ثمینہ نے چائے کا کپ اٹھایا اور گھونٹ گھونٹ کرکے چائے ختم کی۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

نوشین اگلے دن گھر آگئی تھی‘ ایک مثبت سوچ اور احساس کے ساتھ‘ جینے کی نئی امنگ لیے‘ وہاب احمد نے اسے سمجھایا تھا کہ اس کے بچے اس کی زندگی کی خوب صورتی ہیں زندہ رہنے کا مقصد اور جواز ہیں اور اب تو وہ سمجھ چکی تھیں کہ انہوں نے اپنی نادانیوں سے اپنا ہی نقصان کیا تھا۔ وہاب احمد جیسا نفیس انسان ان کا ہم سفر بنا‘ مگر اس نے انہوں نے قدر نہ کی۔ اب انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ ہر طرح سے اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں گی اگرچہ ایک طویل عمر گزر چکی تھی‘ خاصا وقت بیت گیا تھا‘ وہاب احمد کی زندگی کے سنہری دن ان کی بے نیازی‘ بے حسی اور بے اعتنائی کی نظر ہوگئے تھے‘ مگر اب جو وقت بچا وہ اس وقت کو گولڈن پیریڈ آف لائف بنانا چاہتی تھی۔

زاہد ماموں‘ خرم‘ ثمینہ اور ماہین ”وہاب لاج“ میں موجود تھے‘ وہاب احمد اور ذوالنون انہیں کمپنی دے رہے

تھے۔ نوشین کو بواجی نے جگا تو وہ تیار ہورہی تھیں۔ نگین کچن میں چائے کا انتظام دیکھنے گئی تھی۔ رابیل‘ تیمور حسن اور افشین اسلام آباد جاچکے تھے۔ وہاں کچھ دن قیام کا ارادہ تھا ان کا‘ تیمور حسن اور افشین نے رابیل کو مری‘ بھوربن کی سیر کرانے کا سوچا تھا کہ برسوں بعد آئے تھے تو ذرا سی آؤٹنگ تو ہونی چاہیے تھی‘ وہ رابیل کا دل بہلانے‘ دھیان بٹانے کی غرض سے اسے یہاں لائے تھے۔

”آپ کو پتا ہے بیٹا شادی کے بعد میں اور آپ کی مما یہاں آئے تھے۔ ہنی مون منانے کے لیے‘ ہم نے یہاں بہت انجوائے کیا تھا۔“ تیمور حسن پرانی یادیں تازہ کررہے تھے جبکہ افشین کے چہرے پر حیا کی سرخی پھیل رہی تھی۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

”آپ چائے پئیں میں نوشی کو لے کر آتا ہوں۔“ وہاب احمد نے زاہد ماموں اور ثمینہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ضرور۔“ زاہد ماموں مسکرائے۔

ذوالنون پہلے ہی موبائل پر آنے والی کال اٹینڈ کرنے چلا گیا تھا۔ خرم بھی اس کے پیچھے ہی نکل آیا تھا اور نگین کو ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”دیکھا‘ کیسے اچھے شوہر ہیں وہاب میاں‘ بیوی کی ہر خطا بھلائے کتنا خیال رکھ رہے ہیں اس کا‘ قدر کرنے والی ہوتی نوشین تو پاؤں دھو دھو کے پیتی وہاب احمد کے۔“ ثمینہ نے زاہد ماموں کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بولے۔

”اچھا اب نوشین کے سامنے ایسی ویسی کوئی بات مت کرنا۔“

”آپ بھی نگین کے رشتے کی بات نہیں چھیڑیں گے یہاں۔ نگین پر بھی تو ماں کا اثر ہوگا‘ جیسی ماں ویسی بیٹی‘ میں خرم کی شادی نگی سے نہیں کروں گی۔“ ثمینہ نے سنجیدگی سے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ نگین جو اندر آنے لگی تھی ان کی بات سن کر وہیں سے پلٹ گئی اور لان کی طرف آ گئی۔ اس کے دل پر چوٹ سی پڑی تھی‘ ممانی کی بات سن کر انہیں کیا حق پہنچتا تھا ان کے گھر میں بیٹھ کر اس قسم کی باتیں کرنے کا؟ اور وہ کون سا ان کے بیٹے سے شادی کے لیے مری جارہی تھی۔

”ہائے نگی۔“ خرم نے اسے لان میں دیکھا تو وہیں چلا آیا۔ نگین نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔

”ہیلو۔“

”کیسی ہو؟“ خرم نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

”ٹھیک ہوں۔“ نگین نے روکھے پن سے جواب دیا۔

”تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا‘ وجہ جان سکتا ہوں؟“

”کیا کریں گے آپ وجہ جان کر؟“

”تمہارا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”کیوں؟“

”کیونکہ میں تمہیں خوش گوار موڈ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”یہ ضروری تو نہیں ہے کہ انسان کی ہر چاہ پوری ہو۔“

”نگی یہ تم کیسی باتیں کررہی ہو‘ میں تو بہت خوش تھا اور تمہیں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ شاید آج امی ابو‘ پھپو اور پھوپا جی سے میرے لیے تمہارے رشتے کی بات کریں۔“ خرم نے اس کے سپاٹ اور اجنبی لہجے اور سنجیدہ تاثرات سے پر چہرے کو دیکھتے ہوئے بے چینی سے کہا۔

”وہ یہ بات نہیں کریں گے۔“ نگین نے کہا۔

”کیوں؟“

”کیونکہ وہ یہاں موم کی عیادت کے لیے آئے ہیں۔“

”ہاں لیکن یہ بات بھی ہوسکتی ہے آج نہ سہی‘ اگلی بار جب امی ابو یہاں آئیں گے تو پھوپو سے ہماری شادی کی بات ہی کریں گے۔“ خرم نے سنجیدگی سے کہا۔

”انہیں اس سلسلے میں موم اور ڈیڈی سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”لیکن کیوں نگی؟“ خرم نے بے چینی سے سوال کیا۔

”کیونکہ مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی۔“ نگین نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"نگی! سنوتو آخر کیا ہوا ہے' کیا کمی ہے مجھ میں جو تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں؟" خرم بے قراری سے تڑپ کر اس کے پیچھے آتے ہوئے پوچھا۔

"کمی آپ میں نہیں ہے مسٹر خرم' کمی تو مجھ میں ہے اور کیا کمی ہے یہ آپ اپنی امی حضور سے پوچھیے گا۔" نگین نے تلخی سے کہا وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس کا راستہ روک لیا۔

"نہیں تم بتاؤ کیا وجہ ہے تمہارے انکار کی؟ امی نے کچھ کہا ہے تم سے؟" وہ اس کے سامنے دیوار بنا کھڑا تھا۔ اس سے انکار کی وجہ پوچھ رہا تھا تو وہ غصے سے پھٹ پڑی۔

"نہیں انہوں نے کچھ نہیں کہا مجھ سے' اتفاق سے میں نے ان کی باتیں سن لی ہیں' اور اچھا ہوا کہ سن لیں' برے اور کڑے وقت میں ہی اپنے پرائے کی پہچان ہوتی ہے' ناتو مجھے بھی ہوگئی...... خرم صاحب! میں کسی گھر میں ان چاہی بہو بن کر نہیں جانا چاہتی اور کسی کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ میرے گھر میں بیٹھ کر میری ماں کے بارے میں الٹا سیدھا کہے' ہاں میں اپنی ماں جیسی ہوں' ٹھیک کہا ممانی نے کہ جیسی ماں ہے ویسی ہی بیٹی بھی ہوگی' تو ہوں میں اپنی ماں جیسی...... میری ماں نے آپ لوگوں کے ساتھ تو کبھی کچھ برا نہیں کیا نا...... پھر ممانی کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ ان کے کردار کے بارے میں رائے دیں...... غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں اور بہتر ہوتے ہیں وہ لوگ جو اپنی غلطیوں کو تسلیم کرتے ہیں' اعتراف جرم کر کے معافی مانگ لیتے ہیں...... اور وہ لوگ ان سے بھی بہتر ہوتے ہیں جو بار بار ان کو ان کی غلطیاں یاد دلا کر شرمندہ نہیں کرتے بلکہ انہیں موقع دیتے ہیں تا کہ وہ اپنی غلطیوں کا ازالہ کرسکیں' آئندہ زندگی اچھی گزار سکیں لیکن ہر انسان کا ظرف کشادہ نہیں ہوتا۔ اللہ تو انسان کی ہر غلطی معاف کر دیتا ہے لیکن انسان' انسان کی غلطی' اس کی بھول' اس کی خطا کبھی معاف نہیں کرتا۔"

"نگی آئی ایم سوری میں امی کی طرف سے تم سے معافی چاہتا ہوں' پتا نہیں انہوں نے ایسا کیوں کہا اور نہ وہ تو خود تمہیں بہت پسند کرتی ہیں۔" خرم نے شرمندگی سے کہا تو وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"نہیں وہ اب مجھے پسند نہیں کرتیں اور مجھ میں ایسی کوئی بات ہے بھی نہیں کہ وہ مجھے پسند کریں اور آپ بھی سن لیں مسٹر خرم کہ میں ایسی ہی ہوں جیسی میری موم ہیں' رشتوں کا پاس' لحاظ رکھنا مجھے نہیں آتا' میں بہت بگڑی ہوئی' آزاد خیال اور ماڈرن لڑکی ہوں' میں لڑکوں کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہوں' ان کے ساتھ ہنستی بولتی ہوں' دوستیاں کرتی ہوں' فون پر گپ شپ لگاتی ہوں' ہوٹلنگ کرتی ہوں' وغیرہ وغیرہ...... آپ کسی غلط فہمی میں مجھ سے شادی مت کیجیے گا' میں ایسی ہی ہوں بے پروا سی اور اسی میں خوش ہوں' خدا حافظ۔" نگین نے اس پر الوداعی نگاہ ڈالی اور تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی اور خرم اپنی جگہ پر شاکڈ رہ گیا۔

❁ ✿......❁......❁ ✿

ذوالنون واپس اسلام آباد چلا گیا تھا۔ تیمور حسن' افشین بھی آج رات کی فلائیٹ سے دبئی جا رہے تھے' تیمور حسن نے جانے سے پہلے وہاب احمد کو فون کر کے رانبیل اور علی کے اس ناگہانی نکاح کے حوالے سے بات کی۔

"وہاب' جتنی خاموشی اور راز داری سے رات کے اندھیرے میں یہ نکاح کیا گیا تھا اسے اتنی ہی خاموشی اور رازداری سے ختم کر دیا جائے تو بہتر ہے۔" تیمور حسن نے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا۔

"لیکن......!" وہاب احمد نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر تیمور حسن نے ان کی بات نرمی سے کاٹتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

"میری بیٹی اس شخص کو اب کبھی دیکھنا نہیں چاہتی' وہ ان فضاؤں سے بھی دور نکل جانا چاہتی ہے جن میں وہ سانس لیتا ہے' جن میں اس کی خوش بو بسی ہے اور میں اپنی بچی کو دکھ کے ساتھ ساری زندگی گزارنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا۔"

"میں آپ کی کیفیت کو سمجھ رہا ہوں تیمور بھائی' میں بھی

اسی کرب سے گزر رہا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ کچھ معاملات کو حالات پر' قسمت پر چھوڑ دینا چاہیے ہو سکتا ہے کہ وقت نے کہیں کچھ بہتر لکھا ہو' ہو سکتا ہے کہ یہ رشتہ قدرت کو منظور ہو۔" وہاب احمد نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو وہ کہنے لگے۔

"وہاب' وقت اور حالات کے انتظار میں میری بیٹی اس رشتے سے جڑی رہے گی اور اس اذیت کو پل پل سہتی رہے گی' وہ کبھی بھی نہیں بھول پائے گی' وہ سب جو یہاں اس کے ساتھ ہوا یہ رشتہ ختم ہو جائے گا تو آہستہ آہستہ وہ خود پہ یہاں ہونے والے ستم بھی بھول جائے گی لیکن یہ رشتہ اس کے زخم ہمیشہ ہرے ہی رکھے گا' میں کیسے اپنی بیٹی کو ہر پل تڑپتے دیکھ سکتا ہوں' جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ ہمیں اتنی تکلیف اور اذیت دے رہا ہے تو رانبیل کا دل یہ سب کیسے سہہ رہا ہوگا۔ کچھ اندازہ ہے تمہیں؟"

"بھائی صاحب! اس کا دل تو بہت بڑا ہے جب ہی تو سب ستم سہہ لیے سب کو معاف کر دیا' علی کو بھی......" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ کو قبول نہیں کرنا چاہتی' یہ رشتہ باقی نہیں رکھنا چاہتی جو مجبوراً اور زبردستی جوڑا گیا تھا۔ کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو وہاب کے ایک انیس برس کی لڑکی کے لیے کتنا تکلیف دہ ہوگا یہ سب کے جس نے اسے گھاؤ دیا ہو' بے اعتبار و بے یقین کیا ہو' اس کے خلوص اور پیار پر شک کیا ہو' اسے پھر اسی کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا جائے۔" تیمور حسن نے کربناک لہجے میں کہا تو وہاب احمد سنجیدگی سے بولے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تیمور بھائی لیکن علی نے وہ سب دل سے نہیں کہا' وہ تو رانبیل کے لندن جانے کا سن کر بدحواس ہو گیا تھا' وہ اسی بدحواسی' غصے' بے کلی' بے بسی اور جھنجلاہٹ میں جو سب کہہ گیا ورنہ وہ تو رانبیل سے بہت پیار کرتا ہے...... پھر بھی میں بات کروں گا علی سے۔ میں بھی تو باپ ہوں رانبیل کا مجھے بھی اپنی بیٹی کی تکلیف کا احساس ہے اور میں بھی اس کے بہتر مستقبل کا خواہاں ہوں تیمور بھائی' ان شاء اللہ ہماری بیٹی کے حق میں بہت بہتر ہوگا۔"

"ان شاء اللہ' لیکن یہ بات علی کو سمجھا دیجیے گا کہ رشتہ دونوں فریقین کی مرضی سے آگے بڑھتا ہے' ایک چاہے اور دوسرا نہ چاہے تو رشتہ نہیں نبھتا' نبھ بھی جائے تو بھی اس میں محبت نہیں ہوتی محض سمجھوتہ ہوتا ہے' ایک مجبوری کا بندھن' بے بسی کا سودا' اور میں اپنی بیٹی کے لیے ایسا رشتہ کبھی نہیں چاہوں گا' علی اسے بسانا چاہتا ہے یا نکاح ختم کرنا چاہتا ہے یہ میرے لیے اہم نہیں ہے' میرے لیے یہ بات اہم ہے کہ میری بیٹی علی کے ساتھ یہ رشتہ باقی نہیں رکھنا چاہتی' میرے لیے میری بیٹی کی بات زیادہ اہم ہے...... مگر ہوگا وہی جو میرے اللہ کی مرضی ہو۔" تیمور حسن نے سنجیدگی سے کہا۔

"بے شک اور اللہ وہی کرتا ہے جس میں ہماری بہتری ہوتی ہے۔" وہاب احمد نے سنجیدگی اور پریقین لہجے میں کہا۔

"بالکل۔" تیمور حسن نے دل سے کہا اور الوداعی کلمات کے بعد فون بند کر دیا۔

......☆☆☆......

نگین اور نوفل گلشن علی میں موجود تھے' نگین وہ تمام تحائف اسے واپس کرنے آئی تھی جو علی نے رانبیل کو دیے تھے اور رانبیل جاتے وقت نگین کے حوالے کر گئی تھی کہ وہ علی کو لوٹا دے۔

"علی بھائی' ہم یہ آپ کی امانت لوٹانے آئے تھے۔ رانبیل نے کہا تھا آپ تک پہنچا دوں۔" نگین نے شاپنگ بیگز میز پر رکھتے ہوئے کہا اور وائٹ گولڈ کی چین علی کی طرف بڑھا دی۔

"یہ کیوں واپس کر دی؟" علی وہ چین دیکھ کر تڑپ کر بولا۔

"اتنا بے وقعت تو نہ محسوس کر رہا ہوتا میں۔"

"وہ اب آپ کو کبھی دیکھنا نہیں چاہتی۔" نگین نے دکھ سے بتایا۔

"وہ مجھے کبھی نہیں دیکھنا چاہتی یعنی وہ چاہتی ہے کہ

میں کسی کو بھی زندہ نہ دکھائی دوں...... ہاں ٹھیک ہی تو ہے' اب زندہ رہ کر میں کروں گا بھی کیا؟'' علی نے بے جان اور ٹوٹے ہوئے لہجے میں مدھم آواز میں کہا نوفل اور تمکین نے پہلے رحم بھری ترس کھاتی نظروں سے علی کو دیکھا اور پھر بے بسی سے ایک دوسرے کو۔

''سوری علی بھائی' مگر وہ کہہ گئی ہے کہ آپ زبردستی اور مجبوری کے اس رشتے کو ختم کردیں۔'' تمکین نے سنجیدہ لہجے میں کہا دل دہائی دے رہا تھا' اسے علی اور رابیل کی جوڑی پرفیکٹ جوڑی لگتی تھی مگر یہ سب قسمت کے کھیل تھے کہ حالات اس نہج پر آگئے تھے جس رشتے میں محبت پنپ رہی تھی اب وہ رشتہ کمزور ٹہنی کی طرح شجر جاں پر جھول رہا تھا۔

''کوئی انسان اپنے ہاتھوں سے خود کو کیسے ختم کرسکتا ہے تگی؟'' وہ کرب سے بولا' سوال ذومعنی تھا۔

''اسے بھی مجھ سے محبت ہوگئی تھی تو پھر وہ محبت ختم کیسے ہوگئی؟ محبت تو ہمیشہ دل میں سجدہ ریز رہتی ہے' وقت' حالات و واقعات کبھی محبت پر اثر انداز نہیں ہوتے اس طرح سے تو کبھی نہیں ہوتا کہ محبت ختم ہی ہوجائے۔''

''علی بھائی' وہ نفرت نہیں کرتی آپ سے' بلکہ وہ تو کسی سے بھی نفرت نہیں کرسکتی لیکن رابیل ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہے جو خود کو تکلیف پہنچانے اور زخم دینے والوں سے سچائی کی امید رکھتے ہیں' چارہ گری کی بھیک مانگتے ہیں' بہت مشکل ہوتا ہے زخم دینے والے کے ساتھ زندگی گزارنا اس طرح تو زخم کبھی نہیں بھرتے تاعمر رستے رہتے ہیں۔'' تمکین نے بہت سنجیدہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کہا۔

''میں نے اسے زخم دیا ہے نا تو مرہم بھی میں ہی لگاؤں گا' وہ اس طرح مجھے چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔'' علی نے بے قراری سے کہا اب اسے کوئی پروا نہیں تھی کہ وہ لوگ اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں' کیا کہتے ہیں؟ وہ جو سنجیدہ' اور ریزرو انسان مشہور تھا محبت نے اسے اس طرح سے سب کے سامنے بے نقاب کردیا تھا کہ اپنے اس پاگل پن پہ نہ صرف وہ خود حیران تھا بلکہ وہ سب بھی حیرت زدہ تھے جو اس کو بہت قریب سے جانتے تھے' اس کے گھر والے اور ''وہاب لاج'' کے مکین سب ہی اس میں شامل تھے۔

''وہ رات کی فلائٹ سے واپس جاچکی ہے علی بھائی۔'' نوفل نے رنجیدگی سے بتایا تو علی نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''وہ کہیں نہیں گئی' یہیں ہے اسی دنیا میں ہے نا' اس کرہ ارض سے باہر تو نہیں ہے نا وہ...... میں اسے واپس لاؤں گا یہاں' محبت اپنے مدار سے باہر نکل ہی نہیں سکتی' جیسے زمین اپنے مدار کے گرد گھومتی ہے اس سے ذرا باہر ہٹی تو تباہی اور بربادی اس کا مقدر ہے۔ اسی طرح محبت بھی ہمیشہ اپنے مدار کے گرد گھومتی ہے' اپنے مدار سے نکلنے کا سوچ ہی نہیں سکتی' کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اس مدار سے باہر اس کی موت ہے۔''

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

''امی! آپ کو کیا ضرورت تھی تگی کے گھر بیٹھ کر اپنے نیک خیالات کا اظہار کرنے کی؟'' خرم نے ثمینہ کو ناراض نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے تو ایسا کیا کہہ دیا میں نے' یہی تو کہا تھا کہ تگی کی شادی تم سے نہیں کروں گی۔'' ثمینہ نے تیزی سے کہا۔

''تو وہاں کسے پتا تھا کہ آپ کے گھر میں میرے اور تگی کے رشتے کی کوئی بات چل رہی ہے یا آپ پھپھو سے تگی کے رشتے کی بات کرنا چاہتی تھیں' اور پھر آپ کا ارادہ بدل گیا۔'' وہ غصے سے بولا۔

''اوہو! اس ساری بحث کا مقصد کیا ہے آخر؟'' زاہد ماموں نے ٹی وی سے توجہ ہٹاتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا تو ثمینہ نے بھی خرم کو دیکھتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''ہاں ذرا بتاؤ' تو تم اس بحث کا مطلب؟''

''مبارک ہو امی جان آپ کا مطلب پورا ہوگیا ہے آپ نے جو کچھ وہاں پھپھو کے گھر ارشاد فرمایا تھا نا وہ سب تگی نے اپنے کانوں سے سن لیا تھا۔'' خرم کے اس انکشاف پر وہ دونوں حیرت سے منہ پر ہاتھ رکھے ایک

دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''اسی لیے کہتا ہوں ثمینہ بیگم کہ کم بولا کرو اور جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ ہم نوشین کی عیادت کے لیے جارہے ہیں' تو کیا ضرورت تھی بلاوجہ تگی کے رشتے کے حوالے سے فضول باتیں کرنے کی اور گھر پہ تم اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرچکی تھیں' پھر وہاں جاکے تمہاری زبان پہ کھجلی کیوں ہوئی؟ دیکھ لیا نتیجہ' اپنی بے وقوفی اور لاپروائی کا' تگی پہلے کیا کم پریشان اور دکھی تھی' اپنی ماں اور بہن کے لیے جو تم نے اس کے زخموں پر نمک پاشی کردی' وہ بھی اس کے گھر جاکر بڑے افسوس کی بات ہے' اب میں کس منہ سے تگی کے سامنے جاؤں گا؟ کیا سوچ رہی ہوگی وہ؟'' زاہد ماموں نے پریشانی سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے کہا۔

''میں خود بات کرلوں گی تگی سے۔''

''کرلی تم نے بات۔'' زاہد ماموں نے تاسف سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

''بات کرنے سے پہلے ہی بگاڑ کر رکھ دی ہے' کیا کہوگی' تگی سے کہ کیوں کی تم نے وہ فضول بات؟ وہ کون سا تمہاری بہو بننے کو بے تاب ہورہی تھی' اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا خرم کے بارے میں۔''

''لیکن ابو! میں نے ہمیشہ تگی سے پیار کیا ہے اسی کے بارے میں سوچا ہے' اسی کو اپنی شریک حیات بنانے کے خواب دیکھے ہیں اور اگر تگی میری دلہن نہ بن سکی تو میں کبھی شادی نہیں کروں گا؟'' خرم نے فیصلہ کن اور اٹل لہجے میں کہا۔

''سنا آپ نے ثمینہ بیگم!'' زاہد ماموں نے بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اب جو کچھ آپ تگی کے حوالے سے کہہ چکی ہیں وہ تگی کبھی نہیں بھول پائے گی اور ہوسکتا ہے اگر ہم اب اس کا رشتہ مانگنے جائیں تو وہ خود ہی اس رشتے سے انکار کردے۔''

''وہ آل ریڈی انکار کرچکی ہے ابو! اس نے صاف کہا ہے کہ آپ لوگ اس کا رشتہ مانگنے نہ آئیں کیونکہ وہ کسی بھی گھر میں ان چاہی بہو بن کر نہیں جائے گی۔'' خرم نے صورت حال کی سنگینی سے انہیں آگاہ کیا تو وہ شرمندہ سی ہونٹ کاٹنے لگیں۔

''میری خوشی تو پہلے بھی تگی ہی تھی امی' مگر آپ بھول گئیں شاید اور اب مت بھولیے گا کہ وہ مجبوری اور زبردستی کے کسی بندھن میں نہیں بندھنے والی' آپ خلوص دل سے' نیک نیتی اور ایمان داری سے اسے اپنی بہو بنانے کے لیے تیار ہوں' تو ہی اس سے بات کیجیے گا۔ صرف میری خوشی کے خیال سے وہاں رشتہ مانگنے کے لیے آپ نہیں جائیں گی' کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کل اگر تگی اس گھر کی بہو بن کر آجائے تو آپ اسے دل سے قبول نہ کریں اور اس کی ماں کے حوالے سے اسے باتیں سنائیں یا طعنے دیں...... میں ساس' بہو کی روایتی چپقلش نہیں چاہتا گھر میں سو پلیز جو بھی کریں سوچ سمجھ کر کریں۔'' خرم نے نہایت سنجیدگی سے انہیں اپنی بات سمجھائی اور اب ثمینہ کو اپنی کم عقلی اور نادانی پر افسوس ہورہا تھا۔ بات بگاڑی تھی اب اسے سدھارنا بھی تو انہی کو تھا کیسے؟ یہ وہ سوچنے میں جت گئی تھیں۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

کرن نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگایا تو ٹھنڈی چائے اسے اس کی گمشدگی کا احساس دلا رہی تھی۔ ذوالنون ابھی تک نہیں لوٹا تھا وہ اس سے ناراض بھی تھی مگر بھلانے پہ قادر نہیں تھی' کچی عمر کی پکی محبت تھی جو دل میں بہت مضبوط جڑ پکڑ چکی تھی اور جڑ سے اگر کسی پیڑ کو اکھاڑا جائے تو صرف پیڑ ہی متاثر نہیں ہوتا وہ زمین بھی بنجر ہوجاتی ہے جس سے پیڑ جدا ہوتا ہے۔ زمین دل سے محبت کا شجر اکھڑ جائے تو باقی کچھ نہیں رہتا اور کرن کو یہ احساس پل پل ہوتا اور وہ سہم سی جاتی تھی اس خیال سے کہ اگر ذوالنون اس کی زندگی کا ساتھی نہ بن سکا تو وہ کیسے جی پائے گی؟ کرن نے بہت دنوں سے اسے کوئی میسج نہیں کیا تھا لیکن اب دل کی تڑپ اور بے قراری عروج پر تھی اس نے موبائل اٹھایا اور میسج ٹائپ کرنے لگی۔

"ایک بات کہوں برا تو نہیں مانو گے؟ یاد کرنے کے بارے میں بہت خود غرض ہو تم۔"

"اچھا!" ذوالنون کا فوری جواب آیا۔

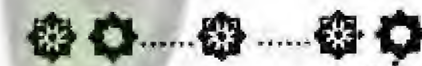
"کب آؤ گے؟" کرن نے بے کلی سے پوچھ ہی لیا۔

"میں راستے میں ہوں صبح تک ان شاء اللہ پہنچ جاؤں گا۔" ذوالنون نے اسے بتا کر اس کی بے قراری کم کرنا چاہی۔

"اچھا تم ناراض تو نہیں ہونا میں اس روز کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔"

"بس یہی عادت اس کی مجھے اچھی لگتی ہے
اداس کرکے کہتا ہے ناراض تو نہیں ہونا!"

کرن نے شعر میں جواب سینڈ کیا جسے پڑھ کر ذوالنون کا دل دکھ سے بھر گیا اور پھر اس نے کرن کو کوئی جواب نہیں دیا۔



تیمور حسن، افشین اور رابیل ہیتھرو ائرپورٹ لندن سے باہر آئے تو نبیل انہیں خوش آمدید کہنے کے لیے سراپا انتظار تھا۔

"بھائی......" رابیل کی نظر نبیل پر پڑی تو وہ خوشی سے دوڑتی ہوئی اس کی طرف بڑھی، نبیل بھی بانہیں پھیلائے اس کی طرف لپکا اور گرم جوشی سے اسے گلے لگالیا۔

"کیسی ہے میری ایشین ڈول؟" نبیل نے اس کے سر پر بوسہ دے کر محبت سے پوچھا، اس کے لہجے میں برادرانہ محبت وشفقت چھلک رہی تھی۔ رابیل کو رونا آ گیا، وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ نبیل اس کا بھائی نہیں ہے یا دودھ شریک بھائی ہے وہ تو بس اس کے لیے بھائی تھا سگا، سچا اور اپنا بھائی، اور دوست بھی جسے پاکستان جا کر اس نے بہت مس کیا تھا۔

"بہت اداس ہوگئی تھی میں آپ کے بغیر، بہت مس کیا میں نے آپ کو۔" اس نے روتے ہوئے بتایا۔

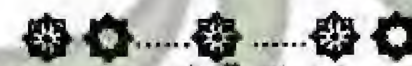
"میں نے بھی اپنی بہن کو بہت مس کیا، مگر یار روؤ تو نہیں ناں۔" نبیل نے محبت سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا پھر وہ تیمور حسن اور افشین سے گلے ملا، انہیں حج کی مبارک باد دی اور پھر وہ سب گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔

رابیل بہت جذباتی ہو رہی تھی آنسو آپ ہی آپ بہہ رہے تھے۔ اس خیال سے کہ وہ کتنے بڑے امتحان سے گزر کر آرہی ہے، کتنی اذیتیں جھیل کر آئی ہے اور اپنا گھر تو اپنا ہی ہوتا ہے، جنت سے بڑھ کر حسین اور راحت بخش۔

"تم پھر رونے لگیں۔" نبیل نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور صوفے پر دونوں ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ تیمور حسن اور افشین رابیل کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے اور دکھی ہو رہے تھے۔ سمجھ سکتے تھے کہ وہ یہاں آکر کتنی پرسکون اور محفوظ محسوس کر رہی ہے خود کو۔ اس کے لیے تو وہی اس کے ماں باپ اور بھائی تھے۔

"پاپا، میں نے کہا تھا ناں آپ سے کہ رابیل کو میرے پاس ہی چھوڑ جائیں، اسے میرے بغیر رہنے کی عادت نہیں ہے، وہاں اتنے دن نجانے کیسے رہے گی؟ اب دیکھیں تو اس کی رنگت کتنی زرد پڑ گئی ہے، خوشی کی کوئی رمق اس کے خوب صورت چہرے پر نہیں ہے آنکھوں کی شوخی، شرارت کی جگہ اداسی اور آنسو بھرے ہیں۔ کہاں بھیج دیا تھا آپ نے میری بہن کو؟" نبیل نے تیمور حسن کو دیکھتے ہوئے دوستانہ انداز میں شکوہ کیا تو رابیل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور تیمور حسن افسردگی سے بولے۔

"سوری بیٹا، غلطی ہوگئی، ہمیں رابیل کو وہاں نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔"



رابیل تو لندن پہنچ چکی تھی لیکن علی کا دل بھی اس کے تعاقب میں نکل گیا تھا۔ وہ اپنی ڈائری کھولے بیٹھا تھا، رابیل کا دیا ہوا سفید گلاب جو سوکھ چکا تھا، کتنا تر و تازہ احساس دلا رہا تھا ابھی تک، خوش بو دے رہا تھا۔ علی کو بند آنکھوں اور کھلی آنکھوں میں بس رابیل کا چہرہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس سے کہہ رہی ہو۔

"کیسا لگ رہا ہے مجھے گنوا کر مجھے رلا کر؟"

"رابیل، نہیں جی پاؤں گا میں تمہارے بغیر۔"

"علی بیٹا، میں کل واپس اسلام آباد جا رہی ہوں، وہاں بھی گھر اکیلا ہے ضرورت ہے میری وہاں۔" امینہ نے اس کے کمرے میں آ کر اسے بتایا۔

"ٹھیک ہے امی، ڈرائیور آپ کو چھوڑ آئے گا۔" علی نے دھیان کا رخ رابیل سے امینہ کی طرف موڑتے ہوئے کہا تو وہ اس کے پاس بیٹھ گئیں اور اس کے اداس چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"علی بیٹا، ہونے والی بات تھی ہوگئی اب خود کو کوستے رہنے، یوں افسردگی کا لبادہ اوڑھنے یا دنیا تیاگ دینے سے کیا حاصل؟ خود کو سنبھالو، حقیقت کو قبول کرلو اور اپنے بزنس کی طرف توجہ دو جو تم نے اتنی محنت سے دن رات کی جدوجہد کے بعد اسٹیبلش کیا ہے۔"

"جی امی۔" علی نے ان کی جانب بنا دیکھے اتنا ہی کہا۔

"مجھ سے ناراض ہو ابھی تک۔" امینہ نے بے چینی سے پوچھا۔

"مجھے کسی سے بھی ناراض ہونے کا کوئی حق نہیں ہے امی، اپنے آپ سے بھی نہیں۔" وہ افسردگی سے بولا۔

"علی، مانا کہ رابیل کے ساتھ ہم نے بہت زیادتی کی ہے لیکن وہ ہمیں معاف کرچکی ہے پھر یہ بے چینی کیسی؟ تمہیں پرسکون ہوجانا چاہیے اب۔"

"سکون اس کی معافی سے نہیں محبت سے ملے گا۔ اس کی معافی نے مجھے دوہرے عذاب میں مبتلا کردیا ہے، کاش! وہ مجھے معاف نہ کرتی، ٹھیک کہا تھا کہنے والوں نے معافی سے بہترین انتقام کوئی نہیں ہے اور بنا مانگے مل جانے والی معافی ایسی ہی ہوتی ہے جیسے بنا مانگے محبت مل جائے اور انسان اس کی قدر و قیمت سے ناآشنا رہے اور بے خبری میں اسے گنوا دے وہ تو اسے اپنا حق سمجھ کر قبول کرے گا ناں۔ قدر تھوڑی کرے گا اس کی، قدر تو اس کی ہوتی ہے جو چیز آپ محنت سے حاصل کرپائیں۔ جو چیز بنا محنت کے بغیر حاصل ہوجائے اس کی قدر کیسے ہوسکتی ہے ہمیں؟ مجھے بھی تو رابیل اور اس کی محبت بنا مانگے مل گئی تھی، جب ہی میں نے قدر نہیں کی، یہ سوچا ہی نہیں کہ وہ مجھ سے دور بھی جاسکتی ہے، چھن بھی سکتی ہے۔" علی کے ہر لفظ سے بے بسی، افسردگی، احساس محرومی اور احساس ندامت عیاں تھا، اس کا روم روم اذیت میں مبتلا تھا، اس کی رگ رگ میں سسکیاں گونج رہی تھیں، اس کے وجود کے گوشے گوشے میں محبت بین کر رہی تھی، روح جسم کی دیواروں سے لپٹی رو رہی تھی، تڑپ رہی تھی، دل لہو رنگ ہوا ہر ہر دھڑکن پر رابیل رابیل پکار رہا تھا۔ اس کی یہ حالت امینہ کو بہت دکھ دے رہی تھی۔

"علی میرے بچے سنبھالو خود کو یا پھر منالو اس کو۔" امینہ نے اسے اپنے سینے سے لگا کر پرنم لہجے میں کہا۔

"منانا تو پڑے گا ماں اگر جینا ہے تو اسے منانا تو پڑے گا۔" علی نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا، آنکھیں بھیگ رہی تھیں اور امینہ نے تڑپ کر اس کی اور رابیل کی سلامتی اور محبت بھرے ساتھ کی دعا مانگی تھی۔



"کہاں رہے تم اتنے دن تک؟" ذوالنون صبح کالج پہنچا تو کرن اسے دیکھتے ہی خوشی سے دوڑتی ہوئی اس کے پاس چلی آئی۔

"بتایا تو تھا، گھر گیا تھا۔" ذوالنون نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا اس کو دیکھ کر کرن کے چہرے پر جو خوشی اور رونق آئی تھی وہ صاف نظر آرہی تھی، ذوالنون کو اس پیاری لڑکی پر اس وقت آپ ہی آپ پیار آیا تھا جو اس کی سخت باتوں کے باوجود سب کچھ بھلا کر حق دوستی نبھانے اپنی محبت کا احساس دلانے چلی آئی تھی۔

"رابیل کیسی ہے اب؟"

"ٹھیک ہے لندن میں ہے اس وقت، تم سناؤ کیسی جا رہی ہے اسٹڈی۔"

"ٹھیک جا رہی ہے، تمہارا تو خاصا حرج ہوگیا اتنے دن کی چھٹیوں کی وجہ سے۔" کرن نے اسے دیکھتے

ہوئے کہا۔

''خیر ہے میں کور کرلوں گا۔'' ذوالنون نے بے نیازی سے کہا۔

''ہاں بھئی آئن اسٹائن کا دماغ ہے تمہارا تم تو کور کرہی لوگے فکر تو ہم جیسوں کو رہتی ہے جو روز رٹا لگاتے ہیں اور روز بھول جاتے ہیں۔'' فیصل نے مسکین سی صورت بنا کر کہا تو وہ ہنس پڑے۔

''وہ تمہاری مہوش کہاں ہے نظر نہیں آرہی؟'' ذوالنون نے فیصل کو دیکھتے ہوئے شوخ و شریر لہجے میں پوچھا تو وہ دل پہ ہاتھ رکھ کر اداکاری کرتے ہوئے بولا۔

''تمہاری مہوش یعنی میری مہوش کہہ کر تم نے دل باغ باغ کردیا۔''

''اچھا! تو لاؤ اس باغ میں سے ایک آدھ پھول مجھے بھی توڑ دو۔'' ذوالنون نے پر مزاح انداز میں کہا۔

''یار من' تمہارے پاس تو پورا گلدستہ موجود ہے' ذرا غور سے دیکھو تمہیں ایک آدھ پھول کی کیا ضرورت؟ اور ویسے بھی باغ اپنا اپنا' پھول بھی اپنا اپنا ہاں۔'' فیصل نے ہنس کر کرن کو دیکھ کر معنی خیز جواب دیا تو وہ سب ہنس پڑے مگر کرن خاموشی سے اپنی کلاس کی طرف چل دی۔

''اسے کیا ہوا؟'' ذوالنون نے ان دونوں کو دیکھا۔

''دکھ ہوا ہوگا اور کیا؟'' شبیر نے کہا۔

''دکھ' کیوں بھئی؟''

''اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا۔'' شبیر نے اس کی کم علمی اور ناسمجھی پر ماتم کرتے ہوئے کہا۔

''کون کیا؟ کرن ہی بے چاری مرجائے گی اس کی بے نیازی اور کج ادائی پر۔'' فیصل نے تیزی سے کہا تو ذوالنون بھڑک کر بولا۔

''کیا بکواس کررہے ہو تم دونوں؟''

''ہاں بھائی جب محبت ہوگی اور دور وہ چلی جائے گی تب تجھے ہماری بکواس سمجھ میں آئے گی۔ کرن کے حوالے سے ہم تجھ سے مذاق کرتے رہتے ہیں اور تو جس پر وہ دل وجان سے مرتی ہے' تجھے اس کا کوئی خیال ہی نہیں ہے۔ یہاں ایک ہفتے تک تو نہیں تھا تو وہ کتنی بجھی بجھی سی تھی۔'' فیصل نے سنجیدگی سے کہا تو وہ جھلا کر بولا۔

''شٹ اپ یار' ہم یہاں پڑھنے کے لیے آتے ہیں پیار محبت کرنے نہیں آتے' یہ سب چیزیں کیریئر بنانے کے بعد ہی اچھی لگتی ہیں' اپنا قیمتی وقت آئی لو یو کہنے اور سننے میں ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اپنی پوری توجہ اپنی تعلیم پر مرکوز رکھیں۔ اور کرن کہیں بھاگی نہیں جارہی اور نہ ہی مجھ پر مرتی ہے زندہ سلامت ہے اور سب سمجھتی ہے وہ۔''

''وہ تو سب سمجھتی ہے تم بھی کچھ سمجھتے ہو کہ نہیں۔ اس عمر میں اگر دل پر چوٹ لگ جائے نہ تو انسان ساری زندگی اس کا درد محسوس کرتا ہے۔ بس اسے کوئی چوٹ نہ پہنچانا' میرے دوست وہ بہت پیار کرتی ہے تم سے۔'' شبیر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''یہ سب احوال اگر ہمارے والدین کے علم میں آجائے نہ تو وہ ہمیں فوراً سے پہلے یہاں سے واپس بلوالیں گے اور ہماری جو کلاس لیں گے وہ علیحدہ' پڑھنے آئے تھے کچھ اور پڑھ رہے ہیں محبت واہ......'' ذوالنون نے مسکراتے ہوئے انہیں حقیقت کا رنگ دکھاتے ہوئے کہا تو فیصل بولا۔

''کہہ تو یہ بھی ٹھیک ہی رہا ہے بھئی۔''

''اچھا تو پھر چلو اس سے پہلے کہ ہمارے گھر والے ہماری کلاس لیں ہم اپنے اساتذہ کرام کے پاس جاکر اپنی کلاس لے لیتے ہیں۔'' شبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی یہی بہتر ہے۔'' ذوالنون نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو وہ دونوں ہنس کر اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔

❀ ✿......❀......❀ ✿

''پاپا' رابیل کو کیا ہوا ہے؟ اتنی ویک لگ رہی ہے لگتا ہے پاکستان کی آب وہوا اس نہیں آئی میری بہن کو اور وہ میڈیسن کیوں لے رہی ہے؟'' نبیل نے رابیل کو باہر لان میں جھولے پر بیٹھے کتاب میں گم خود ہی سوال جواب کرتے ہوئے تیمور حسن کے پاس بیٹھ کر پوچھا تو انہوں

نے اُفشین کی جانب دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا گویا انہیں عندیہ دیا تھا کہ وہ نبیل کو ساری بات بتادیں۔

''وہاں اس کی طبیعت کچھ خراب ہوگئی تھی۔'' تیمور حسن نے اس کی طرف دیکھ کر بتایا۔

''کیا ہوا تھا؟''

''نروس بریک ڈاؤن۔''

''واٹ......؟'' نبیل کے اوسان خطا ہوگئے' نروس بریک ڈاؤن کا سن کر۔ تیمور حسن اور اُفشین نے نہ صرف اس کے ہر سوال کا جواب دیا بلکہ جو کچھ بھی وہاب لاج میں رابیل پر بیتی اس کے گوش گزار کردی۔

''اوہ نو مائی گاڈ! آئی ڈونٹ بیلیو دس' میری بہن کے ساتھ اتنا سب ہوگیا اور اس نے اپنا دکھ مجھے بھی نہیں بتایا۔ اچھا کیا آپ اسے واپس لے آئے وہ لوگ میری بہن کے قابل ہی نہیں تھے' وہ کیا جانیں ہیرے کی قدر؟''

''نبیل!'' اُفشین نے اس کی جذباتی گفتگو سن کر سختی سے کہا۔

''بری بات ہے' وہ بڑے ہیں آپ سے۔''

''بڑے ہونہہ...... کیسے بڑے ہیں وہ جنہوں نے اتنی چھوٹی حرکت کی ہے' ان کا دل کیسے مان گیا میری معصوم بہن کے ساتھ یہ ظلم کرنے کے لیے؟ رابیل کو دیکھ کر تو ہر کسی کو اس پر پیار آنے لگتا ہے اور......'' نبیل غصے اور دکھ سے چیخ کر بولا۔

''بیٹا غصہ مت کرو اب سب ٹھیک ہوگیا ہے۔'' تیمور حسن نے اس کو نرمی سے سمجھانا چاہا۔

''ٹھیک ہوگیا' کیا ٹھیک ہوگیا ہے پاپا؟'' نبیل نے کانپتی آواز میں کہا اس کی نظریں کھڑکی سے باہر بیٹھی رابیل پر تھیں جو گم صم سی بیٹھی تھی۔

''حالت دیکھ رہے ہیں آپ رابیل کی' وہ لاکھ مسکرا مسکرا کے دکھائے ہمیں' مگر وہ خوش نہیں ہے' اس کی ہنسی روٹھ گئی ہے آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی ہے۔''

''بیٹا' ان شاء اللہ ہماری رابیل پہلے جیسی ہوجائے گی' وہ بہادر ہے۔'' اُفشین نے نرمی سے کہا۔

''مما بہادر انسان کو کیا دکھ نہیں ہوتا' آپ جانتی ہیں میں تو شاکڈ رہ گیا تھا ائرپورٹ پر اسے دیکھ کر۔ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میری شوخیوں اور شرارتوں سے بھرپور زندہ دل ہنسنے ہنسانے والی رابیل کے ساتھ اتنا برا ہوچکا ہے۔'' نبیل نے دکھ سے روتے ہوئے کہا تو تیمور حسن نے اٹھ کر اسے گلے سے لگایا' ان کی آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں۔

''بیٹے' اب آپ نے اپنی بہن کو سنبھالنا ہے' اسے پہلے کی طرح ہنسانا ہے' اس کی ول پاور بہت اسٹرونگ ہے' جب ہی وہ خود کو سنبھال پائی ہے لیکن دکھ نے اس کے اندر گھر بنالیا ہے اور یہ اندر کا دکھ انسان کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے پل پل مارتا ہے' ہمیں اس دکھ کو ختم کرنا ہے اب۔'' تیمور حسن نے دھیمے مگر پرنم لہجے میں کہا۔

❀ ✿......❀......❀ ✿

نگین' نوفل' ذوالنون اپنی توجہ پڑھائی پر مرکوز رکھے ہوئے تھے' وہاب احمد اور علی اپنے بزنس میں مشغول ہوگئے تھے۔ بظاہر سب مصروف تھے لیکن اندر باہر ایک چپ سی طاری تھی' ایک دکھ' رابیل' کو کھودینے کا دکھ سب کے اندر کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ خاص کر علی اور نوشی کا دل احساس جرم واحساس ندامت سے ہر پل بلکتا رہتا تھا۔ علی نے لاکھ خود کو مصروف کرلیا تھا مگر ذہن میں رابیل کا خیال ہر وقت رہتا تھا' گھر میں چوکیدار اور خانساماں کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا تھا۔ رات کی تنہائی میں وہ رابیل کی صورت دیکھتا رہتا اور بے چین و بے کل سا کروٹیں بدلتا رہتا۔

''رابیل! پلیز آجاؤ میں اتنی اذیت میں کبھی نہیں رہا' یہ عشق کا ہجر' محبت کی دوری اور پیار کی جدائی کا احساس بہت جان لیوا ہے۔ کیسے بتاؤں میں تمہیں کہ تم سے بچھڑنے کا احساس کیسا ہے؟'' علی نے رابیل کی تصویر پر نرمی سے محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دھیرے سے کہا اور آنکھیں موند لیں' بند آنکھوں کے کناروں سے دو آنسو خاموشی سے نکل کر رابیل کی تصویر بھگو گئے۔

❀ ✿......❀......❀ ✿

اگزامز ختم ہوتے ہی کرن نے سب دوستوں کو اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا۔ ذوالنون اس کے لیے ایک خوب صورت بکے لے کر گیا۔ کرنل ابرار اور مسز ابرار نے بہت محبت سے کرن کے دوستوں کو خوش آمدید کہا' پہلے ان سب کو سوپ سرو کیا گیا' وہ سب آپس میں گپ شپ کررہے تھے کہ فیصل نے کرن سے پوچھا۔

"کرن' کب جارہی ہو لندن؟"

"ان شاء اللہ بہت جلد۔" کرن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو ذوالنون نے چونکتے ہوئے کرن کی طرف دیکھا۔

"تم لندن کیوں جارہی ہو؟" ذوالنون کے سوال پر وہ سب ہنسنے لگے۔

"کیجیے جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے
باغ تو سارا جانے ہے............!"

فیصل نے ہنس کر ذوالنون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو تم سب کو معلوم تھا کہ کرن لندن جارہی ہے۔"

"ہاں ہم تینوں کو تو معلوم تھا اور یہ الوداعی پارٹی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔" مہوش نے مسکراتے ہوئے بتایا' ذوالنون نے کرن کی طرف دیکھا جو کاسنی اور سفید رنگ کے فینسی فراک پاجامے میں سجی سنوری بہت دلکش دکھائی دے رہی تھی۔

"اوکے گڈ۔" ذوالنون نے مسکرا کر کہا۔

"تم لندن جارہی ہو بتایا کیوں نہیں؟" ذوالنون نے موقع ملتے ہی کرن سے شکوہ کیا۔

"بتایا تو ہے۔" وہ مسکرائی۔

"اب بتایا ہے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"پہلے بتادیتی تو سرپرائز کیسے دیتی؟"

"اٹس اے شاکنگ سرپرائز۔" ذوالنون نے دل سے کہا۔

"فاریو۔" کرن نے پرامید نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"نو فار ایوری ون۔" یہ کہہ کر ذوالنون نے اس کی خوش امیدی پر پانی پھیر دیا۔

"واہ واہ خیال تو اچھا ہے دوست ایسا ہی ہونا چاہیے۔

ہو جو تعلق تو روح سے ہو
دل تو اکثر بھر جاتے ہیں۔"

ذوالنون نے اسے والہانہ پن سے تکتے ہوئے جواب دیا۔

"واہ واہ لگتا ہے تار مل گئے ہیں۔" سب کی واہ واہ میں فیصل نے جملہ کسا۔ کرن بلش ہوگئی۔

"سرسری ذکر کیا تھا عشق میں مرجانے کا
اب اسے ضد ہے کہ مر کے دکھاؤ ہم کو۔"

ذوالنون نے اپنے دلکش لہجے میں شعر سنایا۔

ابن آدم ہوں خطاؤں سے مبرا تو نہیں ہوں
ہنگامہ سا کیوں برپا ہے؟ محبت ہی تو کی ہے"

کرن نے جواباً یہ شعر پڑھا۔

ذوالنون بھی دل ہی دل میں اسے پسند کرتا تھا' چاہتا تھا مگر اس چاہت کو وہ دل میں چھپائے رکھتا تھا۔ اسے یہ وقت مناسب نہیں لگ رہا تھا دل کا احوال سنانے کو اور اب جب وہ لندن جارہی تھی یوں اچانک سے تو وہ اندر ہی اندر بجھ سا گیا تھا۔ کچھ دیر سب کے ساتھ گپ شپ کے بعد وہ خاموشی سے اٹھ آیا تھا۔

ذوالنون اٹھ کر جانے لگا تو مسز ابرار کی نظر اس پر پڑی' انہوں نے کرن کو آواز دی۔

"کرن بیٹا' دیکھو تمہارے گیسٹ جارہے ہیں کھانا کھائے بغیر روکو انہیں۔"

"جی ماما۔" کرن نے انہیں جواب دیا اور تیزی سے ذوالنون کی طرف چلی آئی۔

"ذوالنون کھانا لگ گیا ہے اور تم جارہے ہو۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے تم لوگ انجوائے کرو۔" ذوالنون نے مسکرا کر کہا تو وہ اتراتے ہوئے بولی۔

"میرے لندن جانے کا سن کر تمہاری بھوک مرگئی نا۔"

"او ہیلو میں ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ

لاہور اپنے گھر روانہ ہوجاؤں گا اس لیے جارہا ہوں تاکہ وقت پر بس پکڑ سکوں' بھوک لگے گی تو کھانا کھالوں گا سوپ کا شکریہ۔" ذوالنون نے فوراً بات بنائی ورنہ درحقیقت وہ سچ مچ اس کے جانے کا سن کر افسردہ ہوگیا تھا۔ کسی چیز میں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا ایک دم سے ہی جی اچاٹ ہوگیا تھا اس کا' وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا اس وقت اور کرن نے اسے آ پکڑا تھا۔

"تمہیں تو دل بھی رکھنا نہیں آتا ذوالنون' جاؤ معاف کیا تم بھی کیا یاد کروگے کس لونگ گرل سے دوستی کی تھی صرف دوستی ہے نا۔" کرن نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بیسٹ آف لک مائی فرینڈ' ٹیک کیئر اینڈ گڈبائے۔" ذوالنون نے بہت حوصلے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے پوچھوگے نہیں کہ میں کیوں جارہی ہوں لندن؟" کرن نے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر نکل آیا جہاں ایک طویل روش تھی اور دائیں بائیں لان تھے۔ کرن بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔

"کیوں؟" کرن نے اس کے سامنے آ کر اس کا راستہ روکتے ہوئے بےچینی سے پوچھا۔

"کس ناطے سے پوچھوں؟ میرا تم سے رشتہ ہی کیا ہے جو میں تم سے کچھ پوچھنے کی جسارت کرسکوں؟"

"ذوالنون' دوست ہو تم میرے۔"

"اچھا! سچ۔" ذوالنون نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"کیسا دوست ہوں میں جسے تم نے اتنی بڑی بات بتانا ضروری نہیں سمجھا؟ یہ تمہاری دوستی ہے محبت ہے' دوست سمجھتیں تو مجھے یوں بریکنگ نیوز نہ دیتیں۔ مجھ سے صلح مشورہ کرتیں مجھے بتاتیں کہ کب جارہی ہو لندن؟ کیوں جارہی ہو؟ لیکن نہیں تم نے شاید لندن جانے کا پروگرام اس لیے بنایا ہوگا کہ ذوالنون کو دھچکا لگے گا تم اس سے اس کی بےرخی' وبےنیازی کا بدلہ لوگی' دور جاکر۔ اسے یہ احساس دلاؤ گی اگر اسے تمہاری پروا نہیں ہے تو تم بھی اس کی پروا نہیں کرتیں۔ یہی بات تھی نا تمہارے دل ودماغ میں' ایک بات یاد رکھنا کرن' محبت زبردستی حاصل نہیں کی جاسکتی اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جواب میں' میں بھی تم سے محبت کرنے لگوں۔ محبت شرائط نہیں لگاتی' محبت کو ہونے کے لیے' دوسرے کی محبت کی چاہ رکھنا ضروری نہیں ہوتا' یہ محبت نہیں ہے کہ اگر محبوب نے نگاہ اٹھا کر آپ کی طرف نہیں دیکھا تو آپ بددل ہوکر خود بھی اس سے نگاہیں پھیرلیں...... محبت میں "لو اور دو" کا اصول نہیں چلتا اس میں تو انسان صرف دینا جانتا ہے اور تم کرن' تم ہمیشہ یہ چاہتی ہو کہ جو تم چاہتی ہو وہی دوسرے بھی چاہیں' ہمیشہ سب کچھ اپنی مرضی سے نہیں ہوتا میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا۔"

"ذوالنون! تم نے بہت غلط اندازہ لگایا ہے میرے متعلق میں کیوں تم سے بدلہ لینے کے لیے یہ سب کروں گی؟ جبکہ میں جانتی ہوں کہ تمہیں مجھ سے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے اور نہ ہی تم نے کبھی میری حوصلہ افزائی کی ہے اور نہ ہی تمہیں میرے جانے سے کوئی فرق پڑے گا۔ پھر میں کیوں کروں گی یہ سب...... مجھے تم سے محبت ہے اور تم مجھ سے محبت نہیں کرتے یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں اور میں نے اب اس حقیقت کو تسلیم بھی کرلیا ہے' مجھے بھیک میں تمہاری محبت نہیں چاہیے اور نہ ہی میں ہر وقت اپنی محبت کی تضحیک ہوتے' مذاق بنتے دیکھ سکتی ہوں۔ اس لیے یہاں سے جارہی ہوں اور میں وہیں ایڈمشن لے لوں گی میرے ماموں جان ہیں وہاں' میں وہیں رہوں گی۔ تم اطمینان رکھو اب میں تمہیں کبھی تنگ نہیں کروں گی کیونکہ مجھے سمجھ آگئی ہے تم ٹھیک کہتے ہو یہ وقت ہمارے لیے بہت قیمتی ہے' ہمیں محبت جیسی فضولیات میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور ویسے بھی محبت تو ہمیں کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی سے مل ہی جاتی ہے۔ مجھے بھی مل جائے گی بہت جلد میں تمہاری محبت کے بھوت سے چھٹکارا پالوں گی' تم میری فکر

مت کرنا اپنا خیال رکھنا۔ زندگی رہی تو پانچ سال بعد ملیں گے...... تب دیکھیں گے کہ کون کتنا کامیاب ہے' کرن ابرار یا ذوالنون احمد۔" کرن نے اس کی نہایت سنجیدہ اور تلخ لہجے میں کہی گئی باتوں کو بڑے صبر سے برداشت کیا اور مسکرا کر نرمی اور سنجیدگی سے اسے جواب دے کر حیران کردیا۔ آخر اسے اپنی لاج بھی تو رکھنی تھی۔ اپنا بھرم بھی تو قائم رکھنا تھا' پھر بھلا وہ کیسے نہ کہتی یہ سب' حالانکہ سچ تو یہی تھا کہ وہ اس کی مسلسل بے اعتنائی سے دل برداشتہ ہو کر اسٹڈیز کے لیے لندن جانے پر راضی ہوگئی تھی' اسے اپنی جدائی سے اپنی محبت کا احساس دلانا چاہتی تھی اور وہ ستم گر اسے کتنا سمجھتا تھا کہ سب کچھ جان گیا تھا اور اسے جتا بھی دیا تھا...... لیکن اس نے حوصلے اور اعتماد سے اس کی باتوں کی نفی کردی تھی یہ خود ذوالنون کے لیے بھی بہت حیرت کا باعث بنی تھی۔ وہ اس کے مسکراتے ہوئے چہرے کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا' شاید اس کی آنکھوں سے چہرے سے اس کے الفاظ کی سچائی جاننا چاہتا تھا' مگر کرن کمال کی اداکارہ تھی۔ اسے ذرا بھی شک نہیں ہونے دیا کہ اس کا دل اس کی باتوں کی سنگینی سے کیسا پارہ پارہ ہوا ہے یا اس کی چوری پکڑی گئی ہے۔

"اوکے بیسٹ آف لک۔" ذوالنون نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے کہا تو وہ خوش ہو کر بولی۔

"تھینکس' یونو...... میں بہت ایکسائیٹڈ ہوں لندن جانے کے لیے' وہاں پڑھنا' اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا میرا اسکول کے زمانے سے ہی خواب تھا' اور اب میرا خواب سچ ہونے جارہا ہے۔"

"تم لندن جا کر مجھ سے رابطہ رکھو گی؟"

"تم چاہتے ہو کہ میں لندن جا کر تم سے کانٹیکٹ رکھوں؟" کرن نے الٹا اسی سے سوال پوچھ لیا۔

"مرضی ہے تمہاری۔" ذوالنون نے کندھے اچکائے۔

"اگر تمہاری مرضی نہیں ہے تو میں تم سے رابطہ نہیں رکھوں گی اور ویسے بھی میں نہیں چاہتی کہ تم میرے یہاں سے جانے کے بعد بھی مجھے لیکچر دیتے رہو' کوستے رہو۔" کرن نے تیزی سے کہا تو وہ سنجیدہ اور تاسف زدہ لہجے میں بولا۔

"بہت افسوس ہورہا ہے تمہاری سوچ پر' میں نے تمہیں کبھی نہیں کوسا اور نہ آئندہ ایسا کوئی ارادہ ہے' اور اچھا ہے کہ تم میرے لیکچرز سے محفوظ رہو گی اور رابطہ تو دوستوں سے رکھا جاتا ہے' مجھے تم نے غیروں کی طرح بتایا کہ لندن جارہی ہو' مجھے دکھ ہوتا تمہارے جانے کا اگر تم اچھے دوستوں کی طرح مجھے سب کچھ بتاتیں' لیکن اب مجھے دکھ نہیں ہوگا۔ افسوس ضرور رہے گا کہ دوست نے دوستی کا مان نہیں رکھا۔"

"ذوالنون......" کرن نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر اشارے سے اسے روک دیا۔

"تم اندر جاؤ سب فرینڈز تمہارا ویٹ کررہے ہیں انجوائے دس پارٹی...... میں بھی چلتا ہوں کہیں بس مس نہ ہوجائے۔" ذوالنون اس پر الوداعی اور محبت بھری نگاہ ڈال کر تیزی سے گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ کرن شاکڈ سی اسے جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی۔

"ہمیشہ اپنی بات اوپر رکھتا ہے' کبھی میری نہیں مانتا' کبھی مجھے نہیں مناتا' الٹا خود ہی روٹھ کے چلا جاتا ہے کتنا کٹھور اور بے مہر ہے ذوالنون' کبھی دل کی آواز پر کان نہیں دھرتا ہمیشہ دماغ کی سنتا ہے۔ ذہین ہے' حسین ہے اسی لیے تو اتنا سنگین ہے۔ کوئی بات نہیں ذوالنون' ایک دن آئے گا جب تم صرف میری سنو گے' میری مانو گے' مجھے چاہو گے اور مجھے ہی اپناؤ گے اتنا یقین تو ہے مجھے اپنی محبت پر اسی لیے تو تمہیں آزاد چھوڑ کر جارہی ہوں' اگر تم میرے ہوئے تو تمہیں کوئی دوسری اپنا اسیر نہیں کرپائے گی۔ تم مجھے ضرور ملو گے محبت سمیت ملو گے۔" کرن نے دل میں اسے مخاطب کرتے ہوئے پریقین انداز میں کہا اور اپنی آنکھوں میں آئے آنسو چھپاتے ہوئے سب دوستوں کے ساتھ ڈنر میں شامل ہوگئی۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)



سباس گل

محبت دل کا سجدہ ہے

تعارف روگ بن جائے تو اس کو بھولنا بہتر
تعلق بوجھ بن جائے تو اس کو توڑنا اچھا
وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوب صورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

رابیل، افشین، تیمور حسن، وہاب لاج میں ملاقات کرنے آتے ہیں رابیل کا بڑا پن اور ظرف ہے کہ وہ اتنی زیادتیوں کے بعد بھی سب کو معاف کرنے کے بعد افشین اور تیمور حسن کے ساتھ واپس لندن چلی آتی ہے۔ نوشین بیگم کو ڈر ہے کہ ذوالنون کہیں حقیقت سے باخبر ہوکر افشین کے ساتھ لندن نہ چلا جائے مگر ذوالنون انہیں یقین دلاتا ہے کہ وہ انہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔ نگین علی کو رابیل کے دیے ہوئے تمام تحائف واپس کردیتی ہے یہ وہ تحائف ہیں جو علی نے رابیل کو دیے تھے علی کو دکھ ہوتا ہے کہ رابیل جاتے ہوئے ہر رشتہ ختم کرگئی ہے۔ تیمور حسن وہاب احمد سے علی اور رابیل کا نکاح ختم کرنے کا کہتے ہیں اب رابیل بھی یہ رشتہ قائم رکھنا نہیں چاہتی یہ بات وہاب احمد کو ششدر کردیتی ہے۔ زاہد ماموں اور ثمینہ ممانی، خرم کے کہنے پر نگین کا رشتہ لینے آتے ہیں۔ ثمینہ ممانی زاہد ماموں کو نگین کے حوالے سے اپنے خیالات سے آگاہ کررہی ہوتی ہیں اور نگین ان کی باتیں سن لیتی ہے اور دکھ وغصہ میں آکر رشتے سے انکار کردیتی ہے۔ خرم نگین کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے مگر اب وہ خرم سے اس حوالے سے بات کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔ رابیل لندن پہنچ جاتی ہے لیکن علی کا دل اپنے ساتھ لے آتی ہے ادھر علی کو اب کسی پل چین نہیں اسے رابیل کی یاد نے جکڑا رکھا ہے ذوالنون اسلام آباد آتا ہے تو کرن اس سے رابیل کی بابت پوچھتی ہے جس پر وہ رابیل کے لندن واپس جانے کا بتا کر پڑھائی کا پوچھتا ہے ذوالنون اس پر ابھی اپنی محبت عیاں نہیں کرنا چاہتا۔ نگین، نوفل اور ذوالنون اپنی توجہ پڑھائی پر مرکوز رکھتے ہیں علی اور وہاب احمد بزنس میں مصروف ہوجاتے ہیں بظاہر سب مصروف ہیں لیکن رابیل کو کھودینے کا دکھ سب کے اندر کنڈلی مارے بیٹھا رہتا ہے خاص کر علی اور نوشین کا دل احساس جرم اور ندامت سے ہر پل بلکتا رہتا ہے۔ کرن ایگزامز ختم ہونے کے بعد سب دوستوں کو اپنے گھر دعوت پر مدعو کرتی ہے وہیں ذوالنون کو کرن کے لندن جانے کی خبر ملتی ہے اور وہ برہم ہوکر وہاں سے چلا جاتا ہے کرن اس کے پیچھے آکر اسے منانے کی ناکام کوشش کرتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁❁❁......❁......❁❁❁

علی آفس سے گھر آیا تو پھر سے رابیل کی یاد جاگ اٹھی تھی اور وہ بے کل سا ہوکر کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔

"رابیل...... رابیل کیوں تڑپاتی ہو مجھے؟ اور کتنا مصروف رکھوں میں خود کو؟ ذرا فرصت ملتی ہے تو آن گھیرتی ہو۔ کام کروں تو بھی میرے آس پاس رہتی ہو۔ اتنی بڑی سزا تو نہ دو مجھے میری غلطی کی۔ جانتی ہو کیا بیت رہی ہے میرے دل پر تمہاری جدائی میں میں مرا نہیں ہوں تو جی بھی نہیں پارہا۔ کیسے پہنچوں تم تک؟ کیسے مانو گی رابیل؟" وہ اس کی تصویر کو دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب تھا۔

"محبت کرتے ہیں مجھ سے اور منانا بھی نہیں جانتے۔" رانیل کی آواز اس کی سماعتوں میں اتری تو وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اسے وہ کہیں نہیں دکھائی دی' یہ محض اس کا وہم تھا' خیال تھا وہ کمرے میں تنہا تھا' رانیل وہاں نہیں تھی۔

"تم محبت سے اسے واپس لا سکتے ہو..... لگن ہے نا دل میں اسے پانے کی تو محبت سے بڑھ کر کیا وجہ ہو سکتی ہے تمہارے اور رانیل کے ملن کے لیے..... جاؤ علی اسے منالاؤ۔" دماغ نے صلح دی' تو وہ سوچنے لگا کہ رانیل تک کیسے پہنچا جائے؟ اس کے ذہن میں وہاب احمد سے بات کرنے کا خیال آیا' وہ تو ان سے بھی نادم تھا مگر اب سامنا تو ہر صورت کرنا تھا ان کا بھی اور رانیل کا بھی۔

......☆☆☆......

تمکین کے سیل فون پر کافی دیر سے خرم کی کال آرہی تھی اور وہ اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔ نوفل نے دیکھا تو سیل اٹھا کر اسے دے دیا۔

"لو بات کرو خرم بھائی ہے۔"

"تم بات کرلو۔" تمکین نے سیل فون اس کی طرف بڑھایا۔

"انہوں نے اگر مجھ سے بات کرنی ہوگی تو میرے سیل پر کال کرلیں گے' وہ آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔"

"لیکن میں ان سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"کوئی پرابلم ہے کیا؟" نوفل نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔

"کوئی پرابلم نہ ہو اسی لیے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"تمہاری مرضی۔"

"ویسے ہم سب بھی اپنی اپنی جگہ کنفیوژ اور بے چین ہیں' آپ بتائیں کون خوش ہے؟ مام وہ ہر وقت اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑی رہتی ہیں' ڈیڈی رانیل اور علی بھائی کے رشتے کو لے کر پریشان ہیں' علی بھائی اپنی جگہ الگ پریشان اور افسردہ ہیں' رانیل کو چاہتے ہیں اسے اپنی دلہن بنانا چاہتے ہیں مگر ان کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ اس تک کیسے پہنچیں؟ اسے کیسے واپس لائیں؟ کیسے اپنی محبت کا یقین دلائیں؟ اور آپ..... آپ ممانی کی باتوں کو دل پہ لے بیٹھی ہیں اور کنفیوزیشن کا شکار ہیں کہ خرم بھائی سے آپ کو بات کرنی چاہیے یا نہیں۔"

"تمہیں کیسے پتا؟" تمکین کو اس کی آخری بات نے حیران کر دیا' فوراً سوال کیا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میں بھی اب اپنے کان اور آنکھیں کھلی رکھتا ہوں' سب جانتا ہوں کہ اس گھر میں کس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ذوالنون بھیا کے ایگزامز ختم ہوگئے ہیں' لیکن ایک اور امتحان ان کے لیے شروع ہوگیا ہے۔"

"یا اللہ خیر' کیا ہوا ذوالنون کو؟" تمکین نے پریشان ہو کر پوچھا تو وہ بتانے لگا۔

"پیار ہوا یا نہیں ہوا یہ تو وہ ظاہر نہیں کر رہے کسی پر' مگر ان پر دل و جان سے فدا ان کی دوست کرن بھی لندن جا رہی ہے اپنی اسٹڈی کے لیے۔"

"یہ ہر ہیروئن لندن ہی کیوں جا رہی ہے اور تمہیں یہ ساری انفارمیشن کس نے دی؟"

"میری اپنی سی آئی ڈی ہے میں بھائی کے دوستوں سے بھی رابطے میں ہوں آج کل' بھائی نے ان کے سیل نمبرز دیے تھے تاکہ اگر کبھی بھائی سے کانٹیکٹ نہ ہو سکے تو ہم ان کے فرینڈز کو کال کر کے ان کی خیریت معلوم کرلیں اور انہیں کوئی میسج دینا ہو تو وہ بھی دے سکیں۔" نوفل نے اسے بتایا اور ساتھ ہی اپنے موبائل پر آنے والا میسج پڑھنے لگا' علی نے ایک نظم بھیجی تھی اور نوفل سمجھ گیا تھا کہ یہ نظم علی نے رانیل کے لیے بھیجی ہے اس نے مسکراتے ہوئے وہ نظم رانیل کے نمبر پر فارورڈ کردی۔

"مسکرا کیوں رہے ہو؟" تمکین نے پوچھا تو وہ ہنس کر بولا۔

"پیغام رسانی کر رہا ہوں علی سے رانیل تک۔"

"اللہ کرے علی بھائی اور رانیل ایک ہو جائیں۔"

"آمین۔" نوفل نے دل سے کہا۔



نوفل کے نمبر سے موصول ہونے والی نظم وہ جوں جوں پڑھتی جارہی تھی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جارہی تھیں۔ نظم کے آخر میں لکھا تھا میسج فرام علی عثمان۔"

"علی......" رابیل کے لب ہلے علی کی صورت آنکھوں کے سامنے آ گئی اور وہ جو اس کے خیال سے بچنے کی سعی کررہی تھی پھر سے اس کے سحر میں گم ہونے لگی اس نے پھر سے وہ نظم پڑھنا شروع کی۔

"تمہاری ٹوٹتی سانسیں
ہماری سوچتی آنکھیں
ہماری جاگتی راتیں
ہوا کے دوش پہ دکھ سناجاتیں
تمہیں واپس بلاتی ہیں......!
سنو تم لوٹ آؤنا جہاں بھی ہو
تمہارے بعد جو بھی ہے
تمہارے سوگ میں ڈوبا ہوا ہے
وقت کی سوئی اسی لمحے پہ ٹھہری ہے
جہاں تم نے بچھڑنے کا ارادہ کرلیا تھا
اور میں یادوں کے جھگڑ میں اکیلا
رہ گیا تھا
تمہیں معلوم ہے جب دل دھڑکتا ہے
تمہارا نام لیتا ہے......!
یہ آنسو جب بھی بہتے ہیں تمہارے دکھ میں بہتے ہیں
ہوائیں جب بھی گلیوں میں بھٹکتی ہیں
تمہیں ہی گنگناتی ہیں
تمہارا بین کرتی ہیں
یہ بارش جب بھی ہوتی ہے تمہاری یاد کی شمعیں جلاتی ہے
شفق مجھ کو تمہارے وصل میں بھیگے ہوئے
ان موسموں کے ان گنت قصے سناتی ہے
سنو جب تم نہیں ہو تو
یہاں ہر سمت اب اک خوف ہے اک درد ہے
اک آہ و زاری ہے
سنو تم لوٹ آؤنا!
جہاں تم ہو وہ دنیا کب تمہاری ہے
سنو تم لوٹ آؤنا
تمہارے بعد جو بھی ہے
تمہارے سوگ میں ڈوبا ہوا ہے!

"تو یہاں کون سی بہار چھائی ہے علی صاحب! اور آپ کو پیغام بھیجنے کے لیے نوفل کا سہارا کیوں لینا پڑا؟ مجھ سے براہ راست مخاطب ہونے کی ہمت بھی نہیں ہے آپ میں، سب نے کوئی نہ کوئی چوٹ پہنچائی تھی لیکن آپ سے تو ایسی امید نہ تھی۔ محبت دے کر جو زخم آپ نے مجھے دیا ہے وہ اب تک ہرا ہے اور اس زخم نے میری زندگی کے بدن سے سارا لہو نچوڑ لیا ہے، کاش! کہ مجھے آپ سے محبت نہ ہوئی ہوتی تو شاید یہ زخم اتنی تکلیف کا باعث نہیں بنتا۔" رابیل نے دل میں علی کو مخاطب کرکے کہا اور پھر رابیل کی آنکھیں بھی شب کی پلکوں کے ساتھ ساتھ بھیگتی چلی گئیں۔



خرم کا فون آرہا تھا۔ نگین پچھلے کئی روز سے اس کی کالز اور میسجز نظر انداز کررہی تھی، لیکن اس وقت اسے اس پر رحم آہی گیا اور اس نے اس کی کال اٹینڈ کرلی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! کیسی ہو نگی؟ کہاں ہو تم، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا میں کتنے دن سے ٹرائی کررہا ہوں، تم جواب کیوں نہیں دے رہیں، ناراض ہو اب تک؟" خرم تو اس کی آواز سنتے ہی بے قراری سے سوالات کرتا چلا گیا، نگین کو اس کی بے قراری پر ہنسی آنے لگی تھی مگر اس نے ضبط کرلی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور میرا خیال ہے کہ ہمارے بیچ ایسا کوئی رشتہ یا تعلق نہیں ہے کہ میں آپ سے ناراض ہوؤں۔" نگین نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا تو وہ تڑپ کر بولا۔

"پلیز نگین! ایسے تو مت کہو، ہم کزن ہیں اور میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔"

"آپ نے یہی کہنے کے لیے فون کیا تھا مجھے؟"

"پلیز ایک بار کہیں باہر مل لونا۔"

"سوری مسٹر خرم! آپ وہاب لاج آ کر مجھ سے مل سکتے ہیں' لیکن گھر سے باہر میں آپ سے نہیں ملوں گی' میں نہیں چاہتی کہ آپ کی امی حضور کو پھر سے یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ جیسی ماں ویسی بیٹی اور یہ کہ نگی آزاد خیال اور بے حیا ہے۔" نگین نے بغیر لحاظ کیے صاف صاف کہا تو وہ شرمندہ ہوگیا۔

"آئی ایم سوری نگی! امی شرمندہ ہیں اپنی اس بات پر اور وہ تم کو ہی اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔"

"آپ نے ان پر دباؤ ڈالا ہوگا' میں آپ سے پہلے ہی......"

"نگی...... ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں نے یا ابو نے ان پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا۔" خرم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے فوراً صفائی پیش کی' نگین کو اس پر ترس آنے لگا' بے چارہ ماں کی طرف سے صفائیاں دے رہا تھا۔ شرمندہ ہو رہا تھا۔

"دیکھو! انسان خطا کا پتلا ہے' ہو جاتی ہے غلطی ایک لمحے کو وہ بھی بہک جاتا ہے لوگوں کی باتوں کے یا حالات کے زیر اثر آجاتا ہے اور غصے یا جذباتی پن میں کچھ الٹا سیدھا کہہ دیتا ہے' جس پر بعد میں اسے ندامت محسوس ہوتی ہے لیکن آپ پر بھی غصہ آتا ہے کہ اس نے یہ حرکت کیسے کردی؟ یہ تو جذبات کا بہاؤ عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے اور جب وہ پردہ اٹھتا ہے تب اسے پتا چلتا ہے کہ وہ کیا غلطی کر چکا ہے...... اسی طرح امی سے بھی غلطی ہوگئی یقین کرو امی تمہیں بہت چاہتی ہیں۔"

"آپ بار بار اپنی امی کی طرف سے صفائی کیوں پیش کررہے ہیں' میرا نہیں خیال کہ ہمیں اس موضوع پر اب دوبارہ بات کرنی چاہیے۔" نگین نے سنجیدگی سے کہا۔

"دوبارہ بات کرنے کی ضرورت ہے نگی' کیونکہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں آخر ایک دن تمہاری شادی ہونی ہے نا' تو مجھ سے کیوں نہیں؟ میں بہت خوش رکھوں گا تمہیں نگی! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ میں یہ سب شادی کے بعد کہنا چاہتا تھا لیکن...... مجبوراً ابھی کہنا پڑ رہا ہے' پلیز انکار مت کرنا' امی ابو آئیں گے رشتے کی بات کرنے۔"

"او کے...... ڈیڈی آگئے ہیں اور میری شادی کا فیصلہ بھی ڈیڈی ہی کریں گے میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا' او کے خدا حافظ۔" نگین نے سنجیدگی سے جواب دیا اور رابطہ منقطع کردیا۔

❁❁❁

کرن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ذوالنون کو کس طرح منائے' وہ کئی بار اسے "سوری" کا میسج کر چکی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ "وہاب لاج" پہنچ گیا تھا۔ کرن کو اس کی بے حسی پر رونا آرہا تھا اور ذوالنون کو اس کی جدائی کے خیال سے' وہ لاکھ اسے نظر انداز کرتا' اس کی حوصلہ شکنی کرتا مگر وہ اسے اچھی لگتی تھی' اس کی عادت سی ہوگئی تھی اسے' صبح کالج آتے ہی آنکھیں کرن کو ہی دیکھنا چاہتی تھیں' وہ اس دیوانگی پر بھی کبھی ڈر سا جاتا تھا' اس کے ذہن میں یہ کہیں نہیں تھا کہ وہ یوں اچانک سے بیرون ملک جانے کا پروگرام بنالے گی۔

"تو کیا یہ طے ہے اب عمر بھر نہیں ملنا
تو پھر یہ عمر کیوں تم سے گر نہیں ملنا"

"اف اتنی دردناک غزل کیوں سن رہے ہو بھائی۔" نگین نے ٹی وی لاؤنج میں ذوالنون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ بھیا جانی اس وقت سیڈ موڈ میں ہیں۔" نوفل نے ذوالنون کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بالکل!" نگین نے ذوالنون کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

"ارے نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں۔" پھر وہ خود ہی انہیں کرن کے بارے میں بتانے لگا۔

"دیکھنے میں ماڈرن لگتی ہے اور شاعری ویسی یاد کررکھی ہے' بات بے بات شعر سناتی ہے' ایس ایم ایس الگ شاعری سے بھرپور ہوتے ہیں اس کے' شاعری میں بات

کرتی ہے لگتا ہے جیسے شاعری ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہو۔"

ذوالنون پہلی بار کرن کے حوالے سے ان دونوں سے اتنی تفصیل سے بات کررہا تھا' شاید اس کا دل کرن کی باتیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"رابیل کے بغیر گھر اتنا اداس اور ویران لگ رہا ہے۔" نگین نے افسردگی سے کہا۔

نوشین نے کب وہاں آ کر کھڑی ہوئی تھیں ان تینوں نے چونکتے ہوئے نوشین کی طرف دیکھا۔

"موم' کیوں نہ ہم سب لندن چلیں' رابیل سے ملنے۔" نوفل نے خیال ظاہر کیا تو ذوالنون کہنے لگا۔

"ہاں میرا بھی دل چاہ رہا ہے رابیل اور سب سے ملنے کو۔" ذوالنون اپنے اصل ماں باپ سے ملنے کو مچل رہا تھا لیکن ظاہر نہیں کررہا تھا کہ کہیں نوشین اور وہاب احمد دکھی نہ ہوجائیں۔

"تو بیٹا تم جاکے مل آؤ نا' ان سے یوں بھی آج کل تمہاری چھٹیاں ہیں۔" نوشین نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اور ہم......" نگین اور نوفل بولے۔

"ہم پھر کبھی چلیں گے۔"

"ذوالنون' تم بھی لندن چلے جاؤ گے ہم اداس ہوجائیں گے۔" نگین نے نوشین کی بات سن کر افسردگی سے کہا۔

"ارے نہیں بھئی میں کہیں نہیں جارہا یہ چھٹیاں میں آپ سب کے ساتھ ہی گزاروں گا' کیا خیال ہے سب مل کر پکنک پر چلتے ہیں مزا آئے گا۔" ذوالنون نے اپنی دلی خواہش کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کی اداسی دور کرنے کے خیال سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ آئیڈیا' ماموں کی فیملیز کو بھی انوائیٹ کرلیں۔"

"کیوں مام؟" نوفل نے خوش ہوکر نوشین کی طرف دیکھا۔

"جیسے تم تینوں کو بہتر لگے کرلو اور اپنے ڈیڈی کو فون تو کروا بھی تک گھر نہیں آئے۔" نوشین نے انہیں کھلی چھٹی دیتے ہوئے وال کلاک پر وقت دیکھ کر کہا۔

"ڈیڈی بہت سیانے ہیں انہیں پتا ہے نا کہ اب آپ گھر پہ ان کا انتظار کررہی ہوتی ہیں اسی لیے تو آپ کو انتظار کروا کے مزے لیتے ہیں۔" نوفل نے شرارت سے کہا۔ تو وہ تینوں ہنس پڑے۔

"موم' سنبھالیں اسے یہ تو ہاتھوں سے نکلا جارہا ہے۔" ذوالنون نے نوفل کی شرارتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو نگین بھی فوراً بول پڑی۔

"جی موم آج کل یہ بہت کل پرزے نکال رہا ہے اس کی سروس ہونی چاہیے۔"

"کیوں بیٹا؟ پھر ہوجائے سروس؟" نوشین نے نوفل کا کان پکڑ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... بچاؤ...... بچاؤ...... ڈیڈی ہیلپ می۔" نوفل نے شوخی بھرے انداز میں شور مچایا سامنے سے وہاب احمد آتے دکھائی دیئے تو انہیں مدد کے لیے پکارا۔

"یہ کیا ہورہا ہے بیگم صاحبہ؟" وہاب احمد نے مسکراتے ہوئے نوشین کو مخاطب کیا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے نوفل کا کان چھوڑ دیا۔

"کچھ نہیں' بس یہ بہت بدمعاش ہوگیا ہے۔"

"آخر بیٹا کس کا ہے؟" وہاب احمد نے نوشین کو دیکھتے ہوئے شرارت آمیز لہجے میں کہا تو وہ سب ہی خوش دلی سے ہنس دیئے۔

❁❁❁......❁❁❁......❁❁❁

رابیل کتاب کھولتی تو علی کی صورت صفحہ قرطاس پر مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی' آنکھیں بند کرتی تو وہ بند آنکھوں میں آسماتا۔ بھولنا چاہتی تھی مگر وہ اور زیادہ یاد آتا تھا' اسے احساس ہوگیا تھا کہ......!

محبت وہ کہانی ہے......
کہ جتنا بھی کوئی بھولے
ہمیشہ یاد رہتی ہے

رابیل نے ایم بی اے میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔ وہ

ماسٹرز کرنے کے بعد اپنے پاپا کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی' تیمور حسن نے منیجر کی حیثیت سے جس کمپنی میں جاب کی تھی' اس کمپنی کے 75 فیصد شیئرز کے مالک تھے وہ اب یہ ملٹی نیشنل کمپنی تھی اور اس کی پروڈکٹس کئی ممالک میں ایکسپورٹ کی جاتی تھیں۔ نبیل انجینئرنگ کررہا تھا اور ہر امتحان میں بہت اچھے گریڈ حاصل کررہا تھا۔ اسے گانے کا شوق بھی تھا اور وہ یونیورسٹی کے فنکشنز میں گاتا بھی تھا' خوب داد بھی پاتا تھا' اسے گٹار بہت اچھا بجانا آتا تھا' رابیل بھی اس سے گٹار بجانا سیکھ رہی تھی۔ افشین کا وقت گھرداری میں ہی گزرتا تھا' وہ مکمل طور پر ایک اچھی ہاؤس وائف ہونے کا فریضہ بہت احسن طریقے سے انجام دے رہی تھیں۔

رابیل یونیورسٹی سے پیدل واپس آرہی تھی کہ اسے سڑک پر گوروں کے بیچ اپنے وطن کا شناسا چہرہ نظر آیا' وہ علی تھا اور اسی کی جانب آرہا تھا۔ رابیل حیرت سے وہیں ساکت ہوگئی۔

"کیا وہ آ گیا ہے اسے منانے؟" رابیل نے دل میں سوال کیا اور جوں جوں وہ چہرہ قریب آتا گیا' رابیل کے دل کی دھڑکن تھمنے لگی اور آخر وہ چہرہ اس کے قریب آ گیا۔

"رابیل' وائے آر یو اسٹینڈنگ ہیئر۔" اس مانوس سی آواز نے اس کے ساکن وجود میں ارتعاش پیدا کردیا' اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا وہ چہرہ علی کا نہیں تھا۔ میتھیو کا تھا وہ آواز علی کی نہیں میتھیو کی تھی جو اسے یوں بیچ سڑک پر کھڑی دیکھ کر چلا آیا تھا۔

"میتھیو......" رابیل نے آہستہ سے کہا۔

"لیس اکس می' آر یو آل رائٹ۔" میتھیو نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"لیس' آئی' ایم فائن۔" رابیل نے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور چلنے لگی تو وہ بھی اس کا ہاتھ پکڑے اس کے ساتھ چلتا ہوا اسے قریبی پارک میں لے آیا اور اسے سنگی بینچ پہ بٹھادیا اور دوڑ کر قریبی شاپ سے جوس کے دو کین لے آیا۔

"ڈرنک اٹ۔" ایک کین کھول کر اس نے رابیل کو دیا۔

رابیل کسی معمول کی طرح اس کی بات پر عمل کررہی تھی۔ خاموشی سے گھونٹ گھونٹ کر کے جوس پی رہی تھی۔

"ہے واٹس رانگ ود یو۔"

"تھنکس۔" رابیل نے آہستہ سے جواب دیا' اب وہ اسے کیا بتاتی کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ خواب وخیال میں' گھر وبازار میں ہر جگہ اسے علی کا ہی چہرہ دکھائی دیتا تھا' بظاہر وہ سب کو کتنی مطمئن اور مسرور دکھائی دیتی تھی لیکن اس کے اندر کتنی بے سکونی' بے کلی اور اداسی آبسی تھی' یہ صرف وہی جانتی تھی۔ اس نے تو کبھی نہیں سوچا تھا کہ اسے بھی کسی سے محبت ہوجائے گی اور وہی محبت اسے دکھ اور ناقدری کا احساس دلائے گی' اس کی اچھائیوں کو اس کی برائیاں اس کی خوبیوں کو اس کی خامیاں' قرار دے دے گی۔

رابیل دل ہی دل میں علی سے مخاطب تھی۔ وہ تو کسی کی سامنے رو بھی نہیں سکتی ورنہ سب کو اس کے دکھ کی خبر ہوجاتی۔ وہ آنسو جو علی کے نام کے تھے پلکوں سے نہیں گرتے تھے لیکن سینے میں سلگتے رہتے تھے۔

"رابیل! تم کن سوچوں میں گم ہو؟" میتھیو نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر بولی۔

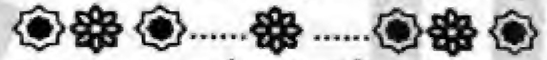
"کہیں نہیں ہوں تمہارے سامنے۔"

"نہیں' تم یہاں ہوتے ہوئے بھی یہاں نہیں ہو۔"

"نہیں' میں ٹھیک ہوں اب چلتی ہوں' مما انتظار کررہی ہوں گی' مجھے دیر ہورہی ہے۔" وہ جوس ختم کرکے کھڑی ہوگئی۔

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔" وہ اپنے انگلش لہجے میں اردو میں بولا تو اس کے لہجے پر وہ ہمیشہ کی طرح ہنس پڑی۔ میتھیو اور باقی برطانوی دوستوں نے اس سے اردو سیکھی تھی' میتھیو چونکہ اس کا پڑوسی بھی تھا اس لیے روز آنا جانا ملنا ملانا رہتا تھا اور وہ کافی صاف اردو بولنے اور سمجھنے بھی لگا تھا۔

"نو نو نو۔" رابیل نے جواب دیا۔
"تمہیں محبت ہوگئی ہے؟" میتھیو کے سوال نے اسے بری طرح سٹپٹا دیا۔ دل ایک پل کو دھڑکنا بھول گیا۔ قدم اٹھنا بھول گئے۔ وہ حیرت سے اسے تک رہی تھی۔
"تم کو کیسے پتا؟"
"تمہاری آنکھیں بولتی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔
"کم آن میتھیو! ایسا کچھ نہیں ہے جلدی چلو مما پریشان ہو رہی ہوں گی کتنی دیر ہوگئی ہے آج ہمیں۔" رابیل نے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ بھی رسٹ واچ پہ ٹائم دیکھتا ہوا اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا۔
"ہیلو ہیلو گھر آ گیا ہے ڈیئر۔" میتھیو نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجا کر کہا وہ جوعلی کے خیال میں بس چلتی جا رہی تھی پھر سے چونک گئی۔



ذوالنون کے سیل پر میسج ٹون بجی ذوالنون کا ہاتھ فوراً خوف زدہ ہو کر دھڑکتے دل پر گیا تھا۔
"ہائے! تھام لیا نا دل! پھر کہتے ہیں عشق نہیں ہے۔" نوفل نے فوراً اس کی یہ حرکت نوٹ کی اور جملہ کسا۔
"دیکھو دیکھو ضرور کرن کا میسج ہوگا۔" نگین نے دلچسپی سے کہا تو ذوالنون ہنستے ہوئے بولا۔
"یہ تم دونوں کو اتنی دلچسپی کب سے ہوگئی کرن میں؟"
"جب سے تم نے ان کے لندن جانے کی خبر سنائی ہے اور بے نیازی دکھائی ہے اس کے معاملے میں۔" نگین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"ہاں وہ اکیلی نہیں جا رہی آپ کا دل بھی اپنے ساتھ لے جا رہی ہے وہاں! آپ بولیں نہ بولیں آپ کے چہرے پر صاف صاف لکھا ہے "میں بہت اداس ہوں کوئی کرن سے کہے کہ مت جائے رک جائے....." نوفل کے انداز پر ذوالنون اسے کشن لے کر مارنے کو دوڑا تھا۔
"ٹھہر جا تجھے تو میں سیدھا کرتا ہوں۔"
"ارے بھیا جی! پہلے اپنا معاملہ تو سیدھا کرلیں روک کیوں نہیں لیتے اسے لندن جانے سے؟" نوفل نے اس کا اپنی جانب پھینکا ہوا کشن پکڑ کر کہا۔
"اچھا میرے روکنے سے وہ رک جائے گی۔"
"بالکل وہ آپ کی کج ادائی کے سبب ہی جا رہی ہوگی مجھے پورا یقین ہے۔ اس نے سوچا ہوگا کہ یہاں تو اس کی دال گلی نہیں لیکن وہاں تو سری پائے بھی گل جائیں گے بھیا جی۔" نوفل نے شوخ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا تو ذوالنون نے اپنا سر پکڑ لیا۔
"میری کوئی خواہش نہیں ہے کہ وہ میری وجہ سے اپنا پروگرام کینسل کرے اچھا ہے لندن جیسی جگہ پر پڑھے گی تو اس کی ڈگری کی بھی یہاں ویلیو ہوگی ہر انسان کو اپنے فیوچر کے لیے کچھ بھی بہتر پلان کرنے کا حق ہے میں کرن کو ہرگز نہیں روکوں گا۔ اور یہ اس کے لیے اچھا ہے کہ وہ مجھ سے دور رہے اس طرح وہ اپنی اسٹڈیز پر پوری توجہ دے سکے گی اور سب سے اہم بات یہ کہ ہماری تمہاری عمر تعلیم پر توجہ دینے کی ہے عشق پیار محبت جیسے کاموں کے لیے عمر پڑی ہے مائی لٹل برادر۔" ذوالنون نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو وہ خود اپنی اس بات سے متفق ہوا یا نہیں البتہ نوفل اور نگین کو اس کی بات معقول لگی اور وہ متفق تھے اس کے خیالات سے۔



خرم بے بسی سے نگین کی خاموشی کو جھیل رہا تھا۔ وہ دن میں کئی بار اسے فون و میسج کرتا بٹ نو ریپلائی وہ بہت ڈسٹرب تھا۔ ثمینہ بیگم نے بات بننے سے پہلے ہی بگاڑ دی تھی۔ اور اب وہ اس سے معمول کی ملاقات سے بھی گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نگین کو جب تک ثمینہ بیگم اس بات کی وضاحت نہیں کریں گی اپنی غلطی نہیں مانیں گی اور دل سے اپنی رضامندی اس رشتے کے لیے نہیں دیں گی نگین تب تک اس کے حق میں مثبت جواب نہیں دے گی اور اگر اس سے بات کیے بنا اس کے پیرنٹس سے بات کر بھی لی گئی تو وہ خود اس رشتے سے انکار کردے گی...... اور انکار وہ افورڈ نہیں کرسکتا تھا۔ زاہد ماموں نے تو اسے یقین دلا دیا تھا کہ وہ مناسب وقت دیکھ کر نگین سے بات کریں گے مگر ثمینہ

بیگم نے ابھی تک اپنی بات پر عمل کی کوشش نہیں کی تھی جس سے خرم کی الجھن اور بے قراری بڑھتی جارہی تھی اور وقت تھا کہ گزرتا چلا جارہا تھا۔

......☆☆☆......

کچھ بات ہے تیری باتوں میں جو بات یہاں تک آ پہنچی
ہم دل سے گئے دل تم پہ گیا اور بات کہاں تک جا پہنچی

ذوالنون کے سیل فون پر کرن کا میسج آیا تو حسب عادت شعر میں اپنا مدعا بیان کیا تھا ذوالنون نے کوئی جواب نہیں دیا شاید وہ اپنی خفگی ظاہر کرنا چاہ رہا تھا اس سے۔

کچھ دیر بعد دوبارہ میسج ٹون بجی تو ذوالنون نے دیکھا کرن کا ہی میسج تھا۔

"یہ لڑکی بھی نہ جب تک چلی نہیں جائے گی اسی طرح مجھے پریشان کرتی رہے گی۔" ذوالنون نے میسج پڑھ کر خود سے کہا۔

"تمہیں الفت نہیں مجھ سے
مجھے نفرت نہیں تم سے
عجب شکوہ سا رہتا ہے
تمہیں مجھ سے مجھے تم سے"

ذوالنون نے مسکراتے ہوئے اسے تپانے کی غرض سے لکھا۔

"مجھے کیسے یقین آئے؟
محبت تم بھی کرتی ہو
تمہیں جب بھی کبھی دیکھا
سدا خوش باش ہی دیکھا"

کرن کو اس کی طرف سے جواب ملنے کی دیر تھی وہ تو زارو قطار رونے لگی۔

"نہ خود محبت کرتا ہے نہ میری محبت پر یقین کرتا ہے۔ بے حس انسان جس دن اسے خود محبت ہوگی نا تب پتا چلے گا کہ محبوب کی بے اعتنائی اور جدائی کیسے مارتی ہے؟ کیسے رلاتی ہے؟ کیسے سجدہ کرواتی ہے؟ کیسے رب کے آگے ہاتھ پھیلانے پر اکساتی ہے دیکھ لینا ذوالنون احمد تم ایک دن میری محبت کے سامنے سجدہ کرنے پر مجبور ہوجاؤ گے۔ تم میری محبت کے آگے اپنا ماتھا ٹیک دو گے تمہارا دل جھک جائے گا ایک دن میری محبت کے سامنے تم سر تسلیم خم کرلو گے ایک دن ہاں مجھے یقین ہے میری محبت میں بہت طاقت ہے اور تم اس طاقت سے بچ نہیں پاؤ گے۔" کرن نے روتے ہوئے اپنے دل میں اسے مخاطب کرکے کہا۔

❁❁❁......❁......❁❁❁

"آپ علی سے بات کیوں نہیں کرتے آخر وہ چاہتا کیا ہے؟ کوئی فیصلہ کیوں نہیں کرلیتا اپنے اور رابیل کے رشتے کا؟" امینہ نے عثمان عزیز کو اخبار پڑھتے دیکھ کر کہا۔

"فیصلہ! کیسا فیصلہ؟"

"اپنی اور رابیل کی زندگی کا فیصلہ آخر اس نکاح کی کوئی اہمیت ہے کہ نہیں؟" امینہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اہمیت ہے جبھی یہ نکاح اب تک قائم ہے اور اس سے علی کا فیصلہ بھی عیاں ہے کہ وہ رابیل کو ہی دلہن بنا کر اپنا گھر بسانا چاہتا ہے قدرت کو اسی طرح ان کا ملن منظور تھا سو نکاح ہوگیا۔ درمیان میں جو بھی بدمزگی اور بدگمانی پیدا ہوگئی تھی اس کی وجہ ہم سب ہیں وہ بچی رابیل نہیں اور مجھے یقین ہے کہ علی جب خود کو رابیل کا سامنا کرنے کے قابل سمجھے گا تب وہ اسے منالے گا۔" عثمان عزیز نے انہیں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"اور وہ وقت کب آئے گا؟ جب علی کی عمر نکل جائے گی شادی کی بھی ایک عمر ہوتی ہے میاں صاحب!" امینہ نے سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

"تو اگر علی کا رابیل سے نکاح نہ ہوا ہوتا تب بھی تو ابھی تک علی کی شادی نہ ہوتی اتنا زیادہ وقت تو نہیں گزرا رابیل کو یہاں سے گئے ہوئے اور علی کون سا شادی کے لیے تیار تھا یہ تو قسمت نے ان دونوں کو ملا دیا اور علی کی عمر کو کیا ہوا؟ جوان ہے ابھی کوئی عمر نہیں نکلی جارہی اس کی پہلے بھی آپ اپنی انا کبھی سے نہ صرف اپنے بیٹے کو بلکہ اپنے بھائی اور اس کی فیملی کو بہت دکھ پہنچا چکی ہیں لہٰذا اس بار کوئی حماقت مت کیجیے گا علی کو اس کے حال پر چھوڑ دیں وہ ضرور اس

مسئلے کو حل کرلے گا' مجھے پورا بھروسہ ہے اپنے اللہ اور اپنے بیٹے پر۔"

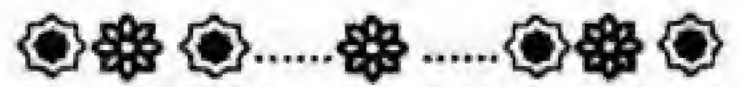
"وہ تو ٹھیک ہے لیکن یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا نا...... حرکت میں ہی برکت ہے۔" اینہ نے بے چینی سے کہا تو وہ ہنس کر پوچھنے لگے۔

"بیگم صاحبہ! آخر آپ کو اتنی بے چینی کس بات کی ہے' اصل مسئلہ کیا ہے...... اتنی بے صبری کیوں ہو رہی ہیں آپ؟"

"کیونکہ مجھے احساس جرم ہر گھڑی بے چین رکھتا ہے' رابیل کے ساتھ اپنا رویہ یاد آتا ہے تو میری نیند اڑ جاتی ہے' اسی لیے جب تک وہ دلہن بن کر اس گھر اور علی کی زندگی میں نہیں آجاتی تب تک مجھے بھی چین اور سکون نہیں ملے گا۔" اینہ نے ایمان داری سے ساری بات کہہ دی۔

"گڈ...... یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ کو اپنے رویے کی بدصورتی کا احساس ہے اور آپ اس کی تلافی چاہتی ہیں' لیکن بیگم صاحبہ' کچھ کام تقدیر کے ہاتھ میں ہوتے ہیں' ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر ہر کام خود بخود ہوتا چلا جاتا ہے' آپ بھی اس وقت کا انتظار کیجیے اور اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کی دعا کیجیے۔" عثمان عزیز نے نرمی سے کہا۔

"ہاں دعا تو کر ہی رہی ہوں اللہ بہتر کرنے والا ہے۔" اینہ نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور چائے پینے لگیں۔ عثمان عزیز پھر سے اخبار کی سرخیوں اور خبروں میں کھو گئے۔



علی "وہاب لاج" آیا تو رابیل کی تصویر دیوار پر آویزاں دیکھ کر پھر سے بے قرار ہو گیا اور باہر لان میں آکر بیٹھ گیا۔

"یوں اس کی یادوں سے کب تک بھاگتے رہیں گے آپ؟" نگین جو اس کی کیفیت کو بھانپ گئی تھی اس کے چہرے پر رقم بے کلی و بے بسی دیکھتے ہوئے استفسار کر رہی تھی۔

"کہاں بھاگ پاتا ہوں؟" وہ بے بسی سے گہری اور معنی خیز بات کہتا اسے بے حد آزردہ لگا۔

"وہ بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہے یہ یقین ہے نا آپ کو؟"

"شک کرنے کی کوئی وجہ' کوئی گنجائش ہے ہی نہیں۔" علی نے مسکراتے ہوئے دلگیر لہجے میں کہا۔

"تو محبت میں شکوے...... گلے...... غلط فہمیاں تو ہو ہی جاتی ہیں پھر انہیں دور کرنے میں منانے میں دیر کیوں؟"

"ایک خوف سا ہے کہ کہیں اسے پوری طرح سے ہی نہ کھو بیٹھوں' خود میرا اپنا رویہ ہی میرے راستے کی دیوار بن جاتا ہے۔ ہم دونوں کے بیچ یہ خوف یہ انا بھی کی دل شکنی آ کھڑی ہوتی ہے...... اگر اس نے منع کر دیا اور...... یہ رشتہ ختم کرنے کا کہہ دیا تو...... میں تو شاید زندہ ہی نہ رہ پاؤں...... اس کی محبت کا انکار میری یقینی موت ہوگا۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"اللہ نہ کرے علی بھائی' آپ کیسی خوف ناک باتیں کر رہے ہیں' اتنی بہادر لڑکی کے شوہر ہو کر ایسی مایوسی کی باتیں' علی بھائی پلیز خود کو مضبوط بنائیں اور جائیں اس کے پاس کیا پتا وہ کب سے آپ کی آمد کی منتظر ہو' یہ سوچ رہی ہو کہ آپ اسے منانے آئیں گے تو وہ فوراً مان جائے گی۔" نگین نے تڑپ کر کہا تو وہ آس بھرے لہجے میں بولا۔

"کیا واقعی یہ بات ہو سکتی ہے؟"

"کیا آپ کو اپنی محبت پر یقین نہیں؟" نگین نے الٹا اسی سے سوال کیا۔

"یقین تو بہت ہے مجھے کہ وہ میرے لیے وہی محبت محسوس کرتی ہوگی جو اس کے لیے میرے دل میں ہے۔"

"تو اللہ کا نام لے کر نکل جائیں اسے منانے اور پکڑ لیں لندن کی فلائیٹ۔" نگین نے مسکراتے ہوئے مشورہ دیا۔

"لیجیے رابیل کو یاد کیا' اس کا میسج بھی آ گیا۔" اسے کہتے

ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ بلکہ چاہ ہوتی ہے اور آپ ہیں کہ ڈرے بیٹھے ہیں۔" نگین نے مسکراتے ہوئے اپنا سیل فون اٹھا کر رابیل کا میسج اوپن کیا۔
"کیا لکھا ہے رابیل نے؟" علی نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بے کلی سے پوچھا تو وہ اس کی بے کلی پر ہنس دی۔
"ایک غزل بھیجی ہے لیس سنیں آپ کے مطلب کی ہے۔" نگین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور غزل سنانے لگی۔

"مکمل دو ہی دانوں پر یہ تسبیح محبت ہے
جو آئے تیسرا دانہ یہ ڈوری ٹوٹ جاتی ہے
مقرر وقت ہوتا ہے محبت کی نمازوں کا
ادا جن کی نکل جائے قضا بھی چھوٹ جاتی ہے
محبت کی نمازوں میں امامت ایک کو سونپو!
اسے تکنے اسے تکنے سے نیت ٹوٹ جاتی ہے
محبت دل کا سجدہ ہے جو ہے توحید پر قائم
نظر کے شرک والوں سے محبت روٹھ جاتی ہے"

"واہ! کیا زبردست پیغام بھیجا ہے رابیل نے آپ کے لیے۔ تو پھر کب جا رہے ہیں لندن؟"
"ان شاء اللہ بہت جلد۔" علی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"اوشٹ، جس کام سے آیا تھا وہ تو بھول ہی گیا۔" علی کو اچانک جیسے کچھ یاد آ گیا ایک دم سے بولا۔
"کون سا کام؟"
"خرم کا پیغام ہے تمہارے لیے۔" علی نے جواب دیا۔
"یہ آپ پیام بر کب سے بن گئے؟"
"جب سے محبت کی ہے۔ ایک محبت کرنے والا ہی دوسرے محبت کرنے والے کا درد اور کیفیت سمجھ سکتا ہے۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"واہ جی..... کیا ایکا ہے عاشقوں میں۔"
"وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے تم کیوں اس بے چارے کو اگنور کر رہی ہو؟"
"وجہ وہ اچھی طرح جانتا ہے۔" نگین یکدم سنجیدہ ہو گئی۔
"رابیل کی بہن ہو کر اتنا غصہ اتنی انا......" علی نے حیرت سے کہا۔
"علی بھائی بات غصے یا انا کی نہیں ہے بات میری عزت نفس اور وقار کی ہے۔ میں کیسے اپنی پوری زندگی ان لوگوں کے بیچ گزارنے کا فیصلہ کر لوں جن کی خاتون خانہ ہی مجھے میری ماں کی وجہ سے بہو بنانے سے انکار کر چکی ہیں، مسٹر خرم کی والدہ میرے کردار پر شک کرتی ہیں تو ٹھیک ہے یہ ان کا حق ہے اور یہ میرا حق ہے کہ جو مجھے غلط سمجھتا ہے میں اس سے کوئی نیا رشتہ نہ جوڑوں، میں ایک شخص کی محبت کے لیے اس کی فیملی سب سے بڑھ کر اس کی ماں کی نفرت اور ناپسندیدگی نہیں جھیل سکتی۔ میں نے زندگی میں محبت اور مرد دونوں سے فریب کھایا ہے اس لیے میں مزید کسی فریب میں کھو کر اتنا بڑا فیصلہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی میں اتنی اچھی ہوں کہ میں یہ عزم اور خیال لے کر خرم سے شادی کر لوں کہ اس کی ماں کو میں اپنی محبت اور خدمت سے جیت لوں گی، ان کے دل میں جگہ بنا لوں گی۔ مجھے شادی کے سلسلے میں ان کی ماں کا احسان نما اقرار قبول نہیں۔" نگین نے نہایت سنجیدہ اور اٹل لہجے میں کہا۔
"آئی ایم امپریسڈ، تمہارا خیال درست ہے نگی، خرم کو اپنی والدہ سے ہی بات کرنی چاہیے، وہ بات کر بھی چکا ہے کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی باتوں پر شرمندہ ہیں، تمہیں تو پتا ہی ہوگا کزن، عورتوں کو یونہی بولنے کی عادت ہوتی ہے، ہر معاملے میں، ہر انسان کے بارے میں، اپنے رشتے داروں کے بارے میں اور بات کا بتنگڑ بنانے کی عادت ہوتی ہے اور یہی تمہاری ثمینہ مامی نے بھی کیا اور تم اچھی طرح جانتی ہو، وہ تو پہلے ہی بے تکان بولنے اور بے محل بولنے میں خاصی مشہور ہیں۔ لہٰذا میرا مشورہ یہی ہے کہ اگر وہ خود تم سے اپنی باتوں پر معذرت کرتی ہیں تو تم دل بڑا کر کے انہیں معاف کر دینا اور اگر وہ رشتہ لے کر آئیں تو انکار مت

کرتا۔ کیونکہ خرم تم سے بہت محبت کرتا ہے اور محبت ہر کسی کا نصیب نہیں بنتی‘ اس محبت کی قدر کرنا‘ میری طرح نادانی نہ کر بیٹھنا ورنہ صرف دکھ باقی رہ جائے گا اور پچھتاوا۔“ علی نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے اسے سمجھایا۔



”تیمور‘ ہماری بیٹی خوش نہیں ہے‘ بس خوش ہونے کا ڈرامہ بہت اچھا کررہی ہے۔“ افشین نے تیمور حسن سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو وہ سنجیدہ مگر نرم لہجے میں بولے۔

”جانتا ہوں۔“

”تو آپ وہاب بھائی سے بات کریں‘ وہ تو بہت تعریف کرتے تھے نا علی کی اور آپ بھی..... پھر کہاں رہ گیا علی‘ سال ہوگیا کوئی ایسے کرتا ہے کیا‘ نکاح کرکے بھول گیا‘ میری بچی کو دکھوں میں چھوڑ دیا۔ بے چینیوں کی نذر کردیا۔ یہ محبت ہے اس کی؟ محبت کرتا تو کب کا آچکا ہوتا۔ کیا چل رہا ہے آخر اس کے دماغ میں؟“ افشین نے سنجیدہ اور فکرمند لہجے میں کہا۔

”اللہ سب بہتر کرے گا‘ یہ خاموشی‘ خوشی میں ضرور بدلے گی یقین رکھیے۔“ تیمور حسن نے افشین کے شانوں کے گرد بازو حمائل کرکے نرمی سے کہا تو وہ خدشات میں گھری فکرمندی سے بولی۔

”بعض اوقات اتنی طویل خاموشی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔“

”نہیں..... نہیں آپ ایسا مت سوچیں‘ ہماری بیٹی کی زندگی میں جتنے طوفان غم آنے تھے آچکے اب ان شاء اللہ کوئی طوفان رابیل کی زندگی میں نہیں آئے گا۔ آئے گا تو صرف خوشیوں اور محبتوں کا سیلاب آئے گا ان شاء اللہ۔“ تیمور حسن نے ان کے خدشے کو جھٹلاتے ہوئے پریقین لہجے میں کہا۔ افشین نے دل سے دعا کی۔

”ان شاء اللہ! اللہ آپ کی زبان مبارک کرے۔“

رابیل اور نبیل دونوں جوگنگ کرکے ایک ساتھ واپس آرہے تھے۔ دونوں نے انہیں دیکھتے ہی دور سے ہاتھ ہلایا۔

”ہائے پاپا..... ہائے مما۔“ جواباً تیمور حسن اور افشین نے بھی ہاتھ ہلا کر انہیں جواب دیا۔

”پاپا‘ کتنی ٹھنڈ ہے نا۔“ رابیل نے ان کے قریب پہنچ کر کہا۔

”برف پڑے گی تو کتنا مزا آئے گا نا۔“ رابیل آنے والے موسم کے خیال سے ہی ایکسائیٹڈ ہورہی تھی اور تیمور حسن مسکرارہے تھے اس کا جوش دیکھ کر اور مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔

”جی بیٹا‘ مزا تو یقیناً آئے گا۔ سنوفال ہمیشہ مری کی یاد دلاتی ہے‘ اور بیٹا جانی ابھی تو نیو ایئر آنے والا ہے۔ نئے سال کی تقریبات کا مزا بھی خوب رہے گا۔“

”آئی ایم سو ایکسائٹڈ۔“ رابیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نظر آرہی ہے آپ کی ایکسائٹمنٹ۔“ تیمور حسن بولے تو وہ ہنس پڑی۔

”پاپا‘ بھائی کی اور عروج کی لڑائی ہوگئی صبح صبح۔“

”کیوں بھئی؟“ رابیل کے بتانے پر تیمور حسن نے نبیل سے پوچھا۔

”ایسے ہی پاپا‘ میں نے جلدی اپنے راؤنڈز مکمل کرلیے وہ پیچھے رہ گئی پہلے اس بات پر منہ پھلا لیا اور پھر کیرتین وہاں مل گئی اس سے اخلاقاً ہیلو‘ ہائے کرلی تو صبح صبح اس کے چہرے پر پورے بارہ بج گئے۔“ نبیل نے گھر کے دروازے پر پہنچ کر اپنی بات مکمل کی۔ وہ تینوں ہنسنے لگے۔

”عروج ہے تو پوری برٹش لیکن اس کے یہ انداز خالص پاکستانی عورتوں والے ہیں۔“ افشین نے ہنستے ہوئے کہا۔

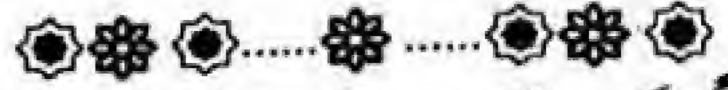
”صرف عورتوں والے نہیں‘ خالص بیویوں والے انداز۔“ تیمور حسن نے مزید ان کی بات کو بڑھایا تو نبیل نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

”اف توبہ پاپا! ڈونٹ ٹیل می ڈیٹ‘ میں تو شادی ہی نہیں کروں گا۔“ نبیل نے کہا تو وہ سب ہنس دیے۔

”بیٹا جی‘ جب محبت ہوجائے گی تو شادی کرنے کو

بھی خود ہی دل مچلنے لگے گا۔ مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔'' تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے افشین کو محبت سے دیکھا۔

''آپ بھی کیا باتیں لے بیٹھے، چلیں فریش ہوجائیں، میں ناشتہ بناتی ہوں۔'' افشین نے شرمیلے پن سے مسکراتے ہوئے کہا۔



زندگی کے وہی معمولات تھے۔ ذوالنون پھر سے اپنی پڑھائی میں مصروف ہوگیا تھا۔ کرن لندن جاچکی تھی لیکن ایک درد کے احساس کے ساتھ۔ ذوالنون نے اسے جاتے وقت اس کے میسج کے جواب میں جو اپنے پیار کا اظہار ایک نظم کی صورت میں کرن سے کیا تھا وہ اس نے لندن پہنچ کر اپنی نیند پوری کرنے کے بعد پڑھا تھا اور اپنی سستی جی بھر کے کوسا تھا کہ اگر وہ پہلے ہی میسج پڑھ لیتی تو شاید وہ لندن آتی ہی نہیں...... ذوالنون سے کنفرم تو کرلیتی کہ جو اس نے کہا وہ سچ ہے کیا؟ مگر وہ تو تمام راستے اس کے خشک رویے کی وجہ سے اس سے دور جانے کے خیال سے روتی، تڑپتی آئی تھی...... اور پھر یہ سوچ کر صبر کرلیا کہ اس نے ذوالنون سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے ایک کامیاب ڈاکٹر بن کر دکھائے گی، اس کے عشق کے چکروں میں پڑنے کے باوجود بہت اچھے گریڈز حاصل کرے گی سو یہی بات اسے اپنی تعلیم پر توجہ مرکوز کرنے پر مائل رکھتی اور وہ ذوالنون کے سامنے فخر سے اپنی ڈگری لے کر جانے کے خیال سے ہی متحرک ہوجاتی، خوش ہوکر مسکرانے لگتی۔

''کہیں ایسا نہ ہو جاناں!
کہ میرا عکس چپکے سے
تری آنکھوں سے مٹ جائے
تیری جانب پلٹنے کا ہر اک رستہ
کہیں نہ بند ہوجائے
میری یادوں کا ہر پنچھی
تمہارے ہاتھ سے نکلے
فلک آباد ہوجائے
یا پھر برباد ہوجائے
میرا دل اب کے سینے میں
دھڑکنے سے مکر جائے
انا کی سبز ٹہنی کو
میں خود ہی توڑ دیتا ہوں
تمہارے واسطے جاناں
ضد اپنی چھوڑ دیتا ہوں
یہی اک خواب بننا چاہتے تھے ناں!
یہی ضد تھی تمہاری ناں
کہ خود کہتے نہیں تھے تم
فقط میری زباں سے ہی
میرا اقرار سننا چاہتے تھے تم
لو کہتا ہوں میری جاناں!
مجھے تم سے محبت ہے
سنو جاناں یہ اعتراف اب برملا ہے کہ!
میری رگ رگ میں خون بن کر تو بہتا ہے
میری آنکھوں میں اک خواب حسین بن کے تو رہتا ہے
کہ میرے جسم کا ہر ایک حصہ اور سینے کی ہر اک دھڑکن
بھی سانسیں یہ کہتی ہیں
مجھے تم سے محبت ہے
یہی سچ ہے
مجھے تم سے محبت ہے''

ذوالنون کی طرف سے موصول ہونے والا یہ آخری ایس ایم ایس تھا جو ایک نظم کی صورت تھا، کرن اس کو دن میں کئی بار پڑھتی اور یقین کرنا چاہتی کہ یہ سچ ہے ذوالنون کو اس سے محبت ہوگئی ہے مگر پھر ذوالنون کی ہی کہی ہوئی بات یاد آجاتی اس نے ایک بار کرن سے کہا تھا کہ!

''ایس ایم ایس کو میسج سمجھ کر ہی پڑھا کرو، ایک تو تم لڑکیوں کو پیار بھری شاعری پڑھتے ہی شہزادے کے خواب نظر آنے لگتے ہیں، فوراً خوش فہمی میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔'' بس اس کی یہی بات کرن کو اداس کرنے لگتی۔



نوشین افسردہ سی بالوں میں برش پھیرتے ہوئے رابیل کے خیالوں میں گم تھی وہاب احمد نے دیکھا تو پاس آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"کیا بات ہے پریشان لگ رہی ہو؟"

"وہاب! میں رابیل سے ملنا چاہتی ہوں اس کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ فون پر تو کبھی اس سے بات ہی نہیں ہو پائی۔" نوشین نے برش سائیڈ پر رکھا اور انہیں دیکھتے ہوئے بولیں تو انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ اس طرح وہ پھر سے ڈسٹرب ہو جائے گی۔"

"ڈسٹرب تو وہ اب بھی ہوگی بھولے گی کیسے اپنی ماں کے ستم۔" نوشین کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"نوشی خود کو معاف نہیں کرو گی تو زندگی بہت مشکل ہو جائے گی خوش رہا کرو۔" وہاب احمد نے نرمی سے سمجھایا۔

"میں خوش کیسے رہ سکتی ہوں نہ میں نے کسی کو کبھی کوئی خوشی دی نہ اپنوں کو کبھی خوش رکھا تو بھلا میں کیسے خوش رہ سکتی ہوں؟"

"رابیل بہت صاف دل کی لڑکی ہے اس کے دل میں تمہارے لیے کوئی رنجش نہیں ہے اس کی جڑیں اس مٹی میں ہیں وہ لوٹ کر یہیں آئے گی۔"

"لیکن کب؟"

"صبر کرو اور دعا کرو اللہ کو جب منظور ہوگا تب سب کام ہو جائیں گے۔" وہاب احمد نے اسے تسلی دی۔

"بس وہ ایک بار مجھے دل سے ماں کہہ دے میرے دل کو سکون مل جائے گا۔" نوشین نے حسرت سے کہا۔

"نوشین بیگم! ہم رابیل پر اس کے ماں باپ ہونے کا حق نہیں جتا سکتے۔ کیا تم ذوالنون سے دستبردار ہو سکتی ہو۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں وہ میرا بیٹا ہے۔" نوشین نے فوراً تڑپ کر کہا۔

"بس اسی طرح رابیل افشین اور تیمور حسن کی بیٹی ہے جب تک وہ اپنی دلی خواہش سے ہمارے ساتھ نہ رہنا چاہے ہم اسے مجبور نہیں کر سکتے بالکل اسی طرح اگر ذوالنون وہاں اپنے اصل والدین کے پاس جانا چاہے گا تو ہم اسے بھی نہیں روک سکیں گے کیونکہ وہ اس کی زندگی کا اہم رشتہ ہے وہ بالغ ہے اور سمجھدار ہے قانونی طور پر اپنے اصل ماں باپ کے پاس جا کر رہنے کا حق رکھتا ہے یہ تو ذوالنون کی محبت ہے اس کے ماں باپ کی محبت اور شاید کچھ ہماری اچھائی بھی ہے کہ وہ ابھی تک ہمارے پاس ہے ورنہ دکھ تو اسے بھی بہت ہوا ہوگا اس انکشاف پر کہ وہ ہماری اولاد نہیں لیکن دل بہت بڑا ہے میرے بیٹے کا ہنستے کھیلتے ہر بات اڑا دی۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں ٹھیک کہا آپ نے حالانکہ وہ ہمارے ساتھ تو زیادہ عرصہ رہا بھی نہیں پھر بھی وہ ہم سے بہت پیار کرتا ہے میں ایک بات سوچ رہی ہوں وہاب۔"

"کون سی بات......؟" وہاب احمد نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"کیوں نہ ہم ذوالنون کو لندن بھجوا دیں پڑھنے کے لیے اس طرح وہ وہاں اپنی تعلیم بھی جاری رکھ سکے گا اور اپنے ماں باپ اور بھائی کے ساتھ رہنے کا موقع بھی مل جائے گا اسے۔" نوشین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں ذوالنون سے اگر وہ مان گیا تو اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ اور یوں بھی میں اس کی تعلیم کے حوالے سے فکر مند تھا اسے لندن یا امریکہ اسپیشلائزیشن کے لیے بھیجنے کا سوچ رہا تھا۔ چلو اچھا ہے اگر پہلے ہی وہاں کوئی چانس مل جائے تو اور بھی بہتر ہوگا اس کے مستقبل کے لیے۔" وہاب احمد نے مسکرا کر کہا۔

"بالکل اور آپ کو پتا ہے ذوالنون کی دوست کرن بھی لندن گئی ہے پڑھنے تو بھلا میرا بیٹا کیوں کسی سے پیچھے رہے کل کو وہ بھی اسے کہہ سکے گا کہ وہ بھی اس کے لیول کی ڈگری رکھتا ہے اور پھر وہ دونوں ساتھ رہیں گے تو انڈر اسٹینڈنگ ڈویلپ ہوگی اور شادی کے بعد انہیں پرابلم نہیں ہوگی۔" نوشین نے مسکراتے ہوئے مستقبل کے پلان

بتائے تو وہاب احمد کو ہنسی آ گئی۔

"ماشاء اللہ تو آپ نے بہو بھی پسند کرلی ہے ارے بیٹا وہاں پڑھنے جائے گا کہ گرل فرینڈ کو خوش کرنے۔"

"بیٹے کو تو ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے گرل فرینڈ میں اگر ہوتی تو وہ اسے لندن جانے سے روک نہ لیتا۔" نوشین نے سنجیدگی سے کہا نوفل اور نگین کی زبانی انہیں ساری بات کا علم ہو چکا تھا۔

"پھر تو یہ ظلم ہوا نہ ذوالنون پر اگر اسے کرن میں دلچسپی نہیں ہے تو وہ اس کے پیچھے لندن کیوں جائے' امریکہ کیوں نہ جائے؟ اور آپ کو یہ باتیں کس نے بتائیں؟"

"نوفل اور نگی نے' کرن تو ہمارے بیٹے سے بہت محبت کرتی ہے لیکن بیٹے کا خیال ہے کہ اس عمر میں پیار نہیں پڑھائی ضروری ہے۔ پیار محبت کے لیے عمر پڑی ہے۔" نوشین نے سنجیدگی سے بتایا۔

"بالکل درست فرمایا ہمارے بیٹے نے میں اس کے خیال سے متفق ہوں اینڈ آئی ایم پراؤڈ آف مائی سن۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہائے بے چاری کرن۔" نوشین نے آہ بھر کر کہا تو وہ ہنسنے لگے۔



رابیل کتاب کے مطالعے میں محو تھی لیکن صفحے پر علی کی صورت ابھر آتی اور وہ بے چین ہو جاتی تھی۔ سب اپنے کام سے نکلے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے لیے انڈا فرائی کیا' بریڈ اور کافی بنا کر ناشتہ کرنے لگی اور میتھیو کا انتظار بھی۔ ڈور بیل بجنے پر رابیل نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے میتھیو کی جگہ علی کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

سیاہ لونگ کوٹ' پینٹ شرٹ' سیاہ بوٹ پہنے' گلے میں میرون مفلر سجائے' بہت فریش لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" علی نے مسکراتے ہوئے اس کے دلکش چہرے کو دیکھتے ہوئے سلام کیا تو اس نے فوراً نگاہ چرائی۔

"وعلیکم السلام۔"

"کیسی ہو رابیل؟"

"فائن۔" یہ کہہ کر وہ پلٹ آئی اسے اندر آنے کے لیے نہیں کہا۔ دروازہ کھلا رہنے دیا تھا گویا اسے باور کرایا تھا کہ وہ آنا چاہتا ہے تو آ جائے وہ اندر نہیں بلائے گی اور نہ ہی جانے کے لیے کہے گی۔

علی کو اس کے رویے پر حیرت نہیں ہوئی وہ مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا۔ رابیل ڈائننگ ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر بیٹھی اپنے سیل فون سے افشین اور تیمور حسن کو میسج کر رہی تھی۔

"پاکستان سے گیسٹ آئے ہیں آپ فوراً گھر پہنچیں۔" تیمور حسن کا جواب آیا۔

"اوکے۔" رابیل نے اٹھ کر علی کے لیے کافی کا مگ اٹھایا' علی دیکھ رہا تھا وہ اسے مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی۔ اس کی جانب دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔

"انکل' آنٹی کہاں ہیں؟" علی نے گھر کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"مارکیٹ تک گئے ہیں آتے ہی ہوں گے' آپ تشریف رکھیے۔" رابیل نے سنجیدگی سے جواب دیا' وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ رابیل نے کافی کا مگ اس کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔ اسی وقت تیمور حسن اور افشین نے گھر میں قدم رکھا۔

"اوہ...... علی آئے ہیں۔" تیمور حسن اور افشین نے علی کو دیکھا تو انہیں خوش گوار حیرت ہوئی' علی نے اٹھ کر انہیں سلام کیا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام' جیتے رہیے صاحبزادے۔" تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے' بہت محبت سے اسے گلے لگایا۔

"تو بالآخر آپ آ ہی گئے۔" افشین نے اس کا شانہ تھپکا۔

"جی آنٹی اور میں واپس اکیلا نہیں جاؤں گا۔" علی نے رابیل کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا تو رابیل نے فوراً اپنا بیگ اٹھا کر شولڈر پر ٹکایا۔

"ممّا پاپا میں اکیڈمی جارہی ہوں بائے۔"

"بائے بیٹا' ٹیک کیئر۔" تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا وہ تیزی سے گھر سے باہر نکل آئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی سڑک تک آ گئی یہ بھی بھول گئی کہ اس نے میتھیو کے ساتھ جانا تھا وہ گھر پر انتظار کررہا ہوگا۔ دونوں کا روز کا معمول تھا کبھی وہ اس کی طرف آ جاتا اور کبھی رابیل اس کے گھر سے اسے ساتھ لیتی ہوئی اکیڈمی جاتی تھی مگر آج وہ اپنے حواسوں میں ہی نہیں تھی۔ علی کی یوں اچانک آمد نے اسے اپ سیٹ کردیا تھا۔ دل کی دھڑکنیں مستی کی لے پر میں جھوم رہی تھیں۔ خوشی کے شادیانے بج رہے تھے اس کو دیکھ کر مگر وہ خوش نہیں تھی نجانے کیوں اس کے اندر وہ ہلچل نہیں مچی تھی جو کبھی اسے دیکھ کر مچا کرتی تھی۔ شاید احساس کے ان جذبوں پر ایک برس میں برف جم گئی تھی جو اتنی جلدی پگھلنے والی نہیں تھی۔ اس کے سچے جذبوں کی' کھری اور بے لوث محبت کی بہت سی حرارت چاہیے تھی۔

"وہ لوٹ آیا ہے رابیل! تم یہی چاہتی تھیں ناں کہ علی آئے اور تمہیں منا کر اپنی زندگی میں لے جائے تو اب تم خوش کیوں نہیں؟ تم نے تو علی کی واپسی کی دعائیں مانگی تھیں نا تو اب وہ دعائیں قبول ہوجانے پر تمہیں بے کلی کیوں محسوس ہورہی ہے؟ تمہارے ہونٹوں پہ مسکان کیوں نہیں آرہی؟ تم ڈر کیوں گئی ہو؟" رابیل کا دل اس سے سوال پہ سوال کررہا تھا اور وہ بے آواز اشک بہاتی اکیڈمی جانے کی بجائے پارک میں بینچ پر آ بیٹھی۔

"یہ آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"علی کے آنے کی خوشی میں...... نہیں...... بلکہ ہر اس دکھ کے احساس کے' پھر سے زندہ ہوجانے کی وجہ سے یہ آنسو بہہ رہے ہیں جو دکھ مجھے علی سے یہ رشتہ جوڑتے ہوئے ملے اور جو دکھ مجھے یہ رشتہ جڑنے کے بعد ملے۔ یہ کیوں آئے ہیں اب یہاں؟ پھر سے مجھے کوئی نیا دکھ دینے کے لیے یا کوئی نیا الزام لگانے کے لیے؟ پرانے زخموں کے ٹانکے پھر سے ادھڑ گئے ہیں علی کو یہاں دیکھ کر...... یہ میرے زخم خراب کرنے کیوں چلے آئے؟ کیوں نہیں بھرنے دیتے یہ میرے زخم؟ محبت اور رشتوں کے نام پر اور کتنے زخم دیں گے یہ مجھے؟" وہ خود سے الجھتی سوال کرتی رو رہی تھی کہ اسے اپنے شانے پر کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا اس نے چونک کر سر اٹھایا' میتھیو اس کے بچپن کا دوست اس کا ہمراز ساتھی۔

"تم اکیلی اکیلی رو رہی ہو میں مر گیا ہوں کیا مجھ کو نہیں بلا سکتی تھی تم...... حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی ایک تو مجھ کو گھر چھوڑ آئی اور دوسرا یہاں بیٹھ کر اکیلی رو رہی ہو...... تم مجھ سے کیوں چھپاتی رہی...... اپنا دکھ؟" میتھیو اس کے شانوں کے گرد اپنا بازو حمائل کرکے اس کے برابر میں بیٹھا شکوہ کررہا تھا' اس کے لیے فکر مند ہورہا تھا۔ رابیل اس کے شانے پہ سر رکھ کر رونے لگی۔

"کچھ نہیں ہوا آئی ایم فائن۔"

"جھوٹ مت بولو' تم پاکستان سے آئی تھیں تو کتنی کمزور اور ڈسٹرب لگ رہی تھیں میں نے تب بھی تم سے پوچھا تھا' بٹ تم نے مجھ کو نہیں بتایا۔" میتھیو نے پیار بھرا شکوہ کیا۔

"اپنوں کے دکھ بتائے نہیں جاتے۔" رابیل نے بھیگتی آواز میں جواب دیا تو وہ تڑپ اٹھا۔

"اب کیوں آیا ہے وہ یہاں؟"

"شاید معافی مانگنے...... شاید مجھے منانے۔"

"کیوں...... کیا زخم دیا ان لوگوں نے تم کو؟"

"وہ مجھے بری لڑکی سمجھتے تھے خراب لڑکی' آوارہ کریکٹر لیس گرل۔" رابیل کا دکھ آپ ہی آپ زبان پر آ گیا۔

وہ بہت شدت سے رودی تھی' ایک عرصے بعد اس کے ضبط کا بندھن پھر سے ٹوٹا تھا' علی کیا آیا اس کے ہر دکھ کا احساس پھر سے لوٹ آیا تھا۔

"واٹ؟" میتھیو چلا اٹھا۔

"اب ان سب کو احساس ہوگیا ہے کہ وہ غلطی پر تھے اس لیے...... شاید مجھے واپس لے جانے کی کوشش

کریں۔" رائبل نے سر اٹھا کر اس کی پریشان صورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔
علی گلاس ونڈو سے باہر دیکھ رہا تھا تبھی اسے رائبل اور میتھیو آتے دکھائی دیئے۔ میتھیو نے اپنا بازو رائبل کے شانوں کے گرد حمائل کیا ہوا تھا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے باتیں کرتے علی کو عجیب سی جیلسی کا احساس دلا رہے تھے۔ رخصت ہوتے ہوئے حسب عادت ان دونوں نے اپنا دایاں ہاتھ آپس میں مس کیا اور گڈ بائے کہہ کر دونوں اپنے اپنے گھر کے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔
"ہیلو" علی نے اسے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو۔" رائبل نے آہستہ سے جواب دیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
"یہ ابھی تک یہاں ہیں، گئے کیوں نہیں؟" رائبل نے اپنے کمرے میں آ کر اپنا کوٹ اور شوز اتارتے ہوئے سوچا اور جب وہ واش روم سے فریش ہو کر نکلی تو علی کو اپنے بیڈ پر نیم دراز دیکھ کر حیرت اور غصے سے چیخ اٹھی۔
"آپ میرے بیڈ روم میں کیا کر رہے ہیں اور کس کی اجازت سے آپ یہاں آئے ہیں؟"
"تمہارا شوہر ہوں میں اور شوہر کو اپنی بیوی کے بیڈ روم میں آنے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔" علی نے اٹھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے نرمی سے جواب دیا۔ ایک بار وہ اس کے بیڈ روم میں بنا اجازت کے گئی تھی اور آج وہ اس کے بیڈ روم میں تھا۔
"آپ میرے کچھ نہیں لگتے، سنا آپ نے۔"
"زبان سے کہہ دینے سے رشتے نہیں ٹوٹتے۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا اور نگاہیں اس کے چاند چہرے کی بلائیں لے رہی تھیں۔
"تو زبان سے کہہ دینے سے محبت بھی نہیں ہوتی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔
"عمل ہر رشتے کی اساس ہے مسٹر علی۔"
"سچ کہا تم نے میں بھی تو عمل کرنے ہی آیا ہوں ڈیئر۔" علی نے مسکراتے ہوئے اس کے رخسار کو چھوا تو وہ بھڑک اٹھی۔
"ڈونٹ ٹچ می دور رہیں مجھ سے۔"
"اب اور دور نہیں رہا جاتا رائبل۔" وہ بے بسی سے بولا۔
"مما..... مما....." وہ افشین کو پکارتی تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکل گئی۔ افشین کچن میں ڈنر کی تیاری کر رہی تھیں اسے غصے میں دیکھ کر متفکر ہوئیں۔
"کیا ہوا بیٹا؟"
"مما..... وہ شخص میرے بیڈ روم میں کیا کر رہا ہے؟"
"آرام سے بیٹا علی شوہر ہیں آپ کے۔"
"کچھ نہیں ہیں وہ میرے ان سے کہیے کہ یہاں سے چلے جائیں۔" رائبل غصے سے کانپ رہی تھی، تیز لہجے میں بولی۔
"او کے بی ریلیکس وہ چلے جائیں گے لیکن اس وقت وہ ہمارے مہمان ہیں۔" افشین نے اس کو بازو سے پکڑ کر پیار سے سمجھایا۔
"تو انہیں گیسٹ روم میں ٹھہرائیں میں انہیں دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔" وہ اسی سپاٹ لہجے میں بولی۔
"لیکن میں تو تمہیں ہی دیکھنا چاہتا ہوں ہمیشہ۔" علی جو اس کے پیچھے ہی چلا آیا تھا اس کی بات سن کر پیار سے بولا رائبل اس کی بات کا جواب دیئے بغیر اس کی جانب دیکھے بنا تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی خوش بو علی کی سانسوں میں اتر گئی تھی۔
"سوری بیٹا رائبل اس وقت کچھ تھکی ہوئی ہے ورنہ وہ تو غصے میں آتی ہی نہیں ہے۔" افشین نے معذرت خواہانہ انداز میں علی سے کہا۔
"اٹس او کے آنٹی اس کا غصہ بجا ہے اور میں اس کے ہر طرح کے غصے کو فیس کرنے کے لیے تیار ہوں۔" علی نے سنجیدگی سے کہا اور باہر نکل گیا۔
"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری بیٹی کو بھی غصہ آتا ہے۔" افشین نے تیمور حسن کو رائبل کا علی پر غصہ کرنے والی بات

بتائی تو وہ افشین کے ساتھ اس کے کمرے میں آ کر مسکراتے ہوئے بولے تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"پاپا..... آپ کی بیٹی بھی انسان ہے اسے بھی غصہ آسکتا ہے۔"

"بیٹا اتنا غصہ کہ مہمان گھر سے ہی چلا گیا۔" تیمور حسن نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کہیں نہیں جانے والے وہ صاحب' آ جائیں گے سڑکیں ناپ کر اور یہ آئے کیوں ہیں یہاں؟"

"آپ کے لیے آئے ہیں۔" تیمور حسن نے جواب دیا۔

"میں نے انہیں نہیں بلایا اور نہ ہی مجھے ان کی ضرورت ہے آپ ان سے کہہ دیجیے کہ وہ یہاں سے چلے جائیں۔"

"بیٹا..... وہ شرمندہ ہیں۔" افشین نے بتایا۔

"ممی میں بھی بہت شرمندہ ہوئی ہوں وہاں جا کر اور اپنوں کے ہاتھوں زخم کھا کر..... اب کوئی نیا زخم دینے آئے ہیں یہ صاحب..... کیوں نہیں چھوڑ دیتے مجھے؟ کیوں پھر سے میرے زخم ہرے کرنے آ گئے ہیں؟" رابیل نے سنجیدہ سپاٹ اور دردناک لہجے میں کہا اس کی آنکھیں اس کے رونے کی کہانی سنا رہی تھیں۔ وہ دونوں تڑپ گئے۔

"کیا سمجھا ہے انہوں نے مجھے؟ کھلونا ہوں کیا کہ جب دل چاہا کھیل لیا' جب دل چاہا توڑ دیا۔ مجھ میں اور برداشت نہیں ہے پاپا! انسان ہوں میں پتھر نہیں ہوں' مجھے بھی چوٹ لگتی ہے' دکھ ہوتا ہے' مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔" وہ بولتے بولتے رو پڑی۔

☆☆☆......

تم نے تو پھر بھی سیکھ لیا زمانے کے ساتھ جینا
ہم تو کچھ بھی نہ کر سکے تمہیں چاہنے کے سوا!

نگین کے موبائل پر خرم کا میسج آیا جس کو پڑھ کر وہ مسکرا دی۔

"ٹھیک کہا آپ نے مسٹر خرم! آپ تو کچھ بھی نہ کر سکے مجھے چاہنے کے سوا اور محبت عمل سے ثابت ہوتی ہے۔ دعوؤں' وعدوں اور قسموں پر زندگی نہیں گزرتی۔ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی..... اور عمل کی جرأت آپ کر نہ سکے۔" نگین نے اسے دل میں مخاطب کرتے ہوئے کہا وہ اس وقت وہاب احمد کی فیکٹری کے آفس میں موجود تھی۔ وہ آج کل بزنس میں ان کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ اس کے دور شتے بھی آئے ہوئے تھے اور نوشین اور وہاب احمد سنجیدگی سے ان پر غور کر رہے تھے۔ نگین کی دوست زرین کی شادی بھی ایک ماہ پہلے ہوئی تھی وہ بھی بہت خوش تھی۔ نگین کو خرم کا خیال اکثر آتا مگر وہ اس کے ہر خیال کو جھٹک دیتی۔ جاوید کو پھانسی ہو گئی تھی۔ اس کا خوف بھی اس کے دل سے نکل گیا تھا' نوفل خوب دل لگا کر پڑھ رہا تھا۔ بظاہر سب کچھ ٹھیک تھا لیکن اندر کہیں سب کے دلوں میں بے چینی' کمی اور بے کلی سی تھی اور شاید اسی کا نام زندگی ہے۔

❁❁❁......❁......❁❁❁

رابیل بے چینی سے بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی۔ اسے "وہاب لاج" میں گزارا ایک ایک پل یاد آ رہا تھا۔ تڑپا رہا تھا۔ علی کے ساتھ گزرے لمحے اسے کتنے بے چین رکھتے تھے۔ وہ کتنی اذیت میں رہی تھی اس سارے عرصے میں اسے اپنی ہر ہر اذیت پھر سے یاد آ رہی تھی۔ رابیل نے بہت خلوص سے علی کو چاہا تھا۔ دل سے اس سے محبت کی تھی' اسے یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ محبت آپ کی دسترس میں ہو تو لگتا ہے ساری دنیا آپ کی مٹھی میں ہے اور اس محبت کے بل پہ آپ ساری دنیا سے ٹکر لے سکتے ہیں اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو سکتے ہیں اور اگر یہی محبت مٹھی سے ریت کی طرح نکل جائے تو انسان کمزور پڑ جاتا ہے' بے جان سا ہو جاتا ہے' تڑپتا ہے' الجھتا ہے' اپنے آپ سے لڑتا ہے اور اپنے آپ تک سے ہار جاتا ہے خود کو تنہا محسوس کرتا ہے' اور محبت اگر آپ کے پاس ہو تو لب مسکراتے اور من میں پھول کھلتے رہتے ہیں جن کی خوش بو سے پورا وجود مہکنے لگتا ہے۔ یہی محبت آپ سے دور ہو جائے تو آنسو تھمتے ہی نہیں ہیں وجود ہستی میں خزاں چھا جاتی ہے افسردگی طاری ہو جاتی ہے' اندر باہر بارش سی ہوتی رہتی ہے درد ہجر کی بارش' شجر جاں کا پتا پتا مرجھا جاتا ہے' کملا جاتا ہے۔

رابیل کے پاس سب کی محبتیں تھیں۔ ماں باپ بھائی بہن، پھر بھی ایک کمی سی تھی۔ دل میں بے کلی سی تھی۔ علی کے قرب کے وہ چند لمحے وجود جاں پہ حاوی ہو گئے تھے۔ اسے کبھی کبھی خود پر بہت غصہ آتا کہ اس نے کیوں اپنی سادگی اور معصومیت میں اپنا آپ علی کے ہاتھوں میں دے دیا تھا؟ کیوں اس کے لمس کو اپنے وجود سے آشنا کیا تھا؟ کیوں اس کی سانسوں کو محسوس کیا تھا۔ آخر کیوں وہ اتنی بیوقوفی کی مرتکب ہوگئی تھی کہ اس کی محبتوں پر ایمان لا کر اس کو خود پر اختیار دے دیا؟

وہی شخص اس پر طنز و تضحیک کے تمسخر کے سنگ برسا کر کتنا ارزاں کر گیا تھا۔ جس کے ساتھ وہ اب رہنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس کے پاس جانا بھی نہیں چاہتی تھی اور اس کی محبت سے پیچھا بھی نہیں چھڑا پا رہی تھی اور وہ اس کے پیچھے اسے منانے چلا آیا تھا' عجیب دوراہے پر کھڑی تھی وہ اس وقت..... غصہ بھی اسی پر تھا' پیار جس سے تھا۔ عداوت بھی اسی سے تھی دل کو محبت جس سے تھی۔ نہ جائے فرار تھی نہ جائے امان! سوچ رہی تھی وہ جائے تو اب جائے کہاں؟

❁ ❁ ❁ ..... ❁ ..... ❁ ❁ ❁

"یہاں کس لیے آئے ہیں آپ؟" رابیل نے تلخی سے پوچھا۔

"تمہیں منانے اور اپنے ساتھ لے جانے کے لیے۔"

"بھول ہے آپ کی کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں گی اور بھول جایئے کہ میرے اور آپ کے بیچ کوئی رشتہ تھا' یا ہے اور بھول جایئے مجھے بھی یہی آپ کے لیے بہتر ہے۔" رابیل نے کھڑے ہو کر اسے کڑے تیوروں سے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ بلیک جینز کی پینٹ اور سرخ ہائی نیک میں بہت فریش لگ رہی تھی' بالوں کو ہیئر کیچر میں مقید کر رکھا تھا۔ سادہ چہرہ دھلا دھلا سا اپنے قدرتی حسن کے جلوے دکھا رہا تھا۔ علی کا دل لبھا رہا تھا' وہ کتنی ہی دیر اسے محبت سے دیکھتا رہا پھر مخمور لہجے میں بولا۔

"میں جو چاہوں تمہیں اک پل میں بھلا سکتا ہوں پر میں بزدل ہوں مجھے موت سے ڈر لگتا ہے"

"آپ......" علی کے لفظوں اور لہجے نے رابیل کے دل پر آری سی چلا دی تھی۔ وہ تڑپ کر بس آپ ہی کہہ سکی اور جھنجلا کر اپنا کوٹ اٹھاتی باہر نکل گئی جہاں تیمور اس کا منتظر تھا' علی نے بہت بے بسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

"ہمت مرداں مدد خدا' دلہا بھائی ٹرائی اگین۔" نبیل نے پیچھے سے آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

"ہاں ہمت تو میں بھی ہارنے والا نہیں ہوں۔"

"گڈ...... چلیں میں آپ کو اچھی سی کافی بنا کر پلاتا ہوں۔" نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اس کے ساتھ آ گیا۔ علی نے نجانے ان تینوں پر کیا جادو کیا تھا کہ تیمور حسن' افشین اور نبیل اس سے ناراض نہیں تھے بلکہ اسے رابیل سے بات کرنے' منانے کا موقع فراہم کر رہے تھے۔ تیمور حسن جانتے تھے کہ علی بنیادی طور پر ایک اچھا انسان ہے اور بے بسی و جذباتی پن میں وہ رابیل پر غصے میں برس کر اسے ہرٹ کر گیا تھا اور اسے اپنی اس غلطی کا شدت سے احساس تھا اور وہ رابیل سے سچی محبت کرتا تھا' جبھی وہ یہاں آیا تھا' رابیل کو منانے کے لیے وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا' اپنے ساتھ بسانا چاہتا تھا اس کا اظہار وہ ان کے سامنے کر چکا تھا اور رابیل کے دل میں بھی علی کے لیے محبت ہے اس بات سے بھی وہ بے خبر نہیں تھے۔

❁ ❁ ❁ ..... ❁ ..... ❁ ❁ ❁

نگین گھر پہنچی تو زاہد ماموں بمعہ فیملی موجود تھے۔ وہ انہیں سلام کر کے اپنے کمرے میں چلی آئی اور واش روم میں گھس گئی۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے چہرے پر مارے پھر باہر آ گئی۔

"نگی بیٹی' یہاں آؤ میرے پاس آ کے بیٹھو۔" ثمینہ نے اسے بہت پیار سے مخاطب کیا' جیسا کہ وہ ہمیشہ اسے مخاطب کرتی تھیں۔

"جی مامی! کیسی ہیں آپ؟" نگین مسکراتی ہوئی ان کے برابر آ بیٹھی۔

"آج ان سب کا با جماعت آنے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟" نگین نے دل میں سوچا۔

"اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسی ہو؟ کتنے مہینے ہوگئے تم نے اپنے ماموں کے گھر کا رخ ہی نہیں کیا۔" ثمینہ نے اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھتے ہوئے ہلکا سا شکوہ کیا۔

"مامی! میں آج کل ڈیڈی کے آفس جا رہی ہوں ناں تو ٹائم ہی نہیں ملتا اور آپ کون سا روز آتی ہیں میں تو آپ کو بھی مہینوں بعد اس گھر میں دیکھ رہی ہوں۔" نگین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ ذرا سی کھسیانی ہوکر کہنے لگیں۔

"بس نگی بیٹی! میں تو شرمندگی کے مارے نہ آسکی اس روز آئی تھی تو نجانے کیا الٹی سیدھی باتیں کر گئی تھی، تمہیں دکھ پہنچا تھا، بس تم سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں ہورہی تھی، بیٹی اس بات کے لیے اپنی مامی کو معاف کردو اور اپنا دل صاف کرلو میری بیٹی۔"

"میرا دل صاف ہے مامی! ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم دل دکھانے میں تو ایک پل لگاتے ہیں اور منانے میں ایک سال اور کبھی کبھی پوری عمریں لگا دیتے ہیں، جب ہم بھول چکے ہوتے ہیں تب لوگ پھر سے ہمارے درد جگا دیتے ہیں، اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر، دوسرے کے دل میں پھر سے پرانا دکھ بیدار کردیتے ہیں آخر ہم اتنی دیر کیوں کردیتے ہیں؟" نگین نے سنجیدگی سے کہا تو ثمینہ سے تو کیا کسی سے بھی کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

"نگی بیٹی بھول جایئے جو ہوا، بڑوں سے بھی غلطیاں ہوجاتی ہیں۔" وہاب احمد معاملے کی نوعیت کو سمجھ چکے تھے، بوا جی کی زبانی انہیں ثمینہ کے حوالے سے جو بھی بات ہوئی تھی معلوم ہوچکی تھی جب ہی وہ نگین کو پیار سے سمجھا رہے تھے۔

"جی ڈیڈی! آئی نو بڑوں کی غلطیاں بعض اوقات چھوٹوں کے لیے بہت دکھ کا باعث بن جاتی ہیں آئی نو ڈیڈ۔" نگین نے مسکراتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو سمجھنے والے تو اس کی بات کا مطلب سمجھ کر نظریں چرا گئے۔

"نگی بیٹی! تم ہمیں بہت عزیز ہو اور مجھے تمہاری مامی کو تو تم ہمیشہ سے ہی بہت پسند ہو اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنے گھر لے آئیں تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے بیٹی؟" زاہد ماموں نے براہ راست اس سے پوچھا تو وہ سمجھ گئی کہ اس کے آنے سے پہلے خرم اور اس کے رشتے کی بات ہوچکی ہے۔

"ماموں! اس سوال کا جواب آپ کو میرے ڈیڈی جی دیں گے۔ ہاں اس سے پہلے آپ مامی سے پوچھ لیں کہ کیا یہ واقعی دل سے مجھے اپنی بہو بنانے کی خواہش مند ہیں یا کسی دباؤ کے تحت مجبور ہوکر یہ رشتہ کرنا چاہ رہی ہیں۔" نگین نے نظریں جھکا کر سنجیدگی سے جواب دیا۔

"بیٹی! میں تمہیں دل سے اپنے خرم کی دلہن بنانا چاہتی ہوں۔" ثمینہ نے فوراً اقرار کیا۔

"ہاں بیٹی! اس بات کی ضمانت میں تمہیں دیتا ہوں کہ یہ دل سے یہ بات کہہ رہی ہے۔" زاہد ماموں نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنس دیئے۔

"اور میرا خرم بھی دل سے تمہیں چاہتا ہے اس نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ میں اگر شادی کروں گا تو صرف نگین وہاب سے ورنہ کنوارہ مر جاؤں گا۔" ثمینہ نے مسکراتے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"مامی جی! میں بہت پھوہڑ لڑکی ہوں مجھے گھر داری بالکل نہیں آتی۔" نگین نے اپنی تسلی کے لیے یہ بھی کہہ دیا۔

"ارے تو کیا ہوا خرم آپ بھگتے گا۔" ثمینہ نے حسب عادت چٹکلا چھوڑا، جس پر سب ہنسنے لگے۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)



سباس گل

محبت دل کا سجدہ ہے

چلو مانا کہ جیون بھی سزا سے کم نہیں ہوتا
مگر چاہت میں مرجانا کہاں آسان ہوتا ہے
محبت کے فسانوں میں بہت سے موڑ آتے ہیں
پر حد سے گزر جانا کہاں آسان ہوتا ہے

''رابیل باہر لان میں دھوپ سینک رہی تھی۔ گرے کلر کے ٹراؤزر پر سفید شرٹ پہنی ہوئی تھی وہ شاور لے کر آئی تھی اور آج دھوپ بھی بہت دنوں بعد اتنی تیز نکلی تھی کہ وہ لطف اٹھا رہی تھی۔ علی اسی وقت اپنا سامان سوٹ کیس بیگ وغیرہ اٹھائے گھر کے قریب ٹیکسی سے اترا۔ رابیل نے حیرانگی سے اس کے سامان کو دیکھا۔

''تو یہ اب چوبیس گھنٹے میرے سر پہ سوار رہیں گے۔'' رابیل نے غصے سے سوچا۔

''ہیلو کیسی ہو ہنی؟'' اس نے اپنا سوٹ کیس اور بیگ زمین پر رکھتے ہوئے پوچھا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''بیٹھنے کے لیے نہیں کہو گی۔''

''آپ کو تو اجازت کی ضرورت ہی نہیں...... کیوں؟'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی تو وہ ہنس پڑا۔

''او...... یس' ٹھیک یاد دلایا بھلا بیوی کے پاس بیٹھنے کے لیے اجازت کی کیا ضرورت؟'' وہ مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں بولتا اس کے سامنے رکھی لان چیئر پر بیٹھ کر بہت غور سے اس کے سندر سراپے کا جائزہ لینے لگا۔

''پہلے سے بھی زیادہ حسین ہوگئی ہو تم۔'' علی نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے دل سے کہا۔

''اپنوں میں واپس لوٹ آئی ہوں نا اس لیے۔'' جواب بہت کاٹ دار تھا علی نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔

''میں نے جو لاکٹ تمہیں گفٹ کیا تھا تم نے واپس کیوں کردیا؟''

''میں تو آپ کا ہر گفٹ واپس کر آئی تھی ایک لاکٹ ہی کیا؟'' وہ مسلسل اخبار پر نظریں جمائے ہوئے تھی اور نہایت سنجیدہ اور بے مروت لہجے میں اسے جواب دے رہی تھی۔

''کیا تم وہ سب بھول نہیں سکتیں؟'' علی نے بے چین ہو کر پوچھا تو اس نے شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں وہ سب بھول رہی تھی کہ آپ یہاں چلے آئے...... مجھے وہ سب پھر سے یاد دلانے کے لیے' میرے زخم تازہ کرنے کے لیے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا آخر آپ یہاں آئے کیوں ہیں؟''

''تمہیں منانے کے لیے۔''

''کیوں؟ میں تو ناراض نہیں ہوں...... اور ہو بھی کیسے سکتی ہوں؟ آپ کا میرا رشتہ ہی کیا ہے؟ رات کی تاریکی میں ایک الزام کی پاداش میں مجبوری میں جوڑا گیا ایک کاغذی رشتہ جس کی کوئی حیثیت نہیں میری نظر میں...... اب آپ یہاں آ ہی گئے ہیں تو اس پیپر میرج کو ختم کر کے جائیں۔''

''رابیل......'' علی اس کی باتوں سے چھلکتی غیریت اور اجنبیت سے تڑپ اٹھا۔

''مسٹر علی' میں اس نام نہاد نکاح نامے کو تعویذ بنا کر اپنے گلے میں نہیں ڈالنا چاہتی مجھے اس سے آزاد کردیں۔'' رابیل نے غصے سے اخبار بند کرتے ہوئے کہا۔

''رابیل...... میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔''

''آپ نے مجھے پایا ہی کب تھا؟'' رابیل کے لہجے

کا خالی پن وہ محسوس کررہا تھا‘ اسے اس کے دل پر گزری ہر کیفیت کا احساس واندازہ ہورہا تھا۔ وہ حق بجانب تھی یہ سب کہنے میں‘ اسے علی کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھنا چاہیے تھا۔

”رابیل...... میں اپنے ہر لفظ کے لیے شرمندہ ہوں...... یقین کرو میں ایک پل بھی سکون سے نہیں رہ پایا۔ میرا ارادہ تمہیں ہرٹ کرنے کا نہیں تھا رابیل! میں تو تمہیں اپنی محبت کا واسطہ دے کر لندن جانے سے روکنے کے لیے آیا تھا‘ تمہارے پاس مگر قسمت کو جانے کیا ہوا کہ سب کچھ الٹ ہوگیا۔ میرا ضمیر مجھے چین نہیں لینے دیتا۔“

وہ بہت بے بسی و بے قراری سے بتارہا تھا۔ رابیل کو یقین تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے مگر وہ سرد مہری پر ہی مائل رہی...... اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔

”تو آپ یہاں اپنے دل کو قرار اور ضمیر کو سکون بخشنے کے لیے آئے ہیں۔ بہت جلدی خیال آگیا آپ کو۔“ رابیل نے طنزیہ مگر دھیمے لہجے میں کہا تو وہ شرمندگی سے بولا۔

”تمہارا سامنا کرنے کی جرأت وہمت نہیں تھی مجھ میں‘ بس اسی میں اتنا وقت لگ گیا‘ آئی ایم رئیلی سوری۔“

”اتنے عرصے میں تو انسان خود کو سمجھا لیتا ہے۔ اب میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے آپ...... سکون سے کیوں نہیں جینے دیتے مجھے...... اپنے سکون اور اطمینان کے لیے آپ بار بار مجھے بے سکون کیوں کرتے ہیں؟“

”رابیل آئی لو یو۔“ علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دل سے کہا۔

”اوہ پلیز...... دیکھ چکی ہوں میں آپ کی محبت۔“ رابیل نے سختی سے اپنا ہاتھ اس سے چھڑاتے ہوئے تلخی سے کہا۔

”مجھے اس طرح مت ٹھکراؤ رابیل‘ پلیز مجھے یوں رد مت کرو معاف کردو مجھے۔“ علی نے تڑپ کر کہا۔

”معاف کردیا میں نے آپ کو اور پلیز اب آپ بھی معاف کردیں مجھے‘ جان چھوڑ دیں میری۔“ درشتی سے کہتی وہ باہر نکل گئی۔



”نوشین‘ وہاب اب تم دونوں اپنا فیصلہ سنادو کیونکہ نگی نے تو اپنا فیصلہ تم پر چھوڑ دیا ہے۔ خرم تمہارے سامنے کا بچہ ہے دیکھا بھالا ہے‘ پڑھا لکھا ہے‘ برسر روزگار ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری نگی کو بہت چاہتا ہے۔ بس اب تم ہاں کردو۔“

”نگی بیٹی‘ آپ میرے ساتھ آیئے ذرا۔“ وہاب احمد نے نگین سے کہا اور خود اٹھ کر ایک طرف چلے گئے۔

”جی ڈیڈی۔“ نگین بھی اٹھ کر ان کے پاس چلی آئی۔

”نگی بیٹی! یہ آپ کی زندگی کا معاملہ ہے‘ اگر آپ کو خرم کے رشتے پر اعتراض ہے تو آپ مجھے بتاسکتی ہیں۔ سوچنے کے لیے وقت لے سکتی ہیں‘ میں آپ کے ماموں کو فی الوقت جواب نہیں دوں گا تین چار دن سوچنے کے لیے مانگ لیتے ہیں آپ اچھی طرح سے سوچ کر اپنا جواب مجھے بتادینا۔“ وہاب احمد نے اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر کہا۔

”ڈیڈی‘ مجھے یقین ہے کہ آپ میری زندگی کے لیے جو بھی فیصلہ کریں گے وہ بہتر ہوگا۔ میں اس رشتے کے حوالے سے کچھ سوچنا نہیں چاہتی۔ آپ میرے مستقبل کے حوالے سے جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے دل سے قبول ہوگا۔“ نگین نے نظریں جھکا کر آہستگی سے جواب دیا تو انہیں اس کی سعادت مندی پر بہت پیار آیا۔

”جیتی رہیے‘ اگر فیصلہ مجھے ہی کرنا ہے تو میں خرم کے رشتے کو آج ہی منظور کرلیتا ہوں...... ٹھیک ہے نا۔“ وہاب احمد نے اس کی پیشانی چوم کر کہا اور واپس سب کے درمیان آگئے۔ جہاں سب ہی ان کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”نوشین بیگم! آپ کی کیا رائے ہے خرم کے بارے میں؟ سوچنے کی مہلت مانگ لیں یا ان کی مانگ مان لیں آج ہی۔“ وہاب احمد نے نوشین سے مدھم آواز میں پوچھا وہ ان کے بائیں جانب ہی بیٹھی تھیں صوفے پر۔

''اگر آپ کو یہ رشتہ منظور ہے تو آپ ابھی ہاں کرنے کا حق رکھتے ہیں سرتاج۔'' نوشین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
''ہوں...... تھینک یو بیگم صاحبہ۔'' وہ خوش دلی سے مسکرائے۔ اور پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔
''زاہد بھائی' بھابی مجھے بلکہ ہمیں یہ رشتہ منظور ہے۔''
''بہت بہت شکریہ وہاب! تم نے میرا مان رکھ لیا' بس اب بہت جلد میں اپنی نگی کو اپنی بہو بنا کر لے جاؤں گی اور بیٹی بنا کر رکھوں گی۔'' ثمینہ نے خوش ہو کر کہا اور نگین کو پیار کیا۔
''نوشی...... سب کا منہ میٹھا کراؤ بھئی۔'' وہاب احمد نے کہا۔
''بواجی' یہ مٹھائی کی ٹوکری کھولیں اور سب کا منہ میٹھا کروائیں۔'' ثمینہ اور زاہد ماموں نے ایک طرح سے رشتہ طے ہونے کی رسم ادا کردی تھی۔ عابد ماموں اینڈ فیملی سمیت اگلے دن شادی کی تاریخ طے کرنے کے لیے وہاب احمد نے سب کو ''وہاب لاج'' مدعو کرلیا۔
''یہ کیا چٹ منگنی پٹ بیاہ۔'' نگین نے سنا تو ٹپٹا کر بولی۔
''خرم بھائی سے صبر جو نہیں ہو رہا۔'' ماہین نے شرارت سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
''اچھا اور اگر انکار ہو جاتا تو......'' نگین نے کہا۔
''ان کا تو ہارٹ ہی فیل ہو جاتا۔''
''ہائے توبہ کرو اپنے بھائی کے لیے ایسی باتیں کرتی ہو۔'' نگین نے سہم کر کہا تو وہ ہنس کر بولی۔
''یہ بھائی کے ہی الفاظ ہیں کہہ رہے تھے انکار ہوا تو میں زندہ نہیں بچوں گا' میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔'' نگین کا رشتہ طے ہونے کی خبر لندن ''تیمور لاج'' میں پہنچ چکی تھی۔ سب کو بہت خوشی ہو رہی تھی۔ رابیل نے نگین کو فون کرکے مبارک باد دی۔
''نگی آپی! بہت بہت مبارک ہو آپ کو ریئلی آئی ایم سو ہیپی فار یو۔'' رابیل نے خوشی سے پر لہجے میں کہا۔
''تھینکس ڈیئر' دعا کرنا سب اچھا رہے۔''
''ان شاء اللہ سب اچھا بلکہ بہت اچھا رہے گا۔ خرم بھائی آپ کو بہت محبت دیں گے' بہت خوش رکھیں گے۔ ان کی محبت سچی ہے جب ہی تو رشتہ لے کر آ گئے نا۔'' رابیل نے کھنکتے لہجے میں کہا۔
''ہاں اور علی بھائی کی محبت بھی تو سچی' کھری ہے نا رابیل! دیکھو تمہیں منانے لندن تک جا پہنچے۔''
''انہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں وہ سب پاکستان ہی چھوڑ آئی تھی' جب میں وہاں سے سوائے دکھ کے کچھ نہیں لا سکی تو یہ کیوں مجھے پھر سے وہاں گھسیٹنا چاہتے ہیں؟'' رابیل نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو نگین اس کے دکھ کو سمجھتے ہوئے نرمی سے بولی۔
''وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں' بے حد بے حساب محبت ہے انہیں تم سے رابیل! پلیز ان کے ساتھ چلی آؤ وہ تمہارے بنا ادھورے ہیں' ہم نے دیکھا ہے انہیں وہ علی جو کبھی کسی لڑکی کو نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا ان کی آنکھوں میں ہم نے تمہاری جدائی کا درد دیکھا ہے۔ میں جانتی ہوں تم بھی ان سے محبت کرتی ہو اس محبت کو اور مت تڑپاؤ وہ آ گئے ہیں ناں تمہارے پاس تو اب تم بھی دل سے پرانی باتیں بھلا کر ان کے ساتھ چلی آؤ۔''
''نگی آپی یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔ پہلے سب کو لگا کہ رابیل غلط ہے' انہوں نے دل کھول کے غلط کہا۔ پھر سب کو لگا کہ رابیل صحیح تھی وہ غلط تھے تو سب معافیاں مانگ کر اپنے ضمیر کو سکون پہنچانے مطمئن کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے...... آئینہ ہوں میں' کھلونا ہوں یا مٹی کا مادھو؟ کیا سمجھ لیا ہے سب نے مجھے؟ کہہ تو دیا کہ معاف کردیا ہے سب کو...... پھر کیوں میرا پیچھا کر رہے ہیں؟ اب کیا چاہتے ہیں مجھ سے؟''
''تمہارا ساتھ۔'' علی کی آواز تھی جانے وہ کب اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا' اس کی ساری باتیں سن چکا تھا۔ بہت شرمسار اور دکھی لگ رہا تھا۔ رابیل نے فون بند کردیا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ وہ بنا علی کی طرف دیکھے

جانے لگی تھی مگر علی نے اس کو بازو سے تھام لیا۔
"کیا مسئلہ ہے آپ کا؟" وہ اپنے آنسو بے دردی سے ہتھیلیوں سے رگڑتے ہوئے پوچھ رہی تھی لہجہ بھیگ ہوا تھا۔
"محبت...... وہ بھی بے حساب......" علی نے بہت شہد آگیں لہجے میں کہا اور اسے اپنے حصار میں لے لیا۔ اس کی سحر طراز آنکھیں رابیل کے وجود کو اپنی گرفت میں لیے اسے پگھلنے پر مائل کررہی تھیں۔
"معجزے اب نہیں ہوتے مسٹر......" رابیل نے اپنی دھڑکنوں کے شور سے کان ہٹاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"ہوتے ہیں میری جان! معجزے اب بھی ہوتے ہیں کیونکہ محبت دل کا سجدہ ہے اور جب دل نے رب کی چوکھٹ پہ ماتھا ٹیک دیا تو سمجھو معجزہ ہوگیا۔ جو جتنا جھکتا ہے نا وہ اسے اتنا ہی سر بلند وسرفراز کرتا ہے، کامیاب وکامران کرتا ہے۔" علی کا لہجہ یقین، اعتماد اور امید سے پر تھا۔ اس کی محبت کے احساس سے چور تھا وہ اس کے حصار سے نکلنے کی سعی کررہی تھی اور وہ اسے مزید اپنے قریب کررہا تھا۔
"مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرنے کا کوئی حق نہیں ہے آپ کو۔"
"حق تو ہے میری جان! تم نے اپنے جملہ حقوق میرے نام محفوظ کرائے تھے بھول گئیں۔" وہ ایک ہاتھ سے بہت محبت سے اس کے بال سنوار رہا تھا اور وہ بے بس ہوتی جارہی تھی۔
"کچھ بھی بھولی نہیں ہوں میں...... بھول رہی تھی کہ آپ یاد دلانے چلے آئے۔ کیا ضرورت تھی آنے کی؟ میں مر تو نہیں گئی آپ کے بنا۔" رابیل نے تلخی سے کہا۔
"ہاں لیکن میں تو مر رہا تھا نا پل پل۔"
"جبھی اتنی جلدی تشریف لائے آپ۔" اس کا لہجہ سلگا ہوا تھا۔
"تو میری گڑیا کو میری رابیل کو میرا انتظار تھا نا...... تم اس لیے غصہ کررہی ہو نا کہ میں نے آنے میں اتنی دیر کیوں لگادی۔ سوری میری جان! میں ڈرپوک آدمی ہوں، تمہاری طرح بہادر نہیں ہوں نا اس لیے ہمت جمع کرتے کرتے اتنا وقت لگ لیا۔ معاف کردو نا پلیز...... دیکھو اب تو آگیا ہوں تمہارے پاس، تمہیں منانے کے لیے...... اپنے ساتھ لے جانے کے لیے ہوں۔" علی نے مسکراتے ہوئے بہت محبت سے کہا۔
"بہتر ہے کہ آپ واپس چلے جائیں میرے لیے آپ کی ان باتوں میں، آپ کے قرب میں کوئی اٹریکشن ہے نہ ہی انٹرسٹ جسٹ لیومی الون۔" رابیل علی کو جتنا نظر انداز کررہی تھی وہ اسی قدر اس کی قربت کا خواہاں تھا۔
"یار! اپنا شہر لندن ہی دکھادو سیر کرادو اپنے شہر کی۔" علی نے بات کرنے کی کوشش کی تو اس نے فوراً طنز کیا۔
"آپ نے تو جیسے بہت سیر کرائی تھی نا مجھے اپنے شہر کی۔"
"یار! ہم نے تو ہر کام ہی غلط کیا ہے تم خود کو، ہم سے کمپیئر مت کرو، ہم تو تمہارے پاؤں کی دھول بھی نہیں لیکن تم تو بہت مہمان نواز ہونا تو کرادو نا سیر پھر۔" علی نے سنجیدگی سے کہا اس کے لہجے کا دکھ اور بے بسی اور خود کو اس کے پاؤں کی دھول سے کمتر کہنا رابیل کو اندر سے ہلا گیا وہ شرمساری ہوگئی اپنے رویے اور اس کی بے کراں محبت پر۔
"خود کو اتنا ارزاں مت کریں۔"
"تو تم انمول کردو نا مجھے اپنا ساتھ بخش کر نایاب کردو نا مجھے چھو کر......" علی نے بے قراری سے اسے دیکھا، کتنی بے کلی اور محبت اس کی آنکھوں میں مچل رہی تھی، رابیل بس لمحے بھر کو ہی اس کی آنکھوں میں دیکھ پائی اور فوراً نگاہ چرالی تھی۔ علی نے فوراً اس کی حرکت پکڑ لی تھی۔
"کیوں؟ دیکھنے کی تاب نہیں ہے نا۔ نہیں دیکھ پاتیں میری آنکھوں میں اپنے لیے یہ تڑپ اور بے بسی کا سمندر، محبتوں کا بحر بے کراں تم کو کمزور کرنے لگتا ہے نا رابیل! تمہیں لگتا ہے نا کہ اگر تم زیادہ دیر میری آنکھوں میں دیکھوگی تو ڈوب جاؤگی ان کی گہرائی میں...... نہیں روک پاؤگی خود کو مجھ سے مزید دور رہنے سے...... ہے ناں رابیل!

جانتی ہونا تم کہ میں کچھ نہیں ہوں تمہارے بنا...... جانتی ہونا میرے وجود کا ذرہ ذرہ آفتاب ہوجائے گر تم مجھے اپنی محبت کا یقین دے دو...... مجھے اپنے ساتھ کا اذن بخش دو گر تم مجھے اپنی ہمراہی کا اعزاز عطا کردو تو یہ...... بے مول اور بے قیمت شخص ایک دم سے انمول اور بیش قیمت ہوجائے گا جانتی ہونا تم......؟" رابیل کے لیے کوئی راہ فرار نہیں تھی علی کی محبتوں نے اسے ایک سے مغرور بنا دیا تھا۔ وہ اس کے سامنے موم کی طرح پگھل رہی تھی کہ اس کے طلسم لفظوں اور زیست افروز لمس کا دھاگہ سیل فون پر آنے والی کال نے توڑا تھا علی محبت سے اسے تھپکتا ہوا فون آن کر کے گیسٹ روم کی جانب بڑھ گیا۔ رابیل اس کے پیار کے سحر میں جکڑی وہیں کھڑی اپنے دل کی خوشی پر ششدر رہ گئی۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

بہت دنوں بعد ایک نئے نمبر سے ذوالنون کو ٹیکسٹ موصول ہوا تھا۔ ایسی شاعری سوائے کرن کے کون اسے بھیج سکتا ہے اس کے خیال سے ہی ذوالنون کا دل بڑے زور سے دھڑکا اور اس نے فوراً تصدیق کے لیے لکھ بھیجا۔

"کرن......"

"اور کون یاد کرے گا تمہیں...... یہ ہم ہی ہیں خطا کار تیرے۔" کرن کا جواب حسب عادت شعر کی صورت آیا تھا۔ ذوالنون کی آنکھیں بھیگ گئیں اس کی اتنی محبت پر وہ اسے اتنا چاہتی تھی اور دور جا کے بھی نہیں بھولی تھی ایسی بے لوث محبت کہاں ملتی وہ جو اسے ایک ذرا سی بات پہ قبول کرنے سے بھاگ رہا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ دور جا کے اور بھی قریب آگئی تھی اس کے اور وہ اس کی یادوں میں خوشی بھی محسوس کرتا تھا اور جدائی کا درد بھی۔

"آئی مس یو کرن۔" ذوالنون نے بے اختیار لکھ بھیجا۔

"اللہ کرے کہ تم مجھے اتنا مس کرو اتنا مس کرو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہوجائے۔" کرن کا جواب پڑھ کر وہ ہنس پڑا۔

"تم کیا جانو! کتنی محبت ہے تم سے؟" وہ باآواز بولا۔

"محبت ہوگئی تو کیا کرو گی؟"

"فوراً تم سے شادی کرلوں گی۔" کرن کا جواب صاف تھا۔ وہ ایسی ہی تھی دل کی بات کو فوراً زبان دینے والی بے باک صاف گو۔

"تاکہ محبت ختم ہوجائے۔" ذوالنون نے مذاق سے لکھا۔

"اگر محبت ہوگی تو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ میں جہاں بھی رہوں تمہیں اگر مجھ سے محبت ہوگئی تو ہمیشہ رہے گی کیونکہ مجھے اپنی محبت پہ یقین ہے میری محبت تمہیں کہیں اور جانے ہی نہیں دے گی۔" کرن کا پریقین جواب پڑھ کر وہ مسکرانے لگا۔

"ذوالنون تم بھی روتے تو ہوگے مجھے یاد کر کے تڑپتے ہوگے تم بھی میری جدائی میں جب میں تمہیں یہاں آکر بھی نہیں بھولی تو تم مجھے کیسے بھول سکتے ہو؟ میری محبت کے پرخلوص جذبوں کی آنچ تمہارے دل تک پہنچتی ہے نا جبھی تم ایک دم سے خاموش ہوجاتے ہو میری محبت کے سامنے ہار جاتے ہو ہے ناں۔" کرن نے اپنے موبائل کی بڑی سی اسکرین پر ذوالنون کی مسکراتی ہوئی تصویر دیکھتے ہوئے کہا جیسے وہ سن ہی تو رہا تھا اور اپنے آنسوؤں کو بہنے دیا کہ اس کی یاد میں بہنے والے آنسو ہی تو اس کی تنہائی کے ساتھی تھے۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

علی فون پر خرم سے مخاطب تھا۔ نگاہیں رابیل پر مرکوز تھیں جو اپنی بکس سمیٹ رہی تھی اور اس کی بات سن کر خاموشی سے لان میں آگئی جہاں نبیل پہلے ہی جھولے پر بیٹھا تھا وہ بھی اس کے پاس بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

"بھائی آپ انہیں لندن کی سیر کیوں نہیں کرا دیتے خوامخواہ ہر وقت گھر میں موجود رہتے ہیں۔"

"اوکے ہم سب چلیں گے نیو ایئر ہیٹ سے اسٹارٹ کرتے ہیں۔" نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو بھی کریں انہیں لے جائیں یہاں سے۔"

"علی تو تمہیں ساتھ لے جانے آئے ہیں۔" نبیل نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں بہت بے چینی پھیلی تھی۔

”وہ آئے اور آپ مجھے بھیجنے کو تیار بیٹھے ہیں۔“
”ارے ایسے کیسے بھیج دیں گے ہم پورے اہتمام کے ساتھ تمہیں دلہن بنا کر رخصت کریں گے۔“ نبیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”بھائی پلیز‘ میں اس ٹاپک پر کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ مجھے نہیں پتا‘ مجھے غصہ آنے لگتا ہے وہ سب یاد کر کے کیسے مجھے اس بندھن میں باندھا گیا تھا وہ ذلت‘ وہ توہین میں کیسے بھول سکتی ہوں؟ میں وہ سب وہاں چھوڑ آئی تھی مگر میری روح کے زخم کسی کو دکھائی نہیں دیتے۔“ وہ روہانسی ہوگئی‘ نبیل نے اسے اپنے ساتھ لگالیا۔
”دکھائی بھی دیتے ہیں اور محسوس بھی ہوتے ہیں میری گڑیا! میں‘ مما‘ پاپا اور وہاب انکل اور علی ہم سب تمہارے درد اور دکھ سے واقف ہیں۔ ہم سب تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔“
”تو کیوں چھیڑتے ہیں میرے زخموں کو۔“ وہ رو پڑی۔
”تاکہ ان زخموں کا مکمل علاج ہوسکے‘ علی ہیں تمہارے زخموں کا مداوا وہ مسیحا ہیں تمہارا‘ وہ بہت محبت کرتے ہیں تم سے۔ ہمیں اس کا اندازہ ہوگیا ہے اسی لیے...... وہ یہاں موجود ہیں۔“ نبیل نے نرمی سے سمجھایا۔
”جانتی ہوں بھائی‘ لیکن کیا مجھے کوئی حق نہیں ہے ناراض ہونے یا گلہ کرنے کا‘ انہیں ایک سال لگ گیا میرے سامنے آنے میں‘ اور آپ اور وہ چاہتے ہیں کہ میں ایک منٹ میں ان کی بات مان لوں اور کہوں کہ ہاں میں تو آپ کے لیے دلہن بننے کو بے تاب تھی‘ میری تو کوئی سیلف ریسپیکٹ ہے ہی نہیں‘ ان سب نے‘ مجھے ذلیل کیا مگر میں پھر بھی ان کے ساتھ رہنے کے لیے مری جارہی ہوں پلیز مجھے لے جائیں اپنے ساتھ۔“ رابیل دکھ سے بھیگتے لہجے میں بولتی چلی گئی۔ نبیل لب بھینچ کر رہ گیا۔
”بیٹا کوئی آپ کے ساتھ زبردستی نہیں کرے گا۔“ افشین بھی وہیں آ گئیں تھیں اس کی باتیں سن کر محبت سے کہا۔
”تو یہ سب کیا ہے مما؟ ہر کوئی مجھے یہ کیوں باور کرانے کی کوشش کررہا ہے کہ غلطی پر میں ہوں۔ ایک سال بعد وہ آکے کہتے ہیں کہ مجھے معاف کردو مجھ سے غلطی ہوگئی......
تو مما‘ میں نے معاف تو کردیا تھا ان سب کو‘ پھر کیوں میں غلطی پر ہوں؟ ان کے ضمیر کا بوجھ بھی اتر گیا ہے تو اب جائیں نا واپس...... میں کیوں جاؤں ان کے ساتھ؟“
”واٹ اے ای موشنل سین‘ کہیں میری جگہ بھی ہے کہ نہیں۔“ میتھیو نے لان میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو وہ تینوں ہنس پڑے۔
”مسٹر علی کے آنے سے تم بہت ڈسٹرب ہوگئی ہو‘ یور آئیز فل آف ٹیئرز‘ تمہاری آنکھیں آنسوؤں سے بھری رہتی ہیں یہ پرابلم کیسے سولو ہوگا؟“ میتھیو اس کے ساتھ قدم ملا کے چلتے ہوئے فکرمندی سے پوچھ رہا تھا۔
”فارگیٹ اٹ میتھیو‘ میں اس ٹاپک پہ بات نہیں کرنا چاہتی‘ گھر سے باہر تمہارے ساتھ اس لیے آئی تاکہ دھیان بٹ جائے۔“ رابیل کی بے کلی اور بیزاری اس کے لہجے اور چہرے سے عیاں تھی۔
”اور تم جو ٹکڑوں میں بٹ رہی ہو وہ۔“
”میتھیو‘ میں اس شخص سے محبت کرتی ہوں‘ مگر نجانے کیوں میں اسے یہاں برداشت نہیں کر پارہی‘ میں اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی...... شاید میں اندر سے بہت ڈری ہوئی ہوں‘ خود کو وہاں ان سکیور فیل کرتی ہوں‘ میرے مما‘ پاپا کی محبتوں سے بنا یہ گھر میرے لیے جنت کی طرح ہے‘ میں وہاں گئی تو مجھے اپنے گھر کی قدر ہوئی‘ ان محبتوں کی قدر میں نے وہاں جا کر جانی‘ تم سب فرینڈز‘ مما‘ پاپا‘ نبیل بھائی‘ میری زندگی کا اثاثہ ہو۔ میرا وہ مدار ہو تم سب جس کے ساتھ ساتھ میں چلتی ہوں اور چلتے رہنا چاہتی ہوں۔“ رابیل تھکے تھکے لہجے میں کہتی ہوئی سنگی بنچ پر بیٹھ گئی‘ میتھیو بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے محبت اور خلوص سے بولا۔
”رابیل مائی فرینڈ‘ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں اور رہیں گے‘ تم کہیں بھی چلی جاؤ ہماری ریلیشن شپ کبھی

ختم نہیں ہوگا۔ وی لوز یو اینڈ وی آ آل ویز ودیو۔‘‘
’’ یس آئی نو تھینکس۔‘‘ وہ مسکرا دی۔
’’ تم بکس پڑھتی ہو نا۔‘‘
’’ ہاں پڑھتی ہوں اسی لیے تو بہل جاتی و سنبھل جاتی ہوں۔‘‘ رابیل نے گہرا سانس لیا۔
’’ یو نو لائف از لائیک اے بک۔‘‘ میتھیو نے مخلصانہ دوستانہ اور بزرگانہ انداز میں سمجھایا‘ رابیل کو بہت اچھا لگا۔ اس نے مسکراتے ہوئے یقین دلایا۔
’’ ڈونٹ وری ڈیئر‘ میں کچھ بھی نہیں گنواؤں گی‘ جو کچھ گنوا کے آئی تھی وہاں اس کے بعد اب کچھ اور گنوانے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں اور حماقت بھی نہیں کروں گی‘ میں سمجھتی ہوں یہ سب باتیں۔‘‘
’’ آئی نو یو آر انٹیلی جنٹ‘ سمجھدار اور سینس ایبل لڑکی ہو اسی لیے میں کہتا ہوں‘ آئی ایم پراؤڈ آف یو۔‘‘ میتھیو نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔
’’ ہنسا کرو اچھی لگتی ہو۔‘‘
’’ میتھیو‘ میرے دوست! ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کبھی کسی کا دل مت دکھانا کیونکہ معافی مانگ لینے کے باوجود اسے دکھ ضرور رہے گا‘ جیسے دیوار میں لگی کیل کو نکالنے سے نشان رہ جاتا ہے۔‘‘
’’ آئی انڈر اسٹینڈ مائی فرینڈ آئی کین انڈر اسٹینڈ‘ تمہارا دکھ میں فیل کر سکتا ہوں‘ تم کو خوشیاں ملیں گی اور بہت بہت ملیں گی‘ فیر (پھر) دیکھنا تم ہر دکھ بھول جاؤ گی۔‘‘
میتھیو نے مسکراتے ہوئے اسے یقین دلایا۔
’’ ان شاء اللہ۔‘‘ وہ پرامید سی مسکراتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔
’’ اسٹیفی سے ملنے چلیں۔‘‘
’’ چلو نیو ایئر پارٹی پلان کرتے ہیں پال بہت ایکسائیٹڈ ہے اپنی انگیج منٹ کے بعد سے۔‘‘ میتھیو نے مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ رابیل نے دیکھا سامنے سے علی آ رہا تھا۔ وہ اسے وہاں دیکھ کر اپنے دل میں اٹھتے شور سے پریشان ہو اٹھی۔

’’ اونو ناٹ اگین۔‘‘ رابیل بڑبڑائی۔
’’ ڈونٹ وری آئی ایم ودیو۔‘‘ میتھیو بھی علی کو دیکھ چکا تھا۔ رابیل کا ہاتھ پکڑ کر اسے تسلی دی۔
’’ ہائے گائز۔‘‘ وہ دونوں چلتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو علی نے دونوں کو وش کیا۔
’’ ہائے مسٹر علی‘ ہاؤ آر یو؟‘‘ میتھیو نے اس سے خوش دلی سے مصافحہ کیا۔
’’ فائن اینڈ یو؟‘‘
’’ اے ون۔‘‘ میتھیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔
’’ وہ تو تم ہوگے ہی رابیل کے ساتھ جو ہو۔‘‘ علی نے رابیل کے چہرے کو بغور دیکھا تھا وہ کہیں اور ہی دیکھ رہی تھی جیسے وہ وہاں تھی ہی نہیں‘ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔
’’ یس یو آر رائیٹ۔‘‘ میتھیو نے اس کی بات کی تائید کی‘ اس نے ابھی تک رابیل کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور علی کو انجانی سی جلن محسوس ہو رہی تھی۔
’’ مجھے رابیل سے بات کرنی ہے کیا آپ ہمیں اکیلا چھوڑ سکتے ہیں؟‘‘
’’ اوکے ٹیک یوئیر ٹائم بٹ آئی ایم ہیپر لی کاز شی از ود می سو شی از مائی رسپانسی بیلٹی یہ میرے ساتھ گھر سے آئی تھی۔‘‘ میتھیو نے بہت سنجیدگی سے اسے جتایا کہ رابیل اس کے لیے کتنی اہم ہے اور یہ کہ وہ اس کا شوہر ہوگا تو اپنے گھر میں ہوگا یہاں رابیل میتھیو کی دوست اور ذمے داری ہے اور علی کوئی بچہ نہیں تھا کہ اس کے لفظوں کے معنی اور ان کی گہرائی نہ سمجھ سکتا‘ اس کے اندر ایک دم سے غصے کی لہر دوڑی تھی مگر اس نے ضبط سے کام لیا۔
’’ شی از مائی وائف۔‘‘
’’ آئی نو پلیز ٹاک ٹو ہر‘ میں ادھر بیٹھا ہوں‘ رابیل فری ہو کے مجھے آواز دے لینا۔‘‘ میتھیو نے مسکراتے ہوئے دونوں کو دیکھا اور رابیل کا ہاتھ چھوڑ دیا۔
’’ مجھے اب غصہ نہیں کرنا مجھے پرسکون رہنا ہے‘ میں نے ان کو معاف کر دیا ہے تو دل میں غصہ نہیں رکھنا کسی کو

اب اور پریشان نہیں کرتا۔ مجھے اب پہلے کی طرح نارمل رہنا ہے ہنستے مسکراتے جینا ہے۔'' رابیل نے اسی لمحے دل میں تہیہ کیا۔

''اس ہاتھ کو پکڑنے کا حق صرف میرا ہے آئندہ میں یہ ہاتھ کسی اور ہاتھ میں نہ دیکھوں ڈیئر۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے سہلاتے ہوئے بولا۔

''آپ کو مجھ پہ اس طرح سے حکم چلانے یا حق جتانے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' رابیل نے دھیمے لہجے میں کہا اس سرد موسم میں اس کے ہاتھ کی گرمی اسے سکون دے رہی تھی۔

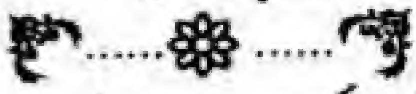
''سارے حق مجھے ہی حاصل ہیں میری جان۔ مجھے بہت جلن ہوتی ہے جب تمہارے یہ انگریز دوست اتنے استحقاق سے تمہارا ہاتھ تھامتے ہیں تمہارے قدم سے قدم ملا کے چلتے ہیں تمہارے ساتھ ہنستے ہیں بولتے ہیں بہت کمتر اور حقیر محسوس ہونے لگتا ہے اپنا آپ مجھے اتنا بے وقعت اور اتنا پرایا تو نہ کرو مجھے۔'' اس کے لہجے میں درد تھا' بے بسی کا احساس تھا' شرمندگی کا طوق تھا' اس کا روم روم لفظ لفظ بتا رہا تھا کہ وہ رابیل کے بنا بہت اذیت میں ہے' بہت تکلیف میں ہے۔

''میں نے کب کچھ کیا ہے؟ آپ مجھے کیوں الزام دے رہے ہیں بے وقعت اور پرایا کس نے کیا آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں آپ کے بارے میں ایسا کچھ نہیں سوچتی جو ہم آپ کو ہیں وہ آپ کے اپنے ہیں۔'' رابیل نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکال لیا۔ اس کے لہجے میں طنز تھا نہ شکوہ' علی سمجھ نہیں سکا کہ اس کا لہجہ اتنا بے تاثر کیوں ہو گیا تھا اس کا غصہ کہاں گیا تھا۔

''یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی سے کسی کو مگر جدا نہ کرے''

''آمین۔'' علی کے حسرت و یاس سے پر لہجے پر اس نے بے اختیار کہا اس سے پہلے کہ علی کچھ اور کہتا رابیل نے میتھیو کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

''میتھیو چلو جلدی۔'' علی ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ رابیل کے اٹھتے قدموں میں اسے اپنی منزل گم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ بے بسی سے مٹھیاں بھینچتا وہیں سنگی بینچ پر بیٹھ گیا۔



''علی کی کوئی خبر آئی اس نے رابیل سے بات کی کہ نہیں؟'' امینہ نے عثمان عزیز کے گھر لوٹتے ہی ان سے جرح شروع کر دی۔

''علی وہاں خیریت سے ہے اور ان شاء اللہ سب خیریت ہی ہو گی۔'' عثمان عزیز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہفتہ ہو گیا ہے اسے لندن گئے ہوئے اور اب تک وہ ایک لڑکی کو نہیں منا سکا۔''

''بیگم صاحبہ! پہلے آپ کو اس بات کی پریشانی تھی کہ علی کوئی فیصلہ کیوں نہیں کر رہا؟ لندن جا کر رابیل بیٹی کو مناتا کیوں نہیں؟ اب جبکہ وہ لندن چلا گیا ہے تو آپ کو اس کی واپسی کی جلدی ہونے لگی...... رابیل نے بھی تو طویل انتظار کیا ہے...... اب کیا وہ ایک منٹ میں تمہارے بیٹے کے ساتھ چلی آئے' صبر کرو جیسے رابیل نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے' ہمیشہ میں نے علی کو بھی یہی سمجھایا تھا فون پر' رابیل اس کے وہاں آنے سے پھر سے دکھی ہو گئی ہے یہاں کی یادیں کوئی خوش گوار تو نہیں ہیں ناں اس بچی کے لیے' اللہ اس بچی کو سکون دے خوشیاں دے...... آمین' ہم بہت خوش نصیب ہیں امینہ بیگم! کہ اللہ نے ہمیں اتنی قابل اور نیک سیرت' اعلیٰ ظرف اور بہادر بہو سے نوازا ہے۔ یہ نکاح جیسے بھی ہوا ہمارے بیٹے کی قسمت میں ہیرا آ گیا ہمیں تو خوش ہونا چاہیے۔'' عثمان عزیز نے مسکراتے ہوئے اپنی دلی جذبات کا اظہار کیا تو امینہ نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

''ہاں وہ تو ہے لیکن اگر رابیل نہ مانی تو؟''

''علی کی محبت پر بھروسہ ہے مجھے وہ اسے منا لے گا۔'' عثمان عزیز کے لہجے کا یقین اور اعتماد امینہ کو اطمینان بخش گیا تھا۔ اثبات میں سر ہلاتی وہ رابیل اور علی کو ایک ساتھ دیکھ رہی تھیں' دلہا دلہن کے روپ میں اور ایک خوش گوار سی

مسکان ان کے لبوں پر رینگ گئی تھی۔



رابیل نماز پڑھ رہی تھی‘ علی نے سبز دوپٹے کے ہالے میں اس سندر صبیح چہرے کو بہت عقیدت ومحبت سے دیکھا‘ ایک نور پھیلا تھا اس کے چہرے پر اس نے دعا مانگنے کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرے تو نگاہ کے سامنے علی کو دعا کی قبولیت کی طرح پایا‘ آنکھیں چار ہوئی تھیں اور دل ایک ہو کر محبت کی تال پر دھڑکنے لگے تھے۔ علی کچھ بولا نہیں بس اسے تکتا رہا وہ نظریں چرا کر جائے نماز سے اٹھ گئی اور اسے تہہ لگا کر رکھی اور نیو ایئر نائٹ پارٹی کے لیے وارڈ روب میں سے اپنا ڈریس سلیکٹ کرنے لگی۔ علی خاموشی سے اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور اس کی وارڈ روب میں اس کی ڈریس کلیکشن دیکھنے لگا۔ رابیل نے رات کے لیے میرون فرکا گاؤن نکالا اور ریڈ مفلر کیونکہ سردی بے تحاشہ تھی۔

”اوں ہوں‘ یہ نہیں یہ ریڈ فر کا کوٹ اور بلیک ٹراؤزر شرٹ پہنو گی‘ تم آج رات۔“ علی نے اس کا سلیکٹ کیا ہوا ڈریس اس کے ہاتھ سے لے کر واپس ہینگ کیا اور اپنی پسند کا ڈریس نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔ رابیل نے اس کے چہرے کو دیکھا جہاں ایک تازگی تھی‘ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی‘ انداز پر استحقاق تھا‘ آنکھوں میں محبت بھرا مان تھا‘ رابیل کا دل نہ چاہا کہ وہ اس کا یہ استحقاق‘ یہ مان اور اسے کچھ جتاتا سا انداز نظر انداز کر کے اس کا دل توڑ دے۔ نئے سال کا آغاز ہونے والا تھا وہ پرانی باتوں کو بھلا کر نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ نئے سال کا خیر مقدم کرنا چاہتی تھی‘ سو خاموشی سے وہ ڈریس اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اس کی امیدوں کو جلا بخشتے ہوئے ڈریس پریس کرنے چلی گئی اور شام میں جب علی نے رابیل کو اپنے منتخب کردہ ڈریس میں تیار دیکھا تو اس کے من آنگن میں خوشیوں کے پھول کھل گئے۔ ”اب منزل دور نہیں“ دل سے صدا آئی تھی۔

”لندن میں نیا سال پوری دنیا کی طرح جوش وخروش سے منایا جاتا ہے لندن میں یورپ کی نئے سال کی سب سے بڑی تقریب ہے یہ جسے دیکھنے کے لیے یہاں دور دراز سے بھی لوگ آتے ہیں اور آپ دیکھیے گا علی بھائی یہاں کتنا ڈسپلن اور مزا ہوگا۔“ نبیل اپنے ساتھ چلتے علی کو بتایا۔ رابیل‘ افشین‘ تیمور حسن اور رابیل کے دوست میتھو‘ پال اینڈ اسٹیفی بھی اپنی فیملیز کے ساتھ آئے تھے۔ عروج بھی اپنی فیملی کی ساتھ تھی۔

”ہاں میں ایک بار لندن آیا تھا بزنس کے سلسلے میں بس جلدی میں جانا پڑا ورنہ نئے سال کی تقریب ضرور انجوائے کرتا‘ لیکن یہ بھی اچھا ہوا آج آپ سب کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہونے کا موقع مل رہا ہے۔“ علی نے مسکراتے ہوئے اپنے دائیں جانب میتھو اور تیمور حسن کے درمیان چلتی رابیل پر نظر ڈال کر کہا اور لندن شہر کی سجاوٹ دیکھنے لگا۔ بازار‘ دکانیں‘ پارکس‘ حتیٰ کہ سڑکوں پر بھی برقی قمقمے لگائے گئے تھے۔ عمارتوں پر کرسمس ٹری لگائے گئے تھے۔ نئے سال کی یہ تقریب دریائے ٹیمز کے کنارے منائی جارہی تھی‘ ہر سال کی طرح ”لندن آئی“ پر فائر ورکس کے لیے ہوائیاں نصب کر دی گئی تھیں۔ ”لندن آئی“ کے سامنے بیس منزلہ عمارت تھی جس پر ملٹی میڈیا کے ذریعے دیو قامت گھڑی بنائی جاتی ہے۔

”آپ کو پتا ہے اس گھڑی کی سوئیاں پورے شہر سے دکھائی دیتی ہیں اور نیو ایئر کی یہ تقریب دیکھنے کے لیے پورے ملک‘ یورپ اور دوسرے ممالک سے بھی لوگ لندن آجاتے ہیں۔ ہوٹلز سب بک ہوجاتے ہیں اور ۳۱ دسمبر کی شام لوگ گروپس ٹولیوں کی شکل میں لندن برج ٹاور برج اور دریائے ٹیمز کے کنارے جمع ہونے لگتے ہیں جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں‘ ہمیں گاڑیاں سنٹرل لندن سے باہر کھڑی کرنا پڑی ہیں۔“ افشین نے علی کی معلومات میں اضافہ کیا۔

بارہ بجنے والے تھے‘ علی رابیل کے قریب آ گیا‘ رابیل اس کے آنے سے پزل سی ہوگئی تھی جگہ بدلنے کی سعی میں اس کا ہاتھ علی کی گرفت میں آ گیا۔ رابیل نے خفا نظروں سے دیکھا۔

”میں چاہتا ہوں کہ نئے سال کا آغاز ہم ایک ساتھ

کریں۔‘‘ علی نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا‘ رابیل گھڑی کی طرف دیکھنے لگی جو ملٹی میڈیا سے بنائی گئی تھی۔

’’رابیل......‘‘ علی نے اس کے قریب ہوکر محبت سے پکارا۔ رابیل نے بس ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر سے گھڑی کی سوئیاں مرکز نگاہ بنالی مگر کان اس کی آواز ان لاکھوں لوگوں کے شور میں بھی سن رہے تھے وہ شہد آ گیں‘ محبت آمیز لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔

’’ابھی کچھ لمحے باقی ہیں
ختم یہ سال ہونے میں
چلو ایسا کریں ہم تم
گلے شکوے جو رہتے ہیں
ہمیشہ درمیاں اپنے
کیوں نہ وہ ختم کر ڈالیں
نئے وعدے‘ نئی قسمیں
نئی امید ہم باندھیں
نئے انداز سے جیون کا
اک اک رخ بدل ڈالیں
دلوں میں جو کدورت ہے
ہم اس کو ختم کر ڈالیں
ابھی کچھ وقت باقی ہے
نیا پھر سال آنے میں......!‘‘

رابیل آئی لو یو اینڈ آئی وانٹ ٹو لیو ود یو۔‘‘

علی نے اس کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے پیار کا اظہار کیا۔ رابیل نے بس اس کے چہرے پر نگاہ جما پر بولی کچھ نہیں۔ اسے شدید برفیلی سردی اور ہوا میں کھلے آسمان تلے لاکھوں لوگوں کے بیچ کھڑے پسینے آرہے تھے‘ لوگوں کے اس ہجوم نے الٹی گنتی گننی شروع کردی تھی۔ رابیل نے دیکھا لوگوں کی نظریں گھڑی کی سوئیوں پر جمی تھیں۔ بارہ بجنے والے تھے۔ نئے سال کا آغاز ہونے والا تھا۔ تھری‘ ٹو‘ ون‘ کے ساتھ ہی نئے سال کا آغاز ہوگیا تھا۔ فضا آتش بازی سے منور ہورہی تھی۔ ’’لندن آئی‘‘ کے جھولوں سے لاکھوں پٹاخے‘ شر......؟ آتشی انار اور ہوائیاں چھوڑی جارہی تھیں آسمان ان کے رنگوں سے روشن ہورہا تھا۔ ہر چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا۔

رابیل سب کو دیکھ رہی تھی مسکرارہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اسے بھی گزشتہ برس کے سارے دکھ‘ غم اور ناقدری وذلت کے احساس کو بھلا دینا چاہیے جب گزرا وقت دوبارہ لوٹ کر نہیں آتا تو پھر وہ گزرے دنوں کے دکھوں میں اپنا مستقبل‘ اپنے آنے والے دن کیوں غمگین بنائے؟ یہ سچ ہے کہ دکھ بھلائے نہیں جاسکتے لیکن دکھ کچھ دیتے بھی تو نہیں ہیں سوائے اذیت کے......تو کیا یہ اچھا نہیں ہے کہ ہم خوشیاں بانٹیں‘ اپنی ذات سے وابستہ لوگوں کو خوشی دیں تاکہ ہمیں بھی خوشی ملے...... کسی کو اس کے دیئے ہوئے دکھوں کے بدلے میں سکھ اور خوشیاں دینا ہی تو اصل زندگی ہے‘ اعلیٰ ظرفی اور کشادہ دلی تو یہی ہے ناکہ ہم زخم دینے والے کے لیے مرہم بن جائیں‘ دوا بن جائیں۔

رابیل اپنی ہی سوچوں میں گم خود سے عہد و پیماں باندھتی‘ خود سے سوال جواب کرتی‘ خود کو سمجھاتی ہجوم میں بھی تنہا تھی اس لمحے علی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا‘ اس نے چونک کر اسے دیکھا یہ وہ شخص تھا جو اسے دل سے پیار کرتا تھا اور اس کی خاطر اتنی دور سے آیا تھا‘ اسے منانے کے لیے‘ اسے ناکام لوٹنا کیا اتنا آسان ہے اس کے لیے؟ رابیل کے دل ودماغ نے سوال کیا تھا۔

’’نیا سال مبارک ہو ہنی‘ کچھ کہو گی نہیں اس موقعے پر۔‘‘

’’کیا کہوں؟‘‘ رابیل نے اس کے سوال پر کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا۔

’’کچھ تو کہو‘ کوئی بات‘ کوئی شعر‘ کوئی دعا ہی دے دو مجھے......کیا میں دعا کے لائق بھی نہیں رہا تمہاری نظر میں؟‘‘

’’میں رہوں یا نہ رہوں یہ دعا رہے گی میری
تم خوش رہو سدا......میرے ساتھ بھی میرے بعد بھی‘‘

’’تمہارے بعد کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہے میری زندگی میں‘ جو کچھ بھی ہے تمہارے ساتھ ہے‘ تمہارے بعد سے

پہلے تمہارا علی ہی نہیں رہے گا' تمہارے بن جینے کی آرزو ہی نہیں ہے۔ رابیل! میری زندگی' میری محبت تم سے شروع اور تم پہ ہی ختم ہے...... تمہارے ساتھ کی تمنا اتنی طاقت ور ہے کہ اس کے لیے میں ہر ایک ساتھ چھوڑ سکتا ہوں' آئی ریئلی لو یو ڈیئر' لو یو سو مچ میری زندگی۔" رابیل کے دل میں اس کے لفظوں نے' لہجے کی تڑپ اور بے قراری نے ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ اسے رلانے والے خود اس کی واپسی کے لیے آنسو بہا رہے تھے...... اس سے بڑھ کر اور کیا انعام ہوگا اس پر اللہ کا...... اس پروردگار نے اسے کتنا اہم' معتبر اور معزز فرد بنا دیا تھا' ان سب کی خاص کر علی کی زندگی میں' اس کے لیے۔" اسی لمحے احساس تشکر سے اس کا دل سجدہ ریز ہوگیا۔

گھر واپس آ کر افشین نے سب کے لیے کافی بنائی' رابیل کو اچانک چکر آ گیا' نبیل نے اسے فوراً پکڑا۔ علی' افشین اور تیمور حسن نے فکر مندی سے اسے دیکھا اور نبیل نے بھی متفکر سا اسے دیکھا۔

"اوہ نو...... پاپا اسے تو بہت تیز فیور ہے۔" نبیل نے اس کی پیشانی کو چھوا تو محسوس ہوا۔

علی بھی اس کے بخار کا سن کر پریشان ہوگیا تھا۔

"علی بیٹے' آپ بھی جا کر سو جائیں' میں ہوں رابیل کے پاس۔" افشین نے علی کو رابیل کے لیے مضطرب و متفکر دیکھ کر کہا وہ رابیل کے کمرے میں ہی کرسی پر بیٹھا اسے تک رہا تھا۔

"رابیل میری وجہ سے پریشان اور دکھی ہوگئی ہے اور اب بیمار بھی ہوگئی' میں نے یہاں آ کر غلطی تو نہیں کی نا آنٹی؟" علی کے چہرے پر جو پریشانی رقم تھی وہ اس کی باتوں اور لہجے سے بھی عیاں ہو رہی تھی اب۔

"نہیں بیٹا! آپ نے اس بار غلطی نہیں کی اور آپ یہاں جس غلطی کے ازالے کے لیے آئے ہیں ہم سب اس میں آپ کے ساتھ ہیں کیونکہ ہمیں اپنی بیٹی کی زندگی اور خوشی بے حد عزیز ہے۔ کچھ وقت تو لگتا ہے نا سنبھلنے میں' سمجھنے میں' وہ خاموش جھیل کی طرح وقت کے بہاؤ میں بہہ رہی تھی کہ آپ نے اچانک سے آ کر اس جھیل میں کنکر مار دیا اور جھیل کا پانی منتشر ہوگیا...... ایسے جیسے انسانی جذبات یک دم سے منتشر و مضطرب ہو جاتے ہیں' اس جھیل کو پرسکون ہونے میں' اس کے اندر مچلتی لہروں کو ہموار ہونے میں' رواں ہونے میں کچھ وقت تو لگتا ہے نا...... وہ جو دائرے سے بنتے ہیں پانی کی سطح پر وہی دائرے جھیل کی گہرائی میں بھی سر اٹھاتے ہیں' بس سکون ہونے کی دیر ہے پھر سب کچھ پہلے جیسا ہو جاتا ہے۔" افشین نے بہت رسانیت سے اسے سمجھایا اور وہ سمجھ بھی گیا اور اثبات میں سر ہلاتا اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ وال کلاک رات کے پونے تین بجا رہی تھی۔ وہ بے دم سا ہو کر بستر پر گر گیا۔



"کیسی ہو جان؟" وہ کافی پی رہی تھی علی اس کے پاس بیٹھا بہت محبت سے اس کی طبیعت کا پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ آہستہ سے جواب دے کر بھاپ اڑاتی کافی کو دیکھنے لگی۔

"میں چند روز کے لیے اپنے ایک دوست کے گھر جا رہا ہوں' کچھ بزنس کے کام سے بھی یہاں کلائنٹس سے ملنا ہے' جانے سے پہلے تم سے ملنے آؤں گا اگر تم نے مجھے معاف کر دیا تو......"

"میں آپ کو معاف کر چکی ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر دھیمے سے بولی۔ "اس لیے پلیز بار بار مجھے وہ سب یاد مت دلائیں۔"

"رابیل...... تم جو بھی فیصلہ کرو بس اتنا دھیان رکھنا کہ میں تم سے بہت بے حساب محبت کرتا ہوں۔"

"میں نے اللہ پر ہر فیصلہ چھوڑ دیا ہے' وہ جو چاہے گا وہی ہوگا اور مجھے قبول ہوگا' اس کا ہر فیصلہ...... میرا فیصلہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔" رابیل نے اس کی بات کاٹ کر نرمی سے کہا۔ اور اٹھ کر اپنے کمرے سے چلی گئی۔ علی ہونٹ بھینچ کر رہ گیا اور افسردہ سا وہاں سے چلا گیا۔



نگین اور خرم کی شادی کی تاریخ طے پا گئی تھی۔ چودہ

فروری یوم محبت کا انتخاب کیا تھا خرم نے اپنی محبت کو اپنا بنانے کے لیے اور امینہ اور عثمان عزیز نے بھی اسی دن ''وہاب لاج'' میں وہاب احمد اور نوشین سے رابیل کی رخصتی کی تاریخ مانگ لی تھی۔ خود وہاب احمد اور نوشین کی دلی خواہش تھی کہ ان کی دونوں بیٹیاں ایک ہی دن دلہن بن کر رخصت ہوں لیکن رابیل کی رضامندی کے بغیر وہ ہاں کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔

''وہاب' تم رابیل کی فکر نہ کرو وہ بہت سعادت مند بچی ہے وہ ہم سب کی خوشی کی خاطر مان جائے گی۔'' امینہ نے انہیں سمجھایا تو وہ مسکرا کر بولے۔

''میں جانتا ہوں آپا کہ رابیل ہم سب کی خوشی کی خاطر مان جائے گی مگر آپا! میری رابیل کی خوشی کا کیا؟ مجھے تو میری بیٹی کی خوشی چاہیے' میری بیٹی بہت حساس ہے' وہ سب کا خیال رکھتی ہے لیکن اگر ہم نے اس کے دل کی خوشی کا خیال اور احساس نہیں کیا تو ہمارا اس پر حق جتانے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔''

''وہاب میاں! آپ بے فکر ہو جائیں رابیل بیٹی ہمیں بھی اتنی ہی عزیز ہے جتنی کہ آپ کو' علی گیا ہے نا لندن اسے منانے مجھے یقین ہے کہ وہ رابیل کو ساتھ لے کر ہی لوٹے گا' محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے وہاب میاں! اور محبت تو پتھر دل کو بھی موم کر دیتی ہے جبکہ رابیل تو ہے ہی محبت کی مٹی سے گندھی وہ ہماری پیاری بہو بن کر ہمارے آنگن میں آئے ان شاء اللہ' بس آپ بسم اللہ کریں اور تاریخ فائنل کر دیں۔ تیمور اور افشین سے بھی ہم نے بات کر لی ہے ان کے بھی یہی جذبات وخدشات ہیں وہ تو رابیل کو آپ دونوں سے زیادہ چاہتے ہیں وہ بھی رابیل کی خوشی چاہتے ہیں علی کی نیک نیتی اور اس کے خلوص ومحبت پر انہیں بھی شک نہیں ہے انہیں یقین ہے کہ علی کی محبت رابیل کو اس بندھن کو قائم رکھنے پر مجبور کر دے گی۔'' عثمان عزیز نے سنجیدگی سے کہا۔

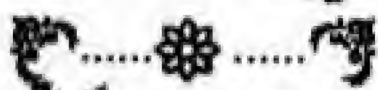
''میں نے بھی تیمور بھائی سے بات کی تھی وہ کہہ رہے تھے کہ رابیل کچھ ڈسٹرب ہے وہ اس سے بات کریں گے پھر ہمیں بتا دیں گے۔'' وہاب احمد نے بتایا۔

''ٹھیک ہے' بس آپ چودہ فروری فائنل کر دیں علی اور رابیل کی شادی کے لیے بھی ان شاء اللہ علی تب تک رابیل اینڈ فیملی کو یہاں لے آئے گا۔'' عثمان عزیز نے یقین سے کہا۔

''نوشین تم کیوں خاموش بیٹھی ہو بھئی تمہاری بیٹی کی شادی کی بات ہو رہی ہے کچھ تو کہو۔'' زاہد ماموں نے نوشین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا کر افسردگی سے بولیں۔

''بھائی جان! میں نے رابیل کی ماں ہونے کا کوئی حق' فرض ادا ہی نہیں کیا تو میں اس کی شادی کے معاملے میں کس منہ سے بولوں...... یا کچھ کہوں؟ وہ افشین کی بیٹی ہے' تیمور بھائی کی اولاد ہے' نبیل کی لاڈلی ہے اس لیے اس کی شادی کے معاملے میں رائے اور فیصلے کا حق واختیار بھی انہی کو حاصل ہے۔ میں صرف رابیل کی زندگی اور خوشیوں کی دعا مانگنے کا حق رکھتی ہوں اور دعائیں میں اپنی بچی کے لیے بہت مانگتی ہوں اللہ اسے اب کوئی دکھ' تکلیف نہ دے' آمین۔'' نوشین کے لہجے میں درد' پچھتاوا اور حسرت وندامت رچی تھی اس کی بات پر سب ہی افسردہ ہو گئے۔

''دکھ' تکلیف اللہ نہیں دیتا میری بہن' یہ تو ہم بندے دیتے ہیں' اللہ تو ان دکھوں اور تکلیفوں سے ہمیں نبرد آزما ہونے کا حوصلہ اور طاقت بخشتا ہے۔ رابیل ایک اعلیٰ ظرف کشادہ دل اور بہادر لڑکی ہے وہ اپنی زندگی ان دکھوں کی نذر ہرگز نہیں ہونے دے گی جو اسے یہاں ملے تھے۔ تم بھی آنے والے کل کو خوش گوار بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کرو' بھول جاؤ جو ہوا' آگے بڑھو اپنی زندگی جیو جیسا کہ جینے کا حق ہے۔'' عابد ماموں نے بہت محبت اور رسانیت سے سمجھایا تو وہ مسکرا دیں۔



لندن میں برف باری شروع ہو چکی تھی۔ سڑکیں' پیڑ پھول پودے سفید برف سے ڈھکے عجیب نظارہ پیش کر رہے تھے۔ لوگ اس موسم کو خوب انجوائے کر رہے تھے۔ رابیل کو برف باری اور بارش دونوں ہی پسند تھیں' نبیل اور اپنے دوستوں کے ساتھ برف پوش راستوں پر سفر

کرنا' برف کے اسٹیچو اور گولے بنانا' فوٹو گرافی کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا اور آج کل وہ پھر سے اپنا کیمرہ لیے فوٹو گرافی کے لیے تیار تھی۔

"رابیل بیٹی' بات سنیے گا ہماری۔" افشین نے اسے تیار دیکھ کر پیار سے کہا' افشین اور تیمور حسن ہمیشہ اپنے بچوں کو بہت عزت سے مخاطب کرتے تھے۔ آپ کہہ کر اور ان کی اچھی تربیت میں یہ ایک اہم پہلو تھا جس پر اکثر ان کے دوست احباب اور فیملی کے لوگ حیران ہوتے تھے۔

"جی مما۔" رابیل ان دونوں کے پاس صوفے پر آ بیٹھی۔ نبیل بھی ٹی وی آف کر کے ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"رابیل بیٹا' نگی کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی ہے چودہ فروری۔" تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے اسے خبر دی۔

"او...... ڈیٹس گریٹ پاپا! یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے۔" رابیل کو اس خبر نے واقعی خوشی دی تھی وہ مسکراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"جی بیٹا' اور ان شاء اللہ ہم سب اس خوشی میں شرکت کے لیے پاکستان جائیں گے۔" تیمور حسن نے پھر کہا۔

"ٹھیک ہے پاپا! میں نے پاکستانی شادی نہیں دیکھی بہت مزا آئے گا نگی آپی کی شادی میں۔" رابیل کا نارمل اظہار اور خوشی سے جانے کے لیے تیار ہو جانا انہیں حیران بھی کر رہا تھا اور اطمینان بھی دے رہا تھا ورنہ انہیں ڈر تھا کہ وہ پاکستان جانے سے انکار ہی نہ کر دے۔

"ہاں بالکل اور رابیل چندا ایک اور نیوز بھی ہے آپ کے ڈیڈی اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک ساتھ رخصت کرنا چاہتے ہیں۔" افشین نے اس کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا مما؟" لہجہ معصومیت لیے ہوئے تھا۔

"بیٹا! علی کے پیرنٹس نے ان سے بہت محبت اور اصرار کر کے آپ کی رخصتی کی تاریخ مانگی ہے اسی تاریخ کو جس تاریخ کو نگی کی شادی ہوگی۔" افشین نے اسے اصل بات بتائی تو اس نے حیرت سے پہلے ان دونوں کو دیکھا پھر نبیل کی صورت کو تکا تو اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"بیٹا' ہمارے لیے آپ کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے آپ جانتی ہیں' ہم آپ سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ آپ کے ڈیڈی اور وہاں سب لوگ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اور سب آپ کے منتظر ہیں آپ کی واپسی سے سب کو بہت خوشی ہوگی۔"

"اور مما' پاپا آپ کو؟"

"آف کورس' ہمیں بھی بہت خوشی ہوگی کہ ہماری بیٹی اپنے اپنے گھر رخصت ہو جائے۔" تیمور حسن نے محبت سے کہا۔

"اپنے گھر......" رابیل نے تڑپ کر ان دونوں کے چہرے دیکھے۔

"تو کیا یہ گھر میرا نہیں ہے پاپا آپ میرے مما' پاپا اور بھائی نہیں ہیں کیا؟"

"رابیل...... گڑیا میری بیٹی آپ ہماری بیٹی ہو یہ گھر آپ کا ہے' ہم سب آپ کے ہیں جانی' ایسا مت سوچیں بیٹا کہ ہم آپ سے دستبردار ہو رہے ہیں آپ کو آپ کے ڈیڈی جی کو واپس لوٹا رہے ہیں ایسا نہیں ہے میری جان۔" افشین نے اس کے دلکش صبیح چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر اس کی آنکھوں میں امنڈتے آنسوؤں کو بے قراری سے دیکھتے ہوئے اسے یقین دلایا۔

"تو پھر مما۔"

"بیٹا جانی! علی سے آپ کا نکاح جن حالات میں بھی ہوا وہ ہیں تو آپ کے شوہر' آپ کے شریک زندگی نا۔" تیمور حسن نے اس کے شانوں کے گرد بازو حمائل کیے۔

"جی......" رابیل کے آنسو بہہ نکلے۔

"علی سے زیادہ پیار کرنے والا شریک زندگی آپ کو کوئی دوسرا نہیں مل سکتا اور اللہ کو بھی یہ رشتہ منظور ہے جبھی تو اب تک یہ رشتہ برقرار ہے...... اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی اور

علی کی دلی خواہش اور محبت نہ ہوتی تو یہ رشتہ تو کب کا ختم ہو چکا ہوتا...... لیکن میری پیاری بیٹی! محبت اور قسمت آپ پر مہربان ہے محبت قسمت والوں کو ملا کرتی ہے آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کو علی جیسے نفیس اور لونگ انسان کی سنگت نصیب ہو رہی ہے...... غلطی کس سے نہیں ہوتی چندا! ہم سب سے غلطیاں ہوتی ہیں ہم ہر روز غلطی کرتے ہیں اور ہمارا اللہ ہمیں معاف کر دیتا ہے اور ہمیں بھی چاہیے کہ ہم دوسروں کی غلطیاں اور زیادتیاں معاف کر دیں۔ درگزر کر دیں۔ دوسروں کو اپنوں کو خوشی دے کر جو خوشی آپ کو ملتی ہے اس کا احساس کیا ہوتا ہے یہ ہماری رابیل سے بہتر کون جان سکتا ہے۔" تیمور حسن اسے پوری طرح دل سے علی کو قبول کرنے کے لیے تیار کر رہے تھے اور وہ تو قبول کر چکی تھی بہت پہلے اب صرف اظہار باقی تھا۔ اس معاملے کو مزید لٹکائے رکھنے کا اس کا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن وہ اپنے مما پاپا اور بھائی سے دور ہونے کے خیال سے بے چین ہو رہی تھی۔

"ہر لڑکی کو شادی کے بعد اپنے پیرنٹس کا گھر چھوڑ کے اپنے سسرال جانا ہی پڑتا ہے اپنے شوہر کے پاس تو سمجھو کے وہ دن قریب آ گیا ہے۔ جب تم بہت خوب صورت سی دلہن بن کے علی عثمان کے ساتھ رخصت ہو گی۔" نبیل نے بھی اسے چاہ سے دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے حقیقت کا رخ دکھایا۔ وہ مسکرا دی۔

"اکیلی میں کیوں؟" وہ بولی تو نبیل نے نا سمجھتے ہوئے بھنویں اچکائیں۔

"پاپا مما بھائی کی شادی بھی اب کر ہی دیں ورنہ یہ اور عروج آپس میں لڑتے جھگڑتے ہی آدھے رہ جائیں گے۔" رابیل نے خود کو نارمل کرتے ہوئے شوخی سے کہا تو وہ تینوں ہنس پڑے۔

"کیوں برخوردار کیا ارادے ہیں؟ عروج کے لیے دل سے راضی ہو یا کوئی اور لڑکی ہے نظر میں؟"

"پاپا! ان کی نظر میں تو بہت سی لڑکیاں ہیں پر گھر میں اسی لڑکی کو دلہن بنا کر لائیں گے یہ جوان کے دل میں ہو گی اور وہ عروج ہی ہے۔" رابیل نے شوخی سے کہا۔

......❀......

کرن کا میسج ذوالنون کے سیل پر آیا جسے پڑھ کر ذوالنون کا دل بڑی زور سے دھڑکا اور لب مسکرا دیئے تھے۔ کتنی عجیب بات تھی نا ہمیشہ کرن ہی اسے یاد کرنے میں پہل کرتی اور وہ اسے جواب دے کر گویا اس پر احسان عظیم کرتا۔ حالانکہ وہ خود بھی اسے بے پناہ چاہتا اور محبت کرتا تھا اس سے لیکن خود سے اسے فون کرنے میں یا ٹیکسٹ کرنے سے ہمیشہ جھجکتا اور بچتا تھا اور کرن اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی ہر بار اسے یاد نہ کرنے کا عہد کرتی اور ٹیکسٹ نہ کرنے کا تہیہ کرتی مگر اپنی منہ زور محبت کے ہاتھوں ہار جاتی۔

جواب میں ذوالنون نے اسے ٹیکسٹ کیا۔

"فکر نہ کرو میں بھی لندن آ رہا ہوں وہاں آ کے تمہارا علاج کرتا ہوں تم ایسے باز نہیں آؤ گی۔" یہ میسج پڑھ کر کرن خوشی سے چیخ اٹھی۔

"زونی لندن آ رہا ہے یاہو...... سچ کہو تم آ رہے ہو نا میرے پاس؟" کرن نے بے تابی سے اسے ٹیکسٹ کے ذریعے پوچھا۔

"تمہارے پاس تو بقول میں ہر وقت ہوتا ہوں ویسے میں وہاں اپنی میڈیکل کی ڈگری کے لیے آ رہا ہوں پہلے اس لیے بتا دیا کہ کہیں تم مجھے اچانک سے وہاں اپنے سامنے دیکھ کر اپنے حواس ہی نہ کھو بیٹھو۔" ذوالنون نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں ہاں اڑا لو مذاق۔" کرن نے مسکراتے ہوئے جواب ٹائپ کر کے اسے سینڈ کر دیا۔

......❀......

"تو پھر یہ طے ہوا کہ نبیل کی شادی عروج احمد سے ہو گی اگر عروج کے پیرنٹس کو کوئی اعتراض نہ ہوا تو۔" تیمور حسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پاپا! آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے کیا؟"

"بیٹا! زندگی آپ نے گزارنی ہے اور اگر آپ کو لگتا ہے

کہ عروج آپ کی اچھی لائف پاٹنر ثابت ہوگی تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے' عروج اچھی لڑکی ہے' مشرقی اطوار کی حامل ہے مذہب سے بھی لگاؤ ہے اسے اور میرا خیال ہے کہ کھانا بھی پکا لیتی ہے ایکٹو لڑکی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم جب سے لندن آئے ہیں عروج اینڈ فیملی سے ہمارے گہرے مراسم ہیں ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سے جانتے ہیں تو اعتراض کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی' کیوں افشین آپ کا کیا خیال ہے؟" تیمور حسن نے ملائمت اور سنجیدگی سے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے افشین کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"بہت ہی نیک خیال ہے۔" افشین مسکراتے ہوئے بولیں۔

"ایک اور نیوز ہے آپ کے لیے رابیل بیٹا۔ ذوالنون یہاں آرہے ہیں نگی کی اور آپ کی شادی کے بعد۔" وہ ان کے اس انکشاف پر یک دم سے سنجیدہ ہوگئی' خدشے' خوف اس کے دل ودماغ میں ہی نہیں آنکھوں میں بھی در آئے تھے۔ تیمور حسن نے اس کی آنکھوں کی زبان سمجھتے ہوئے محبت اور نرمی سے سمجھایا۔

"نہیں بیٹا' ایسا نہیں ہے کہ ہم آپ کو وہاں بھیج کر اور ذوالنون کو یہاں بلا کر آپ سے رشتہ توڑ رہے ہیں' آپ اسی طرح ہماری بیٹی رہیں گی' ذوالنون اپنی تعلیم کے لیے آرہے ہیں اور جب ہم یہاں ہیں تو انہیں اپنی ڈگری بہترین کالج سے حاصل کرنے میں کوئی پرابلم بھی نہیں ہوگی اور اس طرح وہ ہمارے ساتھ بھی چند برس گزار لیں گے۔"

"پاپا! ہم سب اکٹھے نہیں رہ سکتے کیا؟"

"ہم اکٹھے رہیں گے' ڈونٹ وری بیٹا اور وہ گھر وہاب لاج' جو ہمارا ہے وہ ہم نے آپ کے نام کردیا ہے' ہماری طرف سے آپ کی شادی کا تحفہ ہے وہ گھر' وہاب میاں اپنا الگ گھر اسی جگہ خرید رہے ہیں' ہم نے تو ان سے کہا تھا کہ وہ اسی گھر میں رہیں لیکن وہ الگ گھر خریدنا چاہ رہے ہیں اب ان کا بزنس اچھا چل رہا ہے اور بقول ان کے وہ مزید ہمارا احسان نہیں اٹھا سکتے' بہت شکر گزار ہورہے تھے ہمارے۔"

"ٹھیک ہے مما' پاپا جیسے آپ سب کی خوشی لیکن میری ایک شرط ہے۔" رابیل نے سنجیدگی سے کہا۔

"شرط.....!" ان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر رابیل کی جانب متوجہ ہوئے تو وہ بولی۔

"یہ نکاح دوبارہ ہو' آپ سب کی موجودگی اور گواہی میں.....بس یہی شرط ہے میری۔"

"جیتی رہیے رابیل آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی چائلڈ' آپ نے یہ بات کہہ کر ہمارا مان بڑھادیا ہے ان شاء اللہ ہم آپ کے نکاح میں گواہ کے طور پر شریک ہوں گے' آپ تو بہت لکی ہیں بیٹا جانی' کہ آپ کے دو' دو مما پاپا ہوں گے آپ کی شادی میں آپ کے تین بھائی ہیں' ماشاء اللہ ایک بڑی بہن ہے' کتنے سارے پیارے اور پیار کرنے والے رشتے آپ کو مل جائیں گے۔ ہم الجھن میں تھے بیٹا آپ نے علی کے ساتھ کو قبول کرکے ہماری الجھن دور کردی' جیتی رہیے' اللہ پاک آپ کو ڈھیروں خوشیوں سے نوازے' آمین۔" لندن برف سے ڈھک چکا تھا۔ سڑکوں پہ' درختوں پہ سفید برف کا پیرہن سجا تھا۔ رابیل اپنے دوستوں پال اور اسٹفی کے ساتھ فوٹو گرافی اور واک کی غرض سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ برفیلی ہوائیں' جسم میں سرایت کررہی تھیں' درختوں کی شاخیں' پتے سب برف پہنے کھڑے تھے۔

"یہ چیز۔" رابیل نے پال اور اسٹفی کی فرمائش پر ان کی تصویر کھینچتے ہوئے کہا' وہ دونوں خوب صورت مسکراہٹ لیے رابیل کے کیمرے میں محفوظ ہوگئے۔

"ہے ای' رابیل! یور گروم (دلہا) از کمنگ۔" پال کی نظر سامنے سے آتے علی پر پڑی تو فوراً اسے اطلاع دی۔ رابیل نے مڑ کر دیکھا سیاہ لونگ کوٹ' نیلی جینز کی پینٹ میں ملبوس گلے میں براؤن اور بلیک کلر کا مفلر ٹائی کے انداز میں باندھے وہ بے حد چارمنگ لگ رہا تھا اور اس کا ہر اٹھتا قدم رابیل کے دل میں دف بجا رہا تھا۔

”ہی از سو چارمنگ اینڈ ڈشنگ رابیل! یو آر لکی۔“ اسٹیفی کے ستائشی جملوں نے رابیل کے چہرے پر گلال بکھیر دیا تھا۔ وہ پھر سے رخ پھیر کے اپنے کیمرے میں مگن ہوگئی۔

رابیل اپنے دوستوں کے ہمراہ باہر آئی تھی جب ہی علی بھی وہاں پہنچ گیا تھا لیکن وہ بے نیاز ہی رہی۔

علی نے اس کے دلکش سراپے پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی‘ وہ پرپل رنگ کے لونگ کوٹ اور سیاہ ٹراؤزر میں بالوں کی اونچی سی پونی بنائے‘ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ کوٹ کے فر کے کالر اور ڈبل بٹن کا اسٹائل بہت ہی جچ رہا تھا۔ چہرہ اس قدر دلکشی لیے ہوئے تھا کہ علی مبہوت رہ گیا۔ وہ اس برفیلے موسم و مناظر کا ہی ایک حصہ لگ رہی تھی۔

”لگتا ہے انہیں میری رضامندی کی خبر مل گئی ہے‘ جبھی پھر سے چلے آئے ہیں؟“ رابیل نے دل میں سوچا۔

”آپ گھر نہیں گئے کیا؟“ رابیل نے تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھا‘ وہ مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگا۔

”تمہیں ساتھ لیے بغیر اپنی منزل تک کیسے جاسکتا ہوں؟ میری منزل محبت ہے‘ مجھے منزل پہ پہنچادو رابیل! پلیز مجھے ایسے نہ ٹھکراؤ‘ یوں میرے وجود کی نفی مت کرو‘ اس اجنبیت کا مظاہرہ مت کرو۔ میں نہیں جی پاؤں گا تمہارے بغیر۔“ علی نے اس کو شانوں سے تھام کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بے بسی اور ملتجی لہجے میں کہا تو وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

”جی تو رہے ہیں آپ میرے بغیر اور جینا کسے کہتے ہیں؟“

”مرجاؤں تو یقین کرلو گی میری وفاداری پر؟“ عجب دل دہلا دینے والا سوال تھا علی کا جس نے رابیل کے اندر زلزلہ بپا کردیا تھا۔ اس نے علی کے چہرے کو دیکھا اس کا چہرہ مایوسی سے مرجھایا ہوا تھا۔ برف باری پھر سے شروع ہورہی تھی اور رابیل کے اندر جمی خفگی‘ غصے‘ ناراضگی اور خوف کی برف علی کے سچے اور بے لوث جذبوں کی آنچ سے دھیرے دھیرے پگھل رہی تھی۔

”موت تو خاتمہ ہے ہر رشتے کا‘ ہر خوشی کا‘ زندگی کا‘ آپ کی محبت کیسی ہے ذرا سا حالات نے رخ بدلا اور محبت ہار گئی...... اور آپ تو......“

”میں تو کیا......؟“ علی نے اسے جھنجوڑا۔

”ہارا ہوا انسان ہوں‘ ہے نا؟“ وہ ٹوٹتے لہجے میں بولا‘ رابیل نے اس کی شکستگی کو دل سے محسوس کرتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

”جانتی ہو ایک ہارا ہوا انسان کیا کرتا ہے؟“ اس کی آنکھوں میں وحشت تھی۔ رابیل نے متوحش ہوکر اسے دیکھا وہ کیا کرنے والا تھا؟ یہ خیال اسے خوف زدہ کررہا تھا۔

”علی......“ وہ تڑپ کر کسمسا کر بولی۔

”کیا کہا؟“ علی نے مچل کر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں سمو لیا‘ وہ اپنا نام اس کی زبان سے سننے کے لیے ترس رہا تھا۔ اب اس نے پکارا تھا تو وہ اپنی سماعتوں پر حیران تھا۔ اسے اپنے بے حد قریب کیا۔ برف باری بھی اس لمحے ان پر نثار ہورہی تھی۔ رابیل اس کی قربت میں پگھل رہی تھی۔ خود پر سے اختیار کھو رہی تھی۔

”کیوں اس نام کو‘ اور اس نام والے کو بے نام کرنا چاہتی ہو؟ مارنا چاہتی ہو؟“

”علی پلیز۔“ وہ اس کی بانہوں کے حصار سے نکلنے کو مچلی تھی مگر علی کی گرفت مزید تنگ ہوگئی تھی یوں لگتا تھا جیسے آج وہ اپنے اور اس کے بیچ اس خاموش جنگ کو ختم کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔

”محبت دل کا سجدہ ہے نا جان! جب دل ہی جھکا دیا تو سر جھکے نہ جھکے‘ نظر ملے نہ ملے‘ کیا فرق پڑتا ہے؟“

”علی......“ وہ روہانسی ہورہی تھی۔

”علی کی جان! سجدے کی سچائی تو رب بھی مان لیتا ہے۔ بلندی پر پہنچا دیتا ہے فرش سے عرش پہ پہنچا دیتا ہے‘ دل کے سجدے پہ دونوں جہان کی نعمتیں لٹا دیتا ہے۔ پھر بھلا یہ دل......! یہ دل کیسے منہ پھیر سکتا ہے؟ تم محبت سے منہ پھیر رہی ہو‘ گویا زندگی سے منہ پھیر رہی ہو...... میرے

دل پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟ کھاؤ قسم کہ تم مجھ سے بچھڑ کے خوش ہو؟'' علی کی محبت بھری شدت اس کے لہجے کی لو اس کی تڑپ سوالیہ انداز رابیل کو بے کل کر رہے تھے وہ اس کی بانہوں میں مچلنے لگی اس کی گرفت سے نکلنا چاہا مگر علی کے ہاتھوں کا دباؤ اتنا طاقت ور تھا وہ نکل نہیں سکی۔

''آج بنا اقرار اور فیصلہ سنائے بغیر تم کہیں نہیں جاسکتیں۔'' علی کی جذباتیت' جنونیت اور بے بسی سے وہ خوف زدہ ہو رہی تھی۔

علی گھٹنوں کے بل اس کے قدموں میں سر خم کیے بیٹھا تھا' دونوں ہاتھ معافی کی غرض سے جڑے ہوئے تھے' یوں جیسے پجاری دیوی کے قدموں میں بیٹھا ہو۔

رابیل شاخ سے ٹوٹ کر گرنے والے پکے ہوئے پھل کی طرح ڈھے گئی تھی اس کے سامنے اور اس کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو تھام لیا۔

''علی' میں نے کل سب کے سامنے ہاں کر دی تھی آپ کے ساتھ شادی اور رخصتی کے لیے...... آپ کیوں ایسا کر کے مجھے گناہ گار کر رہے ہیں؟'' وہ بری طرح روتے ہوئے بولی' علی نے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا تھا جو آنسوؤں سے دھل رہا تھا۔

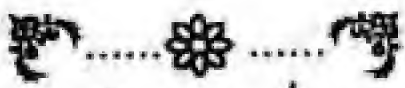
''سب کی خوشی کے لیے ہاں کی ہوگی ناتم نے' مگر میں تو تمہیں تمہاری خوشی سے پانا چاہتا ہوں' تمہاری محبت کو دل سے اپنانا چاہتا ہوں' اپنی مرضی اور خوشی سے کہو کہ تمہیں میری محبت پر یقین ہے۔''

''ہاں یقین ہے لیکن......!''

''لیکن کیا؟'' علی کی سانس سینے میں اٹکی۔

''لیکن ہمارا نکاح دوبارہ ہوگا' میرے مما' پاپا اور نبیل بھائی' ذوالنون بھائی کی موجودگی اور گواہی میں' پوری عزت واحترام کے ساتھ۔'' رابیل نے اس کے حصار سے نکلتے ہوئے کہا اور اٹھ کر تیزی سے قدم بڑھا دیئے۔ علی کو جیسے قارون کا خزانہ مل گیا تھا وہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چل دیا۔

''رابیل! آئی پرامس آئندہ کبھی تمہارا دل نہیں دکھاؤں گا' خوشیوں اور محبتوں کی جنت میں رکھوں گا تمہیں بس پھر کبھی مجھے چھوڑ کے مت جانا' مجھ سے خفا مت ہونا۔''



علی اور رابیل دلہا دلہن بنے ایک دوسرے سے آنکھوں ہی آنکھوں میں عہد باندھ رہے تھے اور نگین اور خرم ایک دوسرے سے عہد کر رہے تھے۔ نبیل اور عروج بھی شادی کے بندھن میں بندھ گئے تھے۔

دونوں گھروں کی' خاندانوں اور دلوں کی خوشیاں پھر سے لوٹ آئی تھیں۔ ہر چہرہ خوشی سے کھل رہا تھا۔ ہر دل اطمینان اور سکون سے بھرا ہوا تھا۔

خوشیوں بھرا وقت گزرتا چلا گیا۔ ذوالنون اور کرن بہت کامیاب ڈاکٹر بن گئے تھے۔ ذوالنون نے لندن میں اپنے اصل ماں باپ تیمور حسن اور افشین کے گھر پانچ سال قیام کر کے اپنی تعلیم مکمل کی...... کرن سے وہاں بھی روز کی ملاقات اور دوستی رہی لیکن اس نے کرن کو اپنے دل کے کسی راز کی بھنک تک نہ پڑنے دی۔ کرن تو اس کو اپنے ساتھ پا کر ہی بہت خوش تھی۔ ذوالنون کی اسپشلائزیشن مکمل ہونے کو تھی' تیمور حسن اور افشین نے کرن کے والدین سے ذوالنون کے رشتے کی بات' بہت راز داری سے طے کر لی تھی۔ وہاب احمد اور نوشین کی رضامندی بھی اس میں شامل تھی اور کرن کے والدین سے وہ بھی ان کے گھر جا کر رشتہ طے کر چکے تھے۔ ذوالنون کو اس بات کا علم تھا کیونکہ یہ اس کی منشاء اور رضا سے ہی ہوا تھا...... کرن کو شادی کے دعوت نامے شائع ہونے پر پتا چلا تھا کہ اس کی شادی ذوالنون کے ساتھ ہو رہی ہے وہ خوش گوار حیرت میں گھر گئی تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی محبت کو اپنے خوابوں کے شہزادے کو پانے میں کامیاب ہوگئی ہے۔

ان دونوں کی شادی تھی اور نوفل جواب اپنی انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کر چکا تھا اور وہاب احمد کے ساتھ بزنس میں ہاتھ بٹا رہا تھا' اس کی رسم نکاح تھی۔ رخصتی ایک سال بعد ہونا تھی' عابد ماموں کی بیٹی رشنا سے نوفل کا نکاح ہو رہا تھا'

نگین اور خرم کے تین بچے تھے۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا' نبیل اور عروج کے دو بیٹے تھے' رابیل اور علی کے دو بچے جڑواں تھے' نمل اور ارسل' اور تیسرا بیٹا جو ابھی ایک سال کا تھا ارتضٰی...... سب اپنی اپنی فیملیز میں بہت خوش تھے۔

''رابیل...... جاناں تیار ہوگئیں آپ؟'' علی اسے پکارتا بیڈروم میں چلا آیا' وہ ارتضٰی کو تیار کررہی تھی اور خود اس نے سیاہ جارجٹ کی سلور کام والی شاندار اسٹائلش ساڑھی زیب تن کی تھی۔ ساڑھی آج پہلی بار پہن کر وہ اور ہی رنگ دکھا رہی تھی۔ بالوں کا دلکش اسٹائل وائٹ گولڈ کا لاکٹ سیٹ اور ہاتھ میں بریسلیٹ پہنے' خوب صورت میک اپ میں وہ اپسرا دکھائی دے رہی تھی۔ شادی کے پانچ سال بعد بھی اور تین بچوں کی ماں بننے کے باوجود وہ پہلے دن کی طرح پرکشش اور حسین تھی بلکہ اس کے حسن میں علی کی محبتوں نے مزید اضافہ کردیا تھا اور علی کی دیوانگی ہر گزرتے پل کے ساتھ بڑھتی ہی جارہی تھی۔ وہ جتنا بھی اپنے رب کا شکر ادا کرتی وہ کم تھا' جس نے اسے ایک بے انتہا محبت کرنے والا خیال رکھنے والا شریک زندگی عطا کیا تھا۔

''یس آئی ایم ریڈی۔'' رابیل نے مسکراتے ہوئے ارتضٰی کی تیاری مکمل کی اور علی کی طرف دیکھنے لگی' جو سیاہ تھری پیس سوٹ میں میرون ٹائی اور کوٹ میں میرون رومال سجائے بے حد ڈشنگ لگ رہا تھا۔

علی تو اسے سر تا پا دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔ دل اس کو اپنی پناہوں میں لینے کو مچلنے لگا۔ رابیل کو اس کی دیوانگی پر ہنسی آگئی اور پھر شرما کر اس نے رخ پھیر لیا۔



حجلہ عروسی کی سج دھج نرالی تھی' عروسی سیج کی دلہن تو دل موہ لینے والی تھی مگر اپنی جگہ پر ہونے کے بجائے بے تابی سے ٹہل رہی تھی۔ دلہا نے جو اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں وہ اپنا بھاری بھرکم لہنگا دونوں ہاتھوں سے سنبھالتی ہوئی اس کے سامنے آگئی۔

''اے ای یہ مارچ پاسٹ کرنے کا موقع ہے کیا' چھ چھ کچھ تو شرم حیا کرو لڑکی! تم چند گھنٹوں کی دلہن ہو اور ایسے شتر بے مہار کی طرح کمرے میں پھر رہی ہو۔'' ذوالنون نے سرخ عروسی لباس میں قیامت ڈھاتی کرن کو دیکھتے ہوئے شوخ لہجے مگر ساس والے انداز میں کہا۔

''کمرے میں کیا میں تو تمہارے دل میں بھی پھر رہی ہوں' ہے ناں...... اب سچ سچ بتادو کہ کب سے؟'' کرن نے اس کی سیاہ' گولڈن کام والی خوب صورت شیروانی کے کالر پکڑ کر اس کی سحر انگیز آنکھوں میں جھانکا۔

''کیا کب سے؟'' ذوالنون نے بھنویں سکیڑیں۔

''انجان مت بنو' اچھا!'' کرن نے اس کے سینے پر مکہ مارا۔

''تمہیں بھی مجھ سے...... محبت ہے نا؟'' کرن نے جھجکتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا۔

''بھئی اب شادی ہوگئی ہے تو محبت بھی ہو ہی جائے گی۔''

''ذوالنون! اگر تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے تو مجھ سے شادی کیوں کی؟'' کرن نے شاکی نظروں سے اسے گھورا۔

''کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے اور وہ بھی آج سے نہیں برسوں سے...... تو میں نے سوچا کہ شادی تو مجھے کرنی ہی ہے تو کیوں نہ کرن ابرار سے کرلی جائے۔ اس کا دل بھی خوش ہوجائے گا' شادی بھی ہوجائے گی اور نیکی کی نیکی بھی...... آخر کسی کا دل خوش کرنا بھی تو ایک نیکی ہے ناں۔'' ذوالنون نے مسکراتے ہوئے اس کی شربتی آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں تحیر ہی تحیر تھا۔ وہ اس کی الوہی خوش بو کو محسوس کررہا تھا۔

''اچھا! تو تم نے محض ثواب کمانے کو یہ نیکی کی ہے۔''

''ہوں......'' وہ مسکرایا۔

''تو اس نیکی کا صلہ تو تمہیں ملنا ہی چاہیے نا۔''

''ٹھیک ہے تم رکو میں سب گھر والوں کو بلا کر لاتی ہوں تاکہ سب تمہیں تمہاری اس نیکی پر شاباشی دیں' داد و تحسین سے نوازیں۔'' کرن نے خود کو اس کے حصار سے باہر نکالتے ہوئے گویا اس کی ساری چالاکی اور شرارت نکال

دی تھی وہ بوکھلا گیا۔

"کرن ڈارلنگ! سب کو بلانے کی کیا تک ہے؟"

کرن کو اپنی بانہوں کے حصار میں لیے ذوالنون محبت میں گھلے لہجے میں آج دل سے اپنی محبت کا اظہار کررہا تھا۔ کرن حیرت مسرت اور حیاء سے لال ہوتی اس کو دیکھ رہی تھی۔ محسوس کررہی تھی ہروقت محبت سے خائف رہنے والا ریزرو رہنے والا ذوالنون اس وقت سراپا محبت بنا ہوا تھا۔

"سچ......" کرن کے لب ہلے۔

"سو فیصد سچ بھلا کون ہوگا جو تم جیسی معصوم دیوانی حسینہ سے پیار نہیں کرے گا؟ تم جس طرح میرے لیے پاگل تھیں جیسے مجھے دیوانہ وار پیار کرتی تھیں اپنے دل کے جذبوں کا برملا اظہار کیا کرتی تھیں اس حسن پر ایسی دیوانی محبت پاکر...... میں معصوم کب تک اپنے دل کو بچا کے رکھ سکتا تھا یہ دل بھی تمہاری محبت میں مبتلا ہوگیا تھا بہت تڑپاتی تھیں تم مجھے ہروقت میرا ضبط آزماتی رہتی تھیں صبر اور ضبط کے کڑے امتحانوں سے تو میں گزرا ہوں تم تو جو دل میں آتا تھا کہہ دیتی تھیں۔"

"تمہیں پھر بھی مجھ پر ترس نہیں آتا تھا۔" کرن خوشی سے نہال بے حال ہوتی پیار سے شکوہ کررہی تھی۔

"نہیں پیار آتا تھا۔" ذوالنون نے اس کے رخسار کو محبت سے چوم لیا کرن شرم وحیا سے سمٹتی چلی گئی۔

"اوئے ہوئے لاج آرہی ہے وہ بھی کرن ذوالنون کو۔" ذوالنون نے اسے چھیڑا وہ ہنس دی۔

"مجھے تم سے محبت ہے کرن آئی لو یو۔"

"لو یو ٹو لیکن تم نے پہلے کبھی کیوں نہیں کہا؟" کرن نے پیار سے اسے دیکھا۔

"وجہ تمہیں معلوم تو ہے جان من! اب ہم اپنی تعلیم مکمل کرچکے ہیں اپنا پروفیشن اپنا چکے ہیں۔" ذوالنون نے اس کے ہاتھ میں سونے کا کنگن پہناتے ہوئے اسے دلی خوشی کا احساس دلایا۔

"اچھا! اور جو تم نے مجھے سات سال تک تڑپایا رلایا ستایا میری محبت کا مذاق اڑایا مجھے اپنے ہجر میں سسکایا میرا دل دکھایا اس کا کیا؟"

"اس کا ازالہ تو میں آج ہی کردوں گا ڈیئر ڈونٹ وری یو نو میں بھی ایسی ہی کیفیت سے دوچار رہا ہوں۔" وہ شرارت بھرے لہجے میں بولتا اسے شرمانے پر مجبور کرگیا۔

"بہت برے ہو تم ذونی تم نے کبھی سوچا اگر میری شادی کسی اور سے ہوجاتی تو......"

"نہیں ڈیئر میں نے کبھی کسی کا برا نہیں سوچا۔" ذوالنون نے مذاق سے کہا اور کرن کے گھورنے پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا کرن خود بھی ہنستی ہوئی اس کی محبت بھری پناہوں میں سما گئی۔ محبت اپنی فتح پر چار سو مسکرا رہی تھی۔ نئی بہاروں کے رنگ بکھرا رہی تھی۔

"بہاریں لوٹ آنے تک
بہت سے زخم ملتے ہیں
کہیں دو دل جو ملتے ہیں
بہاریں مسکراتی ہیں
محبت دل کا سجدہ ہے
یہی نغمہ سناتی ہیں
کڑی جب دھوپ پڑتی ہے
سفر دشوار ہوتا ہے
ایسے سخت موسم میں
سہارا جو بھی بنتا ہے
وہ سچا پیار ہوتا ہے
محبت جب بھی ہوتی ہے
ہوائیں مسکراتی ہیں
یہی مژدہ سناتی ہیں
محبت سے نہ منہ پھیرو
محبت دل کا سجدہ ہے
محبت دل کا سجدہ ہے!"

